57

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ (المائدہ)

کہدے اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے (مائدہ)

حضرت مریمؑ — اور — حضرت مسیحؑ

کے متعلق

غلط فہمیوں کا ازالہ

جس میں اُن غلط فہمیوں کی جو حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں میں رائج ہیں تردید کی گئی ہے اور ان جملہ اور باتوں کے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسےٰ مسیحؑ بغیر انسانی حمل سے پیدا ہوئے اور اُن کے حقیقی والد کا نام یوسف ہی تھا جو بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ اگر یہودی یا عیسائی یا مسلمان اس کے خلاف میرے اعتراضوں کا جواب دے کر اپنی اپنی مستند کتابوں سے یہ ثابت کر دے کہ حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اُسے ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔

مرتبہ

پیرزادہ شمس الدین

مؤلف

آئین قرآن، بارہ حکومت و حکمران، ادعیۃ القرآن فی آیات رحمٰن، تعزیرات قرآن وغیرہ

بار اول ایکہزار — جولائی ۱۹۵۶ء — قیمت فی جلد عہ روپے

فہرست مضامین حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	پیش لفظ اول	۱
۲	حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق عام عیسائیوں اور مسلمانوں کے عقائد کا موازنہ	۳
۳	حضرت مسیحؑ اور حضرت محمدؐ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد۔	۱۱
۴	باب پہلا۔ حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق یہودیوں کے اوہامات کی تردید	۱۷
۵	پہلا الزام۔ حضرت مریمؑ نے حضرت مسیحؑ کو ناجائز طور پر حمل میں لیا۔	۱۷
۶	دوسرا الزام۔ حضرت مسیحؑ قتل کر دیئے گئے	۲۴
۷	تیسرا الزام۔ حضرت مسیحؑ صلیب پر مرنے کی وجہ سے لعنتی ہوئے۔	۲۴
۸	باب دوسرا۔ حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق عیسائیوں کے مبالغہ آمیز اعتقادات کی تردید۔	۲۶
۹	عیسائیوں کا پہلا افترا۔ حضرت مریمؑ کا تمام عمر کنواری رہنا۔	۲۱
۱۰	عیسائیوں کا دوسرا افترا۔ حضرت مریمؑ کنواری کا بغیر خاوند کے روح القدس کی قدرت سے حاملہ ہو جانا۔	۳۲
۱۱	عیسائیوں کا تیسرا افترا۔ حضرت مسیحؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہو جانا۔	۴۵
۱۲	عیسائیوں کا چوتھا افترا۔ حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا ٹھہرانا۔	۴۶
۱۳	عیسائیوں کا پانچواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کو خدا کہنا۔	۵۴
۱۴	عیسائیوں کا چھٹا افترا۔ حضرت مسیحؑ کا جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینا۔	۶۳
۱۵	عیسائیوں کا ساتواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کا جسمانی مردوں کو زندہ کرنا۔	۶۸
۱۶	عیسائیوں کا آٹھواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کو خالق قرار دینا۔	۷۳
۱۷	عیسائیوں کا نواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کا عالم الغیب ہونا۔	۷۴
۱۸	عیسائیوں کا دسواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کا تمام عمر کنوارے رہنا۔	۷۵
۱۹	عیسائیوں کا گیارہواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کا صلیب پر مرنے کی وجہ سے لعنتی ہو جانا۔	۷۷
۲۰	عیسائیوں کا بارہواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کا زندہ رہنے کے نشان کو جھٹلانا۔	۸۳
۲۱	عیسائیوں کا تیرہواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت کو اپنے گناہوں کا کفارہ قرار دینا۔	[illegible]
	عیسائیوں کا جو تھا افترا۔ حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا ٹھہرانا۔	۴۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب زدنی علما

محمد مرتضیٰ علوی سوری بانی مکی عفی عنہ

۲۷۷۶۴
ش ۱۱
۷۶۹۰

پیش لفظ اوّل

مغربی و مشرقی پاکستان، ہندوستان، سیلون، برہما۔ ملایا، چین، عدن، مصر، انگلینڈ، جنوبی مشرقی اور مغربی افریقہ، زنجبار، ماریشس، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور دیگر مختلف ممالک کی اڑتیس سالہ سیاحت کے بعد خاکسار اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق تین بڑی اقوام یہود، نصاریٰ اور اہل اسلام میں بہت سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ جو قرآن حکیم کے قطعاً خلاف ہیں۔ لہٰذا اُن کا ازالہ کیا جانا نہایت ضروری ہے تاکہ ایسی پاک ہستیوں کو اُن جھوٹے اور ناشائستہ الزامات سے جو اُن پر لگائے جاتے ہیں۔ اور اُن مبالغہ آمیز صفات سے جو اُن کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور اُن غلط اعتقادات سے جو اُن کے متعلق رکھے جاتے ہیں۔ پاک ٹھہرایا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ آل عمران ع ۶ اور مجھے اُن (کے الزام) سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہیں (۳-۵۴) چنانچہ یہودی کفر و دشمنی اور مخالفت کی وجہ سے حضرت مریمؑ پر زنا کا بہتان باندھ کر

ا قرآنی آیات کے بالمقابل سورۃ کا نام اور رکوع کا نمبر اور ترجمہ کے بالمقابل منثورۃ کا نمبر اور پھر آیات کے نمبر بطور حوالوں کے دیئے گئے ہیں۔

Marfat.com

یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ ناجائز حمل سے پیدا ہوئے لہٰذا وہ جھوٹا نبی۔ انکے بالمقابل عیسائی غلو کرکے یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا۔ لہٰذا "مسیح خدا کا بیٹا" اور اہل اسلام مبالغہ کرکے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے اللہ کی قدرت سے حمل ہوا۔ لہٰذا مسیح اللہ کا معجزہ ہیں سے عیسائیوں کے باطل عقیدے کی تو کوئی تردید ہوتی نہیں بلکہ تائید ہو جاتی ہے۔ بہرحال وہ عقائد جن میں عیسائی اور مسلمان دونوں آپس میں متفق ہیں ناظرین کی معلومات کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تاکہ وہ اس بات کا فیصلہ کر سکیں۔ کہ آیا عیسائیوں نے مسلمانوں کے عقائد کی نقل کی ہے۔ یا مسلمانوں نے اُن کے عقائد کی یقیناً مسلمانوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے غلط طریقوں اور گمراہ کن خواہشوں کی پیروی کی ہے جس کی انہیں ممانعت کی گئی تھی۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے وَلَنْ

ہے چنانچہ قرآن مجید کے نزول کے دوران میں بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے مابین متنازعہ فیہ مسئلہ حضرت مریم کا حمل ہی تھا یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اس بات پر کہ حضرت مسیحؑ بن باپ کے پیدا ہونے کچھ بحث نہیں کی البتہ حضرت مریم کے حمل کے متعلق یہودیوں کے بہتان کی تردید کرکے یہ بتلا دیا کہ حضرت مسیحؑ جائز انسانی حمل سے پیدا ہوئے لہٰذا ان کا باپ تھا اور عیسائیوں کے افترا کی تردید کرکے یہ بتلا دیا کہ خدا کی کوئی بیوی نہیں لہٰذا مسیح خدا کا بیٹا نہ تھا کیونکہ یہ خدا کی شان کے شایاں نہیں کہ وہ صاحب اولاد ہو یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے بغیر مرد کے کسی عورت کو حمل نہیں کرتا۔

Marfat.com

تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ
اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ
الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ
(البقرۃ ع ۱۴) اور یہودی تجھ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے اور نہ ہی عیسائی یہاں تک کہ
تو ان کے مذہب کی پیروی کرے کہہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت وہی ہدایت
ہے اور اگر تو ان کی گری ہوئی خواہشات کی پیروی کرے اس کے بعد جو
تیرے پاس علم آیا۔ تو تیرے لئے اللہ کی سزا سے بچانے والا نہ کوئی
دوست اور نہ مددگار ہوگا (۲۔ ۱۴۰) افسوس مسلمانوں نے اس تنبیہ
سے بھی کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ بلکہ عیسائیوں کے باطل عقائد کی نقل کی

حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق عام عیسائیوں کے عقائد	حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد
(۱) حضرت مریمؑ تمام عمر کنواری رہیں	(۱) حضرت مریمؑ تمام عمر کنواری رہیں
(۲) حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا	(۲) حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حمل ہوا۔
(۳) حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔	(۳) حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا

Marfat.com

(۴) حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا تھا۔

(۵) حضرت مسیحؑ خدا تھا۔

(۶) حضرت مسیحؑ خالق تھا۔

(۷) حضرت مسیحؑ نے جسمانی مردے زندہ کئے اور جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کیا۔

(۸) حضرت مسیحؑ کو علم غیب تھا۔

(۹) حضرت مسیحؑ تمام عمر کنوارے رہے۔

(۱۰) حضرت مسیحؑ صلیب کی موت کے بعد آسمان پر اٹھائے گئے

(۴) حضرت مسیحؑ خدا کا معجزہ تھا۔[1]

(۵) حضرت مسیحؑ روح اللہ تھا۔

(۶) حضرت مسیحؑ نے چمگادڑ اور دیگر پرندے بنائے

(۷) حضرت مسیحؑ نے جسمانی مردے زندہ کئے اور جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کیا۔

(۸) حضرت مسیحؑ کو علم غیب تھا۔

(۹) حضرت مسیحؑ تمام عمر کنوارے رہے۔

(۱۰) حضرت مسیحؑ بغیر وفات پائے کے ہی آسمان پر اٹھائے گئے۔

---

[1] یہ فرق اہل اسلام صرف اس وجہ سے کرتے ہیں تاکہ عیسائیوں کی طرح حضرت مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا نہ کہنا پڑے حالانکہ حمل سے بچہ پیدا ہوتا ہے نہ کہ معجزہ۔ خدا جانے جب حضرت مریمؑ کے حمل کو بجائے کسی مرد کی طرف منسوب کرنے اللہ کی قدرت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو پھر ایسے حمل سے تولد شدہ بیٹے کو اللہ کی طرف منسوب کرنے میں کونسا امر مانع ہے جبکہ خدا کی قدرت خدا سے جدا نہیں صاف ظاہر ہے کہ جس نے حمل کیا بیٹا اسی کا مگر افسوس یہ ایک معمولی سی بات بھی ایسے مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتی اور نہ بیٹھتی نظر آتی ہے حالانکہ حضرت مسیحؑ کو اللہ کا معجزہ کہنے سے بھی عیسائیوں کے باطل عقیدے "مسیح خدا کا بیٹا" کی زبردست تائید ہو جاتی ہے

Marfat.com

(۱۱) حضرت مسیحؑ زمین میں زندہ رہنے کا نشان نہ دکھا سکے۔

(۱۲) حضرت مسیحؑ آسمان سے اُتر کر لوگوں کو اُن کے اعمال کا اجر دینگے

(۱۱) حضرت مسیحؑ زمین میں زندہ رہنے کا نشان نہ دکھا سکے۔

(۱۲) حضرت مسیحؑ آسمان سے اُتر کر صلیبوں کو توڑیں گے اور خنزیروں کو قتل کریں گے

مذکورہ بالا عقائد کی بنیاد عیسائیوں نے اپنی مقدس کتاب انجیل پر رکھی ہوئی ہے جس کی نسبت اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب محرّف ہے کیونکہ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہو چکی ہیں لہٰذا یہ قابل اعتبار نہیں۔ مگر دوسری طرف خود اپنے ایسے ہی عقائد کی بنیاد بھی قرآن کریم پر رکھتے ہیں حالانکہ یہ محرّف نہیں کیونکہ اس میں آج تک کوئی تحریف نہیں ہوئی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے عقائد رکھنے والے عیسائی جو کئی صدیوں سے مسلمانوں سے پہلے چلے آ رہے ہیں۔ کیونکہ جھوٹے ہو سکتے ہیں اور کیونکر انجیل محرّف ہو سکتی ہے جبکہ اہل اسلام بھی حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق اصولاً وہی عقائد رکھتے ہیں جو عیسائیوں کے ہیں۔ حالانکہ محرّف اور غیر محرّف کتاب کی تعلیم ان عقائد کے متعلق کبھی بھی یکساں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس سے عیسائیوں کے یہ اعتراضات کہ "قرآن بائبل سے لیا گیا ہے" اور "بائبل کے بعد قرآن کی ضرورت نہیں" جھوٹے نہیں ہو سکتے اب مسلمان خود ہی فیصلہ کر لیں کہ وہ اپنے ان عقائد کے ساتھ اشاعت اسلام کر رہے

Marfat.com

ہیں یا قصہ کالم بن کر اشاعت عیسویت۔ اور کس مذہب کو غلبہ دے رہے
ہیں۔ خدا جانے مسلمانوں کو عیسائیوں کے باطل عقائد کی حمایت کرنے سے کیا
حقیقتاً براوانِ اسلام نے عیسائیوں کے عقائد کی نقل کی ہے جس
کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ
قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ
حَتّٰی لَوْ سَلَکُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَکْتُمُوْہُ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
اَلْیَہُوْدَ وَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ (ارشادِ رسول) "ابوسعیدؓ سے
روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا تم ضرور ان کے رستوں پر چلو گے جو تم سے
پہلے تھے (ایسی موافقت ہوگی جیسے) بالشت پر بالشت اور ہاتھ پر ہاتھ یہاں تک
کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسے ہیں تو تم بھی اس میں گھس جاؤ گے ہم نے
پوچھا یا رسول اللہ یہود اور نصاریٰ (مراد ہیں) فرمایا اور کون۔ بخاری کتاب
الانبیاء اس حدیث کی صداقت میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔
(۱) عیسائی باوجود حضرت مریمؑ کے نکاح کرنے اور خاوند ہونے کے پھر
بھی یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام عمر کنواری رہیں اسی طرح مسلمان بھی
وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ اور مجھے کسی انسان نے چھوا نہیں
میں حضرت مریمؑ نے خود صرف گذشتہ زمانے میں نہ چھوئے جانے کی
نفی کی تھی مگر مسلمان خود اس نفی کو آئندہ نہ ملنے پر بھی چسپاں کرتے

Marfat.com

ہوئے اور ان آیات کو جو حضرت مسیح کی شادی کے متعلق ہیں نظر انداز
کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت مسیح کو بھی کنواری ہیں۔

(۲)۔ جیسے عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا ماننے کی وجہ سے
منسوب کرتے ہیں کہ حضرت مسیح خدا کا بیٹا ہیں۔ اسی طرح
مسلمان بھی حضرت مسیح کو خدا کی قدرت کا ایک نشان
کہہ کر یہ کہتے ہیں کہ خدا کا بیٹا ہونے کا معجزہ

(۳)۔ جیسے عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کو خدا نے پیدا کیا
لہٰذا انہوں نے شادی نہیں کی تو وہ دوسرا نشان ہے
اسی طرح سے مسلمان بھی حضرت مسیح کو خدا کی قدرت کا ایک نشان
مانتے ہیں لہٰذا انہوں نے شادی نہیں کی

(۴) جیسے عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کو دوں کو زندہ
اور بیماری اور مردوں کو جھاڑ کر زندہ کرتے تھے۔

(۵)۔ جیسے عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا ماننے کی وجہ
سے ان کو پیغمبر دل سے نہیں مانتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی
کے بعد ان کا درجہ اتنا گھٹا دیتے ہیں کہ انہیں خدا کا بیٹا ہونے کی وجہ
سے اعتقاد ٹھہراتے ہیں اور اسی طرح سے مسلمان بھی حضرت مسیح کا

اتنا درجہ بلند کرتے ہیں کہ اُنہیں بہت سے قرآنی آیات سے مستثنیٰ قرار دے کر آسمان پر بٹھا دیتے ہیں۔ پھر اُن کی واپسی پر اُن کا درجہ اتنا کم کرتے ہیں کہ نبی سے جُدّو بنا دیتے ہیں۔ گویا اُن کی نبوت ہی چھین لیتے ہیں۔ نبی بنانے والا تو خدا، مگر معطّل کرنیوالے مذہبی راہنما

(۶) جیسے عیسائی پہلے مشرکوں کے غلط عقائد کی نقل کر کے مقدس بائبل کی غلط تاویلات کرتے ہیں اسی طرح سے اہلِ اسلام بھی عیسائیوں کے باطل عقائد کی نقل کر کے قرآن مجید کی بے جا تاویلات کرتے ہیں

(۷) جیسے عیسائی مقدس بائبل کی غلط تاویلات کر کے اس میں اختلاف پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اہل اسلام بھی قرآن مجید کی غلط تاویلیں کر کے اس میں اختلاف پیدا کر دیتے ہیں

(۸) جیسے عیسائی اللہ کی سنت۔ فطرت اور عقل سلیم کے خلاف انجیلی آیات کی تاویلات کرتے ہیں۔ اسی طرح سے اہل اسلام بھی قرآنی آیات کی۔

(۹) جیسے عیسائیوں کے مذکورہ بالا عقائد بائبل کی تعلیم کے خلاف ہیں اسی طرح سے مسلمانوں کے مندرجہ بالا عقائد بھی قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ کیونکہ دونوں ہی اپنی اپنی مستند کتابوں پر غور نہیں کرتے

(۱۰) جیسے عیسائی کلام الٰہی کی تاویلیں کرتے وقت کسی اصول کو مدِّ نظر نہیں رکھتے اور نہ ہی غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات

Marfat.com

کے بے تکے معنی لیکر نہایت کمزور اور بودی تاویلات کرتے ہیں۔ اسی طرح سے مسلمان بھی۔ حالانکہ ایسی تاویلات خود ہی اُن کے غلط اعتقادات کی تردید کر دیتی ہے۔ حقیقتاً کلام الٰہی کی صحیح تاویلات وہ ہوتی ہیں۔ جن سے ایک تو خدا کے کلام میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔ دوسرے کافروں اور مشرکوں کے باطل عقائد کی تائید نہ ہو۔ تیسرے اللہ کے قانون۔ فطرت اور عقل سلیم کی مخالفت نہ ہو۔

علاوہ ازیں جیسے یہودیوں نے اپنی عورتوں کو عبادت گاہوں میں خدا کی عبادت کرنے سے روک دیا۔ اسی طرح سے مسلمانوں نے اپنی عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔ حالانکہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے نہ روکو۔ (بخاری کتاب الجمعہ)

مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ باوجود روزمرہ نماز میں کئی بار یہ دُعا "اے اللہ ہمیں اُس قوم کا راستہ نہ دکھا جس پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کا" مانگنے کے پھر بھی مسلمانوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے غلط طریقے اختیار کر لئے حالانکہ اہل اسلام کا یہ فرض تھا کہ قرآن حکیم کی تعلیم سے اُن کے غلط عقائد کی اصلاح کرتے نہ کہ اُن کے باطل اعتقادات اور رسومات جو سراسر قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہیں اختیار کر لیتے۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ باوجود اُن کے غلط عقائد اختیار کرنے کے پھر بھی وہ ان سے راضی نہ ہوئے۔ حالانکہ ایسے مسلمانوں نے اپنے آپ کو اللہ کی سزا کا

مستحق بنا لیا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ارشادات کی مخالفت کی۔

اب اہل اسلام سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ ایسے عقائد رکھ کر آپ اپنے دین اسلام کو عیسائیت پر غالب کر رہے ہیں یا اس کے بالمقابل اپنے دین کو مغلوب کر رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر آپ خود ہی فیصلہ کریں۔ کہ آپ اپنے آپ کو اس دعا کے کس حصہ کے مصداق ٹھہرا رہے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّلَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ ط اے اللہ تو جس نے محمدؐ کے دین کی مدد کی اس کی مدد کر اور ہم کو اُن میں سے بنا اور جس نے محمدؐ کے دین کو رسوا کیا اس کو رسوا کر اور ہمیں اُن میں سے نہ بنا۔

بلاشبہ قرآنی آیات کی غلط تاویلات کر کے یہودیوں اور عیسائیوں کے باطل عقائد کی تائید کرنا گویا اپنے دین کو رسوا کرنا ہے جبکہ یہ تسلیم بھی کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم اُن کے فاسد عقائد کی تردید کرتا ہے۔

علاوہ ازیں وہ عقائد جو مسلمان حضرت مسیحؑ اور جناب رسالتمآب محمد مصطفےٰ ﷺ کے متعلق رکھتے ہیں ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اس بات کا بھی اندازہ لگا سکیں کہ فضیلت کس کو دی جاتی ہے۔ آیا حضرت مسیحؑ کو جو صرف بنی اسرائیل قوم کی طرف رسول تھے۔ یا حضرت محمد مجتبیٰ ﷺ کو جو تمام دنیا کی طرف عالمگیر رسول تھے۔

Marfat.com

حضرت مسیحؑ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد

(۱) حضرت مسیحؑ کی والدہ مکرمہ کو خدا کی خاص قدرت سے بغیر خاوند کے حمل ہوا۔

(۲) حضرت مسیحؑ امر ربی سے یعنی بغیر نطفہ کے پیدا ہوئے۔

(۳) حضرت مسیحؑ کی پیدائش خدا کا معجزہ تھی کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

(۴) حضرت مسیحؑ کو پیدا ہوتے ہی کتاب اور نبوت مل گئی جیسا کہ اس آیت سے ثابت کیا جاتا ہے۔ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ

حضرت محمد رسول اللہ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد

(۱) حضرت محمد رسول اللہ کی والدہ محترمہ کو خاوند کے ذریعے خدا کی خاص قدرت سے بغیر حمل ہوا۔

(۲) حضرت محمد رسول اللہ فطرت پر پیدا ہوئے

(۳) حضرت محمد رسول اللہ کی پیدائش خدا کا معجزہ تھی کیونکہ آپ بغیر باپ کے ذریعے ہوئی

(۴) حضرت محمد رسول اللہ کو پیدائش سے ہی خدا کی کتاب اور ایمان کا علم نہ ہونا جیسا کہ اس آیت سے ثابت کیا جاتا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ

Marfat.com

الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (مریم ع ۲)

انہوں نے کہا ہم کس طرح اس سے کلام کریں جو کہ ابھی جھولے میں لڑکا ہے (مسیحؑ نے) کہا میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔ (۱۹-۳۰، ۳۱)

(۵) حضرت مسیحؑ نے چمگادڑ اور دیگر پرندے بنائے

(۶) حضرت مسیحؑ نے جسمانی مردے زندہ کئے اور جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دی۔

(۷) حضرت مسیحؑ کو اتنا علم غیب تھا کہ وہ لوگوں کو بتا دیا کرتے تھے کہ تم گھر سے فلاں چیز کھا کر آئے ہو اور تمہارے گھر میں فلاں چیز رکھی ہوئی ہے

وَالْاِيْمَانُ۔ (الشوریٰ ع ۵) اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے روح بھیجی تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے۔ اور نہ (یہ کہ اس پر) ایمان (کیا ہے)۔ (۴۲-۵۲)

(۵) حضرت محمد رسول اللہؐ نے کوئی جانور نہیں بنایا۔

(۶) حضرت محمد رسول اللہ نے نہ تو جسمانی مردے زندہ کئے اور نہ جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دی۔

(۷) حضرت محمد رسول اللہ کو علم غیب نہ تھا جیسا کہ اس آیت سے ثابت کیا جاتا ہے۔ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ

Marfat.com

جیسا کہ اس آیت سے ثابت کیا جاتا ہے
وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ
وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ
(آل عمران ع ۱۵) اور جو تم کھاؤ
اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ
رکھو اس کی خبر دیتا ہوں۔
(۳ - ۴۸)

(۸) جب حضرت مسیحؑ کے قتل کی
تدبیریں ہو رہی تھیں۔ تو
اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھا
لیا۔ حالانکہ اس نے کبھی بھی
"اِسْرَفْعْنِیْ" کی دعا نہ مانگی تھی

(۹) حضرت مسیحؑ ہزار ہا سال سے
بجسد عنصری آسمان پر رہتے
ہیں کیونکہ کھانے پینے کے محتاج
نہ ہونے کی وجہ سے ان کے
جسم میں کوئی تغیر نہیں آتا۔

مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ
السُّوْٓءُ (الاعراف ع ۲۳)
اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو
بہت سی بھلائی لے لیتا اور مجھے
کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔
(۷ - ۱۸۸) صاف ظاہر ہے کہ
رسول اللہ کو ذاتی علم غیب نہ تھا۔

(۸) جب حضرت محمدؐ رسول اللہؐ کے
قتل کی تدبیریں ہو رہی تھیں۔
تو اللہ نے انہیں آسمان پر نہ اٹھایا
حالانکہ وہ کثرت سے "اِسْرَفْعْنِیْ"
کی دعا بھی مانگا کرتے تھے۔

(۹) حضرت محمد رسول اللہ معراج
کی رات میں آسمان پر دن کا
ایک لمحہ بھی نہ رہ سکے۔ کیونکہ
کھانے پینے کے محتاج ہونے
کی وجہ سے انکے جسم میں تغیر آتا تھا۔

Marfat.com

(۱۰) حضرت مسیحؑ کے قول فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے معنی اُن کے حق میں آسمان پر اُٹھائے جانے کے لئے جاتے ہیں چنانچہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ اب تک زندہ آسمان پر موجود ہیں اور پھر دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔

(۱۰) حضرت محمد رسول اللہ کے قول فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے معنی اُن کے حق میں وفات دینے کے لیے جاتے ہیں چنانچہ اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ عرصہ سے مدینہ منورہ میں مدفون ہیں اور پھر دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔

بلاشبہ حضرت مسیحؑ کی ایسی خود ساختہ فضیلتیں عیسائیوں کو اہل اسلام میں اپنا مذہب عیسویت پھیلانے کے لیے رفعت کا کلمہ یعنی خفیہ مسیحی مبلغین کا کام دے رہی ہیں۔ مگر افسوس برادران اسلام نہ تو عیسائیوں کی سیاسی چالوں کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی مذہبی چالوں کو جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مسلمانوں کے دلوں پر عیسائیت کا ایک گہرا اثر چھایا ہوا ہے جس سے وہ اتنے مغلوب ہو چکے ہیں کہ موجودہ عیسویت کے خلاف ایک حرف کہنا بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں اشاعت اسلام کرنے کی توفیق ہی نہ رہی۔ اور نہ ہی کبھی ہو گی

دراصل بات یہ ہے کہ اسلام کے مذہبی راہنماؤں نے قرآن حکیم کے معنی عیسائیوں کی روایتوں کے مطابق بیان کئے ہیں دوسرے الفاظ

Marfat.com

میں یوں سمجھ لیجئے کہ عیسائیوں کے باطل عقائد کی قرآنی آیات کے ساتھ
غلط تطبیق دی گئی ہے جس کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ عام طور پر عیسائیوں کے
باطل عقائد بھی مسلمانوں میں رائج ہو گئے۔ دوسرا یہ کہ اہل اسلام ایسے عقائد
کے ساتھ عیسائیوں کے غلط عقائد کی کوئی تردید نہ کر سکے۔ تیسرا یہ کہ
عیسائیوں میں اسلام پھیلانے کے لئے صحیح طریقہ کار نہ پیدا ہو سکا۔
مگر عیسائیوں کو اپنا مذہب مسلمانوں میں پھیلانے کے لئے کئی قسم کی
سہولتیں مل گئیں۔ چوتھا یہ کہ قرآن کریم میں تحقیق یعنی اختلاف عقائد
کو دور کرنے کے پانچواں یہ کہ اہل اسلام اپنے اعتقادات کو قرآن مجید کی تعلیم کے
مطابق سمجھ گئے اور اشاعت اسلام سے غافل ہو گئے۔ عیسائیوں
کے باطل عقائد کا بھی کوئی تردید نہ کر سکے۔ اس لئے مذہب عیسوی
کو اسلام پر غالب کرنے کا موقع مل گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن
پاک میں دوسرے ادیان کے باطل عقائد کی تردید کے ساتھ تردید
کی ہے تاکہ اسلام کو نہ صرف عیسائیت پر بلکہ تمام ادیان پر بھی غالب
کر دیا جائے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ
الْمُشْرِكُونَ ۝ (توبہ ع ۴) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور
دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو کل دینوں پر غالب کرے گو مشرک برا

Marfat.com

ہی مانیں (۹-۳۳) بلاشبہ اسلام کو دوسرے دینوں پر غالب کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ اُن کے باطل عقائد کی قرآنی آیات کے غلط استدلال سے تائید کی جائے بلکہ اسلام کو دیگر ادیان پر غالب کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اُن کی کتابوں سے اُن کے باطل عقائد کی تردید کی جائے مثلاً عیسائیوں کے اس باطل عقیدے "مسیح خدا کا بیٹا" کی تردید "مسیح یوسف کا بیٹا" کہہ کر کرنی چاہئے جیسا کہ اناجیل سے ثابت ہوتا ہے گو وہ بُرا ہی مانیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے خدا کی قدرت سے حمل ہوا تو اس سے اُن کے غلط عقیدے "مسیح خدا کا بیٹا" کی تائید ہو جاتی ہے جسے وہ ہرگز بُرا نہیں مناتے کیونکہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا۔ لہذا جس نے حمل کیا بیٹا اُسی کا۔

اب اسلام کو دلایل سے غلبہ دینا مسلمانوں کا اپنا کام ہے۔ چنانچہ اسی مقصد کو مدّ نظر رکھتے ہوئے خاکسار نے ایک حقیر سی کوشش کر کے مقدس بائبل اور قرآن مجید کی روشنی میں یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے ان غلط اعتقادات کی جو ایک تو قرآن حکیم کی تعلیم کے برعکس ہیں دوسرے حضرت مریم اور حضرت مسیح کی شان کے خلاف ہیں تیسرے اشاعت اسلام میں رکاوٹ کا باعث ہیں۔ تردید کی ہے تاکہ قرآن کریم کی صحیح تعلیم کو دنیا میں پھیلایا جائے اور ان پاک اور بلند ہستیوں کے متعلق صحیح خیالات دنیا میں پھیلائے جائیں کیونکہ فرقان حمید کے نزول کے مقاصد میں یہ بھی ایک مقصد تھا۔

Marfat.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ

(الانعام ع ۳) اور اُس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی باتوں کو جھٹلائے یقیناً ظالم کامیاب نہ ہوں گے (۶-۲۱)

حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق یہودیوں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ

باب پہلا۔ حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق یہودیوں کے جھوٹے الزامات کی تردید

پہلا الزام۔ حضرت مریمؑ نے حضرت مسیحؑ کو ناجائز طور پر حمل میں لیا۔

یہودی حضرت مریمؑ پر زنا کا بہتان باندھتے ہیں۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے

وَبِکُفْرِھِمْ وَقَوْلِھِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیْمًا ۙ (النساء ع ۲۲) اور

اُن کے کفر کے سبب سے اور اُن کے مریمؑ پر بڑا بہتان[1] باندھنے کی وجہ سے (۴-۱۵۶)

---

[1] یہودیوں نے حضرت مریمؑ پر جو بہتان باندھا تھا وہ یوسف کے ساتھ نہیں باندھا تھا بلکہ پنتھرا مائی کے ساتھ منسوب کیا تھا۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ جو شخص حضرت مریمؑ کی نسبت تہمت بد لگاوے وہ مسلمان نہیں دراصل یہودیوں نے یہ بہتان حضرت مریمؑ پر تیسری صدی عیسوی میں اس وقت باندھنا شروع کیا تھا جب عیسائیوں نے غلو کر کے یہ کہنا شروع کیا تھا کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا لہٰذا مسیحؑ خدا کا بیٹا تو اُن کی ضد میں آکر یہودیوں نے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ وہ ناجائز طور پر پیدا ہوئے تھے یہ اتہام مسلس نے جو تیسری صدی عیسوی میں تھا۔ کیا تھا یہی وجہ ہے کہ اس کی تردید انجیل شریف میں نہیں کی گئی بلکہ قرآن مجید میں کی گئی۔ جو الزام لگانے کے بعد نازل ہوا کیونکہ دوسری صدی عیسوی تک یہودی بھی دہاتی برص

جس سے یہودی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ زنا کی وجہ سے نہ صرف ماں پر بلکہ بچے پر بھی حرف آتا ہے لہٰذا حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ میں شیطان کی طرف سے روح تھی جس کی یہ کہہ کر تردید کی گئی۔ کہ حضرت مریمؑ نے زنا نہیں کیا۔ اور حضرت مسیح ناجائز حمل سے پیدا نہیں ہوئے۔ لہٰذا اُن دونوں میں اللہ کی طرف سے روح تھی۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔ (۱) وَالَّتِيْ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا (الانبیاء ع ۶) اور وہ جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا سو ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی (۲۱ - ۹۱)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷ حضرت مریمؑ کے حمل کو جائز مان کر حضرت مسیح کو یوسف کا ہی بیٹا کہتے ہے۔ مقدس انجیل کی مندرجہ ذیل آیات اس پر گواہ ہیں۔ "جب یسوعؑ یہ تمثیلیں ختم کر چکا تو ایسا ہوا کہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور اپنے وطن میں آکر اُن کے عبادت خانے میں اُنہیں ایسی تعلیم دینے لگا کہ وہ حیران ہو کر بولے کہ اس کو یہ حکمت اور معجزے کہاں سے مل گئے؟ کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں؟ ۵ اور کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟ پھر یہ ساری باتیں اس کو کہاں سے آگئیں؟ ۵۷ اور اُنہوں نے اُس کے سبب سے ٹھوکر کھائی مگر یسوعؑ نے اُن سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔ ۵۸ اور اُس نے ان کی بے اعتباری کے سبب سے وہاں بہت سے معجزے نہ دکھائے" (متی ۱۳[۱] - ۵۳ یا ۵۸)

---

* حاشیہ در حاشیہ ۱۸ - ناظرین تعجب کریں گے کہ باوجود انجیل میں ایسے الفاظ ہونے کے پھر بھی عیسائی کیوں یہ تبلیغ کرتے ہیں؛ کہ "عیسےٰ اللہ کا بیٹا" اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ عیسائی اس بات کو حضرت عیسےٰ کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں کہ اُنہیں یوسف بڑھئی کا بیٹا کہہ کر پکارا جائے کیونکہ ایسا کہنے سے لوگ اُن پر ایمان نہیں لاتے (باقی صفحہ ۱۹ پر)

[۱] مقدس بائبل کی کتابوں کا نام پہلے ہندسہ سے مراد نمبر باب اور دوسرے ہندسوں سے مراد نمبر

(۲) وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا (التحریم ۲) "اور مریمؑ عمران کی بیٹی کی (مثال) جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا تو ہم نے اپنی رُوح اس میں پھونکی (۶۶ - ۱۲) مذکورہ بالا آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا۔ گویا نکاح کیا کیونکہ جو شخص نکاح کرتا ہے وہ درحقیقت اپنی عصمت کو محفوظ رکھنے کے لئے ہی کرتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریم نے زنا نہیں کیا۔ چونکہ زنا کی وجہ سے نہ صرف ماں پر بلکہ اولاد پر بھی عیب لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان آیات میں مؤنث اور مذکر کی ضمیریں استعمال کی گئی ہیں جن سے یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸ :- (۲) اور سب نے اُس پر گواہی دی اور اُن پُر فضل باتوں پر جو اُس کے منہ سے نکلتی تھیں تعجب کر کے کہنے لگے کیا یہ یوسف کا بیٹا نہیں؟ (لوقا ۴ - ۲۰)

(۳) پس یہودی اس پر بڑبڑانے لگے اس لئے کہ اُس نے کہا تھا کہ جو روٹی آسمان سے اُتری وہ میں ہوں۔ اور انہوں نے کہا کیا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں۔ اب یہ کیونکر کہتا ہے کہ میں آسمان سے اُترا ہوں (یوحنا ۶ - ۴۱ و ۴۲) مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت یہودیوں کا یہ عقیدہ نہ تھا (باقی حاشیہ صفحہ ۲۰)

بقیہ حاشیہ درحاشیہ :- لہٰذا انہوں نے یہ حکمت عملی اختیار کر رکھی ہے کہ اُن کو خدا کا بیٹا کہہ کر پکارا جائے تاکہ اُن کی حیثیت بڑھ جائے اور لوگوں کو ان پر ایمان لانا آسان ہو جائے مزید برآں عیسائیوں کے اس عقیدے کو اہل اسلام نے یہ کہہ کر کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کی قدرت کے عمل سے بن باپ کے پیدا ہوئے تھے اور تقویت پہنچا دی گویا اس پر سونے پر سہاگہ کی مثال چسپاں ہو گئی۔ اب قرآن حکیم کی آیات سے غلط استدلال کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کو ماننے والوں کی تعداد تو دنیا میں کم ہو گئی مگر اللہ کا بیٹا ماننے والوں (باقی صفحہ ۲۰)

Marfat.com

بتلایا گیا ہے کہ حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ میں اللہ نے پاکیزگی کی رُوح پھونکی یعنی نہ تو حضرت مریمؑ نے بدکاری کی اور نہ حضرت مسیحؑ ناجائز طور پر پیدا ہوئے گویا یہودیوں کے اس اعتراض کی کہ زنا کی وجہ سے دونوں میں شیطان کی طرف سے روح تھی تردید کر کے حضرت مریمؑ کی پاکدامنی اور راستبازی اور نیکوکاری کا اعلان کیا گیا۔ ذیل کی آیات بھی اس پر شاہد ہیں۔ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ ۚ اَلْقٰھَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ (النساء ع ۲۳) مسیحؑ عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کا رسول ہے اور اس کی پیشگوئی ہے جو اس نے مریمؑ کی طرف القا کی اور اس کی طرف سے روح ہے (۴-۱۷۱)

یہودی حضرت مریمؑ پر زنا کا الزام لگاتے تھے اور زنا کی اولاد کو بوجہ تقدیس

بقیہ حاشیہ صـ۱۹ : کہ حضرت مسیحؑ ناجائز حمل سے پیدا ہوئے کیونکہ انہوں نے حضرت مریم کے حمل کے متعلق کبھی بھی "چھپا لے" کا لفظ استعمال نہیں کیا جیسا کہ یہوداہ کی بہو تمر کے لئے استعمال کیا گیا تھا (پیدائش ۳۸-۲۴) تب ہی تو انہوں نے ان کی زندگی میں انہیں یوسف کا بیٹا کہہ کر پکارا جو حضرت مریمؑ کا شوہر تھا (متی ۱-۱۶) اور وہ اس کی بیوی تھی (متی ۱-۲۰) اسی طرح اُس وقت عیسائیوں کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا اور حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے لہذا وہ خدا کا بیٹا کیونکہ حضرت مسیحؑ کے اپنے وطن والوں کی گواہی اس کے باپ کے متعلق نہایت معتبر تھی جن کی گواہی کی موجودگی میں ایسا عقیدہ رکھنا ناممکن تھا۔ باقی بر صـ۲۱

بقیہ حاشیہ دو حاشیہ صـ۱۹ : کی تعداد سب سے بڑھ گئی اس کا سبب یہ ہے کہ حق کی اشاعت نہیں کی گئی۔ لہذا کذب دنیا میں پھیل گیا۔ چنانچہ اب مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ اس مسئلہ کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے حالانکہ عیسائی اس مسئلہ کو لے کر دیانی بر صـ۲۱

ذات باری اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا اسی لئے مذکورہ بالا آیت سے یہ بتلایا گیا حضرت مسیحؑ جائز تعلق سے ہے ناجائز تعلق سے نہیں۔ گویا ایک ناپاک خیال کی تردید کے لئے مسیحؑ کی روح کو اپنی طرف منسوب کیا۔ ورنہ روح تو سب میں خدا ہی ڈالتا ہے۔ ہر جاندار کی روح اس پر گواہ ہے۔

علاوہ یہودیوں کی تردید کے عیسائیوں کے اس غلط عقیدے کی بھی کہ مسیحؑ خدا تھا یہ کہہ کر تردید کی گئی کہ اس میں روح تو اللہ نے ڈالی۔ لہٰذا وہ خدا نہ تھا۔ بلکہ مخلوق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے لئے روح اللہ کے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے بلکہ اللہ کی طرف سے روح کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران ع ۵) اور جب فرشتوں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ ۱۔ اگر حضرت مسیحؑ کی پیدائش پر ہی یہودیوں کا یہ بہتان ہوتا کہ وہ ناجائز حمل سے پیدا ہوئے تو پھر اس کی تردید بھی ضرور مقدس انجیل میں ہونی چاہئے تھی کیونکہ یہ خدا کی شان سے بعید ہے کہ ایک نبی کی والدہ پر بہتان باندھا جائے مگر اللہ تعالیٰ اس نبی کی زندگی میں تو اس کی کوئی تردید نہ کرے اور نہ ہی اس کی والدہ کو بہتان سے پاک ٹھہرائے حالانکہ اس کے بیٹے کو نبی بنا کر اس پر کتاب بھی نازل کر دے اور پھر سو سال کی خاموشی کے بعد قرآن مجید میں اس کی تردید کرنی شروع کر دے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۲۰ ۱۔ دنیا بھر میں گمراہی پھیلا رہے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں نہ تو اپنے دین کے پھیلانے کی تڑپ ہے اور نہ عیسائیوں کے باطل عقائد کی تردید کرنے کا جذبہ گویا ایک مردہ قوم ہے۔ حالانکہ رسول اللہ نے تبلیغ کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے

Marfat.com

نے کہا اے مریمؑ اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور تجھے پاک بنایا ہے اور قوموں کی عورتوں میں سے تجھے چُن لیا ہے (۳-۴۱) بلاشبہ حضرت مریمؑ نیکو کاری کی وجہ سے چنی گئیں اور ایمان کی وجہ سے کفر اور شرک سے پاک ٹھہرائی گئیں یہی وجہ ہے کہ انہیں پاک لڑکے کی خوشخبری دی گئی یہ آیت اس پر گواہ ہے قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ (مریم ع ۲) "اُس نے کہا میں صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا (کی خوشخبری) دوں (۱۹-۱۹) اس آیت سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ لڑکا جائز حمل سے پیدا ہوگا۔ کیونکہ حضرت مریمؑ کا یہ قول بھی ہے وَلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝ (مریم ع ۲) اور نہ میں بدکار رہوں* (۱۹-۲۰) ناجائز حمل کی تردید کرنا ہی صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت مسیحؑ جائز حمل سے پیدا ہوئے یہ آیت اس پر شاہد ہے فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ (مریم ع ۲) "پھر (مریمؑ نے) اُسے حمل میں لیا اور اُس کے ساتھ الگ ہو کر دُور چلی گئی (۱۹-۲۲) حضرت مریمؑ کا بچے کو حمل میں لینا صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ کنواری نہ رہیں۔ اور نہ ہی خوشخبری میں یہ کہا گیا تھا کہ لڑکا کنوارپن کی حالت میں ہی پیدا ہوگا۔ یا بغیر باپ کے پیدا ہوگا۔ بلاشبہ حضرت مریمؑ لڑکے کی خوشخبری پانے پر کنواری تھیں بعد ازاں نکاح کر کے جائز طور پر لڑکے کو حمل میں لیا تاکہ اُن کی ماں کی بددعا

* یہ الفاظ انجیلی خوشخبری میں نہیں ہیں۔

Marfat.com

پوری ہو کر رہے وَاِنِّیْ سَمَّیْتُھَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (آل عمران ۴) اور میں نے اس کا نام مریمؑ رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں (۳-۳۴-۳۵) اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت عمران کی بیوی نے اپنی لڑکی کے لئے یہ دعا مانگی تھی۔ اس وقت ان کا یہ خیال نہ تھا کہ حضرت مریمؑ ساری عمر کنواری رہیگی۔ بلکہ یہ منشا تھا۔ کہ اس کی شادی ہوگی۔ اور اس کے ہاں بچے پیدا ہوں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اور حضرت مریمؑ کی شادی ہوئی اور اس کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ کے چار بھائی اور دو بہنیں پیدا ہوئیں یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ (آل عمران ع ۵) "اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کر اور سجدہ کر۔ اور جھک جانے والوں کے ساتھ جھک جا (۳-۴۲) اس آیت میں حضرت مریمؑ کو اللہ کی فرمانبرداری کرنے اور نماز قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ وہ اپنے رب کی فرمانبردار تھیں جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ (۶) وَصَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّھَا وَکُتُبِہٖ وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ (تحریم ع ۲) اور اس (مریمؑ) نے اپنے رب کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی (۶۶-۱۲) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ اللہ کی فرمانبردار تھیں

Marfat.com

اب جو شخص اُن پر تہمت بد لگا وے یہ اُس کی اپنی کمینگی۔ نالائقی اور شرارت ہے کیونکہ اللہ کا فرمانبردار ہمیشہ بدکاری سے بچا رہتا ہے اور کبھی بھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتا (۷) وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ (المائدۃ ع ۱۹) اور اُس (حضرت مسیحؑ) کی ماں صدیقہ تھی اور وہ دونوں کھایا کھانا کرتے تھے (۵-۷۵) یہ آیت صاف ثابت کرتی ہے کہ حضرت مریمؑ راستباز تھیں ایسا شخص کبھی بھی بدکاری کے نزدیک نہیں جاتا۔ ماں اور بیٹا بشر ہونے کی وجہ سے کھانا کھایا کرتے تھے۔ اب نہیں کھاتے کیونکہ دونوں ہی وفات پا گئے۔ اور جو وفات پا جائے وہ پھر دنیا میں واپس نہیں آتا۔

دوسرا الزام۔ حضرت مسیحؑ قتل کر دیئے گئے جیسا کہ یہودیوں کا دعویٰ ہے وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ (النساء ع ۲۲) اور اُن کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیحؑ عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر دیا (۴-۱۵۶) جس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ جھوٹا نبی تھا۔ جو قطعاً غلط ہے کیونکہ حضرت مسیحؑ قتل نہیں کئے گئے اور نہ ہی اُن کی ٹانگیں توڑی گئیں یہی سبب ہے کہ وہ قتل کی موت سے بھی بچ گئے جیسا کہ عیسائیوں کے گیارھواں افترا کی تردید میں ثابت کیا گیا ہے اُس پر غور فرمایئے

تیسرا الزام۔ حضرت مسیحؑ صلیب پر مرنے کی وجہ سے ملعون ہوئے اس کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے "کیونکہ وہ جو پھانسی دیا

Marfat.com

جاتا ہے خدا کا ملعون ہے (استثنا ۲۱ - ۲۳) یہ الفاظ مقدس بائبل کے تمام انگریزی تراجم میں بریکٹس کے اندر رکھے ہوئے ہیں جن کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ الفاظ خدا کے نہیں ہیں بلکہ انسان کے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے الفاظ کو بریکٹس میں نہیں رکھتا اس کے ثبوت میں انجیل شریف کی یہ آیت جس میں بریکٹس دیئے گئے ہیں پیش کی جاتی ہے "جب یسوع خود تعلیم دینے لگا تو برس تیس ایک کا تھا اور (جیسا کہ سمجھا جاتا تھا) یوسف کا بیٹا تھا۔ (لوقا ۳ - ۲۳) حقیقتاً یہ الفاظ جو بریکٹس کے اندر رکھے ہوئے ہیں ابتدا میں نہ تھے مگر بعد ازاں اپنا مطلب نکالنے کے لئے زائد کئے ہیں تاکہ حضرت مسیحؑ کو خواہ مخواہ لعنتی ٹھہرایا جائے ورنہ تمام بائبل میں کسی اور مصلوب کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے ساتھ یہودیوں کی

لہ دراصل یہ الفاظ بھی حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کی وفات کے بعد اُس وقت زائد کئے گئے تھے جب عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کیا تھا۔ تاکہ لوگوں کے دلوں میں یہ شک پڑ جائے کہ درحقیقت وہ یوسف کا بیٹا نہ تھا ورنہ خدا کا اپنی کلام میں بریکٹس رکھنے کے کوئی معنے نہیں ہو سکتے کیونکہ ماں کو تو حضرت مسیحؑ کے باپ کے متعلق کوئی شک نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ یوسف ان کا سوتیلا باپ تھا تو پھر اس کے یہ معنی ہوئے کہ حضرت مریم نے پہلے بھی کوئی خاوند کیا تھا۔ جس سے حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے تھے بہرحال حضرت مسیح کے باپ کا ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

خاص دشمنی تھی۔ کیونکہ عام طور پر وہ اپنے وعظ میں ان کی بدکاریوں کی وجہ سے انہیں لعنت اور ملامت ہی کرتے تھے یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ اے سانپ کے بچو! تم برے ہو کر کیونکر اچھی باتیں کہہ سکتے ہو (متی ۱۲-۳۴) بلاشبہ حضرت مسیحؑ صلیب کی موت سے لعنتی نہیں ہوئے کیونکہ جب وہ اُتار لے گئے تھے تو بھالا مارنے پر ان کی پسلی سے خون اور پانی نکلا تھا جو اس بات کی علامت تھی کہ وہ زندہ تھے نہ کہ مردہ جس پر مفصل بحث عیسائیوں کے گیارہویں افترا کے ماتحت کی گئی ہے۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہودی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے

باب دوسرا۔ حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق عیسائیوں کے مبالغہ آمیز اعتقادات کی تردید

دراصل دوسری صدی عیسوی تک یہودیوں کی طرح عیسائی بھی حضرت مسیحؑ کو یوسف بڑھئی کا ہی بیٹا کہتے رہے جس کے ثبوت میں انجیل شریف کی مندرجہ ذیل آیات پیش کی جاتی ہیں۔ (۱) اور یعقوبؑ سے یوسفؑ پیدا ہوا۔ یہ اُس مریمؑ کا شوہر تھا جس سے یسوعؑ پیدا ہوا جو مسیحؑ کہلاتا ہے۔ (متی ۱-۱۶) (۲) کیا یہ وہی بڑھئی نہیں جو مریمؑ کا بیٹا اور یعقوب اور یوسیس اور یہوداہ اور شمعون کا بھائی ہے؟ اور کیا اُس کی بہنیں یہاں ہمارے ہاں نہیں؟ پس انہوں نے اُس کے سبب سے ٹھوکر کھائی۔

Marfat.com

(مرقس ۶ - ۳ و ۴) (۳) پھر اُس کی ماں اور اُس کے بھائی آئے۔ اور باہر کھڑے ہو کر اُسے بکوا بھیجا (مرقس ۳ - ۳۱) اگر حضرت مسیح کے مذکورہ بالا بھائی اور بہنیں بھی روح القدس کی قدرت کے حمل سے پیدا ہوئے تھے تو پھر اُنہیں کس واسطے خدا کے بیٹے اور بیٹیاں نہیں کہا کہا جاتا؟ اگر وہ اس طور پہ پیدا نہیں ہوئے تھے تو پھر ان کا باپ کون تھا؟ (۴) اور اُس کا باپ اور اُس کی ماں ان باتوں پہ جو اُس کے حق میں کہی جاتی تھیں تعجب کرتے تھے (لوقا ۲ - ۳۳) (۵) اُسکے ماں باپ ہر برس عید فسح پر یروشلم کو جایا کرتے تھے ۰ اور جب وہ بارہ برس کا ہُوا تو وہ عید کے دستور کے موافق یروشلم کو گئے ۰ جب وہ اُن دنوں کو پورا کر کے لوٹے تو وہ لڑکا یسوع یروشلم میں رہ گیا۔ اور اس کے ماں باپ کو خبر نہ ہوئی ۰ مگر یہ سمجھ کر کہ وہ قافلے میں ہے ایک منزل نکل گئے اور اسے اپنے رشتہ داروں اور جان پہچانوں میں ڈھونڈنے لگے ۰ جب نہ ملا تو اسے ڈھونڈتے ہوئے یروشلم تک واپس گئے ۰ اور تین روز پیچھے ایسا ہُوا کہ انہوں نے اُسے ہیکل میں استادوں کے بیچ میں بیٹھے اُن کی سنتے اور اُن سے سوال کرتے ہوئے پایا ۰ اور جتنے اُس کی سُن رہے تھے اس کی سمجھ اور اس کے جوابوں سے دنگ تھے ۰ وہ اُسے دیکھ کر حیران ہوئے اور اس کی ماں نے اس سے کہا۔ بیٹا!

Marfat.com

تُو نے کیوں ہم سے ایسا کیا؟ دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہُوئے تجھے ڈھونڈتے تھے (لوقا ۲-۴۱ تا ۴۸) باپ کے متعلق ماں کی گواہی سے بڑھ کر اور گواہی نہیں ہو سکتی اگر حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے ہی پیدا ہوئے تھے تو پھر اُس کے ماں باپ لکھنے کی کیا ضرورت تھی صاف ظاہر ہے کہ اس وقت عیسائیوں کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ حضرت مریمؑ کو رُوح القدس کی قدرت سے حمل ہوا۔ اور حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہُوئے لہٰذا وہ خدا کا بیٹا۔ کیونکہ ماں کی گواہی کی موجودگی میں یہ عقیدہ رکھنا ناممکن تھا (۶) وہ رُوح کی ہدائیت سے ہیکل میں آیا (اور جس وقت ماں باپ اس لڑکے یسُوعؑ کو اندر لائے تاکہ اس کے لئے شریعت کے دستور پر عمل کریں (لوقا ۲-۲۷) (۵) فلپُس نے نتن ایل سے مل کر اُس سے کہا کہ جس کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وُہ ہم کو مل گیا۔ وہ یُوسف کا بیٹا یسُوعؑ ناصری ہے (یوحنا ۱-۴۵) مذکورہ بالا آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے زمانہ کے سب لوگ اور خود حواری بھی جانتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ حضرت مسیحؑ اپنے باپ یوسف کے تخم سے پیدا ہوئے ہیں۔ نہ کہ بغیر باپ کے کیونکہ جو بچہ حمل سے پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کو بلا باپ ماننا سراسر حماقت اور جہالت ہے کیونکہ اس کا باپ

Marfat.com

وہی ہوتا ہے جس نے اُس کی ماں کو حمل کیا اب ایسے بیّن دلائل کی موجودگی میں حضرت مسیحؑ کا باپ نہ ماننا نہ صرف مندرجہ بالا آیات کو جھٹلانا ہے بلکہ مقدس انجیل کی تعلیم کو بدل دینا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک لمبا زمانہ یعنی عرصہ دراز گذرنے کے بعد جب عیسائیوں نے یہ دیکھا کہ حضرت مسیحؑ کو یوسف بڑھئی کا بیٹا ٹھہرانے میں اُن کے مذہب کی کوئی اشاعت نہیں ہو سکتی[1] تو پھر انہوں نے یونانیوں کے عقائد کی نقل کر کے[2] یہ کہنا شروع کیا کہ مسیحؑ خدا کا بیٹا اور اُسی کے ساتھ یہ قرار دیا کہ وہ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے تاکہ یونانیوں میں اشاعت عیسوی آسانی سے ہو سکے کیونکہ اُن میں ایک عام خیال

---

[1] چنانچہ اب بھی عیسائی حضرت مسیحؑ کو یوسف بڑھئی کا بیٹا کہہ کر دیکھ لیں کہ اُن کے مذہب کی کوئی اشاعت نہیں ہوگی خدا جانے مسلمانوں کا انجیل سے یہ ثابت کر دینے سے کہ حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا نہ تھا بلکہ یوسف نجار کا ہی بیٹا تھا۔ کیا بگڑ جاتا ہے دراصل اہل اسلام دینی اور دنیاوی سیاست کے نام سے ہی ناآشنا ہیں اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ عیسائیت کے مقابلے پر اسلام کو کن دلائل کے ساتھ فوقیت دی جا سکتی ہے۔

[2] گویا عیسائیوں نے یونانیوں کے عقائد کی نقل کر کے اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق ٹھہرایا وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ (التوبہ ع ۵) "اور یہودی کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا اور عیسائی کہتے ہیں مسیحؑ اللہ کا بیٹا ہے یہ اُن کے منہ کی باتیں ہیں یہ ان کی بات کی نقل کرتے ہیں۔ جو پہلے کافر ہوتے اللہ اُن کو ہلاک کرے کہاں سے الٹے پھرے جاتے ہیں۔"

Marfat.com

تھا کہ نہایت مقدّس اور بزرگ شخص کو خدا کا بیٹا کہتے تھے چنانچہ ہرکیولیس ڈیلس کوری۔ رامیوس۔ فیناغورث۔ افلاطون۔ سقراط ان سب کو یونانی اسی لقب سے پکارتے تھے ان کے بالمقابل عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا جس کے ثبوت میں یہ کہہ دیا کہ حضرت مریمؑ کنواری کو بغیر خاوند کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح شدہ عیسائی مذہب نہ صرف یونان میں بلکہ یورپ بھر میں پھیل گیا اور اب اسی کو دنیا بھر میں پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حالانکہ رُوح القدس عورت کو حمل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ انسانی جنس سے نہ ہونے کی وجہ سے اُس میں قوّتِ رجولیّت نہیں ہوتی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹:۔ کے پھٹ جانے اور زمین کے شق ہو جانے کی دھمکی دیتا دیتا ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۝ (مریم ع ۶) "اور کہتے ہیں رحمٰن نے بیٹا بنایا یقیناً تم ایک خطرناک بات کر گذرے۔ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں کہ وہ رحمٰن کے لئے بیٹے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور رحمٰن کو تو شایان نہیں کہ وہ بیٹا بنائے (۱۹-۸۸ تا ۹۲) اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہی حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے حمل کر دیا تھا تو پھر اتنا ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ چنانچہ مشہور مثال ہے "خود کردہ را علاجے نیست" اور اصل اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کی یہ وجہ ہے کہ حضرت مریمؑ کے حمل کو اس (باقی بر صفحہ ۳۱)

Marfat.com

عیسائیوں کا پہلا افترا۔ حضرت مریمؑ کا تمام عمر کنواری رہنا

خدا جانے عیسائی یہ عقیدہ کیوں رکھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ تمام عمر کنواری رہیں۔ حالانکہ اُن کے لئے انجیل شریف میں نہ صرف منگیتر بلکہ بیوی کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے" اے یوسف ابن داؤد! اپنی بیوی مریمؑ کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر (متی ۱-۲۰) بلا شبہ دنیا بھر کی عورتوں کو جب پہلا حمل ہوتا ہے۔ تو وہ کنواری ہی ہوتی ہیں۔ اس میں حضرت مریمؑ کی کوئی خصوصیت نہیں اللہ کے فضل و کرم سے وہ سات بچوں کی ماں تھیں ایسی حالت میں اُن کو کنواری کہہ کر پکارنا کوئی عقلمندی نہیں۔ بلکہ سراسر جہالت کا نشان ہے علاوہ ازیں حضرت مریمؑ کا تمام عمر کنواری رہنا نہ صرف فطرت عقل اور مذہب کے بھی خلاف ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ پھر اُس (خدا) نے عورت سے کہا کہ میں تیرے درد حمل کو بہت بڑھاؤں گا۔ تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی۔ اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔ (پیدائش ۳-۱۶) در اصل حضرت مریمؑ کے متعلق تمام عمر کنواری رہنے کا افترا صرف اس لئے باندھا جاتا ہے: تاکہ اس کے حمل کو روح القدس کی طرف منسوب کر کے حضرت

بقیہ حاشیہ۔ صفحہ ۱۳۰ کے خاوند یوسف کی طرف منسوب کرنے کی بجائے روح القدس اور اللہ کی ذات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جو سراسر افترا ہے۔

Marfat.com

مسیحؑ کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا جائے علاوہ ازیں اکثر عیسائی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش کے بعد حضرت مریمؑ نے یوسف بڑھئی سے شادی کی اور اس سے کئی لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں جس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے بھائیوں اور بہنوں کے لئے کیوں نہ روح القدس نے حضرت مریم کو حمل کیا؟ کیا اس وقت وہ کمزور پڑ گیا تھا؟ جو حضرت مریمؑ کو نکاح کرنے کی ضرورت پڑ گئی

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مریم نے شادی نہیں کی تو پھر عیسائی عورتوں کو بھی شادی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ ایک شخص کو اپنا بزرگ اور رہبر ماننا مگر اس کے نمونہ پر عمل نہ کرنا کوئی دانائی کی بات نہیں

عیسائیوں کا دوسرا افترا: حضرت مریمؑ کنواری کا بغیر خاوند کے روح القدس کی قدرت سے حاملہ ہو جانا۔

عام طور پر عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ تمام عمر کنواری رہی اور اسے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا اور حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے لہٰذا وہ خدا کا بیٹا جس کی بنیاد وہ انجیل شریف کی اس آیت پر رکھتے ہیں "اب یسوعؑ مسیحؑ کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریمؑ کی منگنی[1] یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے

---

[1] حقیقتاً لڑکے کی خوشخبری دینے سے پہلے ہی حضرت مریمؑ کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو چکی تھی مقدس انجیل کی یہ آیات اس پر گواہ ہیں (باقی بر صفحہ ۳۳)

Marfat.com

اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی (متی ۱-۱۸) جس پر مندرجہ ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں

پہلا اعتراض:۔ کیا خاوند بیوی کی ہم بستری کے وقت لوگ انہیں دیکھا کرتے ہیں؟ یقیناً ایسی نازک اور نجی حالت کو کوئی شخص نہیں دیکھتا تو پھر یوسف اور مریم یعنی خاوند اور بیوی کی وفات کے کئی سال بعد متی کی انجیل لکھنے والے کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی عقلمند حضرات کے لئے غور کرنے کا موقع ہے۔ اب یہ الفاظ جو نہ تو خدا نے لیے اور نہ فرشتہ نے سوائے متی کی انجیل کے اور کسی کتاب میں نہیں پائے جاتے

بقیہ حاشیہ ص۳۲ ——— "چھٹے مہینے میں جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا ۵ جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا ۶ اور فرشتہ نے اس کے پاس اندر آ کے کہا سلام تجھ کو جس پر فضل ہوا ہے! خداوند تیرے ساتھ ہے ۷ وہ اس کلام سے بہت گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے ۸ فرشتہ نے اس سے کہا۔ اے مریم خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے ۹ اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اس کا نام یسوع رکھنا ۱۰ وہ بزرگ ہوگا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دے گا ۱۱ اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا۔ اور اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا ۱۲ مریم نے فرشتے سے کہا یہ کیونکر ہوگا۔ جس حال میں کہ میں مرد کو نہیں جانتی ۱۳ اور فرشتہ نے (باقی بر ص۳۴)

Marfat.com

جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے الفاظ بعد ازاں اس غرض سے زائد کئے گئے تھے تاکہ حضرت مسیحؑ کا کنواری سے پیدا ہونا ثابت کر کے اسے خدا کا بیٹا ٹھہرایا جائے مگر افسوس متی کی انجیل کا مصنف یہ وجہ بیان نہ کر سکا کہ یوسف اور مریمؑ کے درمیان کونسی ایسی رکاوٹ تھی کہ خاوند اپنی بیوی سے [illegible] بجائے آخر نکاح یعنی منگنی کیوں کی گئی تھی اور کس واسطے یوسف نجار کو حضرت مریمؑ کا خاوند قرار دیا گیا تھا؟ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے "اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا یہ اس مریمؑ کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے" (متی ۱-۱۶) ناظرین اس بات کو بخوبی ذہن نشین کر لیں کہ یوسف قبل نکاح حضرت مریمؑ کا قریبی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳ :- جواب میں اس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے وہ پاکیزہ جو پیدا ہونے والا ہے خدا کا بیٹا کہلائے گا۔ (لوقا ۱-۲۶ تا ۳۵) بلا شبہ اس خوشخبری میں یہ ہرگز نہیں کہا گیا کہ لڑکا کنواری کی حالت میں پیدا ہوگا اور نہ ہی یہ کہا گیا کہ لڑکا بغیر خاوند کے ہوگا اور نہ ہی لڑکے کے پیدا ہونے کی کوئی میعاد مقرر کی گئی۔ بلکہ ان الفاظ "روح القدس تجھ پر نازل ہوگا" سے یہ مراد ہے کہ تمہیں نیک خاوند ملے گا چنانچہ اس بات کو خود حواری حضرت عیسیٰ کے اور تمام عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کا خطبہ یوسف سے ہوا تھا یہودیوں کے ہاں خطبہ کا یہ دستور تھا جیسے کہ کیتھولک انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ شوہر اور زوجہ میں اقرار ہو جاتا تھا کہ اس قدر میعاد کے بعد شادی کریں گے یہ اقرار یا تو ایک باقاعدہ تحریر یا معاہدہ کے ذریعہ سے رہا تی برحد

رشتہ دار تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ بہ حیثیت بہن بھائی کے پہلے بھی ملتے تھے تو پھر نکاح کے بعد خاوند اور بیوی ہونے کی حیثیت میں کیوں نہ اُن کا آپس میں میل جول اور ملاپ ہو۔

دوسرا اعتراض۔ متی کی انجیل کے یہ الفاظ "اُن کے اکٹھے ہونے سے پہلے روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔" خدائی وعدہ کے قطعاً خلاف ہیں کیونکہ حضرت مسیحؑ کو تو صلیب کی رُو یعنی نطفہ سے پیدا کرنے کا وعدہ تھا جیسا کہ اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے "پس بنی ہو کر اور یہ جان کر کہ خدا نے مجھ سے قسم کھائی ہے کہ تیری نسل سے جسم کی رو سے مسیحؑ کو تیرے تخت پر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ دو گواہوں کی موجودگی میں ہو جاتا تھا۔ یہ معاہدہ حقیقت میں عقد نکاح تھا صرف زوجہ کا گھر میں لانا باقی رہ جاتا تھا یہود یوں کے ہاں اس رسم کے ادا ہونے کے بعد مرد اور عورت باہم شوہر اور زوجہ ہو جاتے تھے اور پھر بجز اس کے کہ زوجہ اپنے شوہر کے گھر رہنے کو اس مدت کے بعد بھیج دی جائے اور کوئی رسم جس پر جواز تزویج منحصر ہو عمل میں نہیں آتی تھی یہاں تک کہ اگر بعد اس رسم کے اور قبل رخصت کرنے کے ان دونوں میں اولاد پیدا ہو تو وہ ناجائز اولاد تصور نہیں ہوتی تھی بلکہ بے گناہ شرعی اولاد جائز تصور ہوتی تھی امر مذکورہ کا ثبوت کیٹو سیکلو پیڈیا سے بھی ظاہر ہوتا ہے اس میں لکھا ہے کہ جب یہ معاہدہ شادی کا یہود یوں میں ہو جاتا تھا۔ تو زن و مرد ایک دوسرے کے دیکھنے کے مجاز ہوتے تھے جس کی ان کو پہلے اجازت نہیں ہوتی تھی اسی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ ایک نسبت شدہ باکرہ (باقی بر ۳۶)

بھٹاؤں گا (اعمال ۲-۳۰) حضرت داؤدؑ نبی کے یہ الفاظ متی کے الفاظ سے زیادہ معتبر ہیں کیونکہ وہ نبی نہ تھا لہٰذا اُس کے مذکورہ بالا الفاظ قابل اعتبار نہیں کیونکہ ایک تو ان سے مقدس انجیل میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے گویا حضرت داؤدؑ نبی کے الفاظ کو جھٹلانا پڑتا ہے دوسرے روح القدس کو یہ کوئی حق نہیں کہ حضرت مریمؑ کو اس کے خاوند کی موجودگی میں حمل کرے جبکہ وہ نامرد بھی نہ تھا تیسرے حضرت مریمؑ نے اپنی تمام زندگی میں کبھی یہ نہیں کہا کہ اُسے روح القدس کی قدرت سے بغیر خاوند کے حمل ہوا۔ چوتھے حضرت مسیحؑ نے اپنی زندگی بھر میں کبھی بھی اپنے آپ کو ابن روح القدس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ ۔ کے بطن سے خدا نے اپنے بیٹے کے پیدا ہونے میں یہ حکمتیں رکھی ہیں اوّل یہ کہ اُن پر غیر مشروع اولاد ہونے کا طعنہ عائد نہ ہو۔ دوم یہ کہ اُن کے والدین موافق یہودی شریعت کے سزا کے مستوجب نہ ہوں۔ سوم یہ کہ یوسف کے نسب نامہ سے جن کی رشتہ دار مریمؑ تھیں۔ مریمؑ کا نسب نامہ ظاہر ہو جائے۔ چہارم یہ کہ حضرت مسیحؑ کا ایام طفولیت میں کوئی مربی اور سرپرست ہو ان تمام بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں نے نعوذ باللہ حضرت مریمؑ پر جو بہتان باندھا تھا وہ یوسف کے ساتھ نہیں باندھا تھا۔ بلکہ پنتھرا ڈالی کے ساتھ منسوب کیا تھا کیونکہ یوسف ان کے شرعی شوہر ہو چکے تھے لیں کوئی وجہ اس بات کے خیال کرنے کی نہیں ہے کہ یوسف فی الواقع حضرت مسیحؑ کے باپ نہ تھے جبکہ ماں بھی اپنے خاوند یوسف کو ان کا باپ ٹھہراتی ہے دراصل متی کے ان الفاظ سے تو ان (یوسف اور مریمؑ) کے اکٹھے (باقی بر صفحہ ۳۷

کہہ کر نہیں پکارا۔ کیونکہ وہ اس کے حمل سے پیدا نہیں ہوئے تھے
پانچویں دنیا کی کوئی عدالت بھی روح القدس کے حمل کو جائز قرار
نہیں دیتی بلکہ ایسی عورت کو زنا کی سزا کے قابل سمجھتی ہے۔
کیونکہ روح القدس انسانی جنس سے نہ ہونے کی وجہ سے کسی
عورت کو حمل نہیں کر سکتا پس حضرت عیسیٰ مسیح کی نسبت جو پیشگوئی
تھی کہ وہ داؤد کی نسل میں سے ہوں گے۔ کسی طرح ماں کی طرف
منسوب نہیں ہو سکتی کیونکہ بموجب اس پیشگوئی کے ضرور ہے
کہ حضرت عیسیٰ مسیح ایسے باپ کی اولاد ہو جو داؤد کی نسل سے ہو

تیسرا اعتراض ۔ اگر حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے روح القدس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶ :- ہونے سے پہلے وہ (مریمؑ) روح القدس کی قدرت
سے پائی گئی" کا صاف مطلب یہ ہے کہ خاوند کے گھر میں اٹھنے ہونے سے پہلے
گویا نجی حالات کے ماتحت حضرت مریمؑ اپنے والدین کے گھر میں ہی اپنے خاوند
یوسف سے حاملہ ہو چکی تھیں چونکہ عام رسم کے خلاف اس طور سے حاملہ ہو
جانے کو معیوب سمجھا جاتا تھا اس لئے یوسف اپنی بیوی کو اپنے گھر میں لانے سے
ڈرتا تھا کیونکہ بائبل میں لکھا ہے "اگر کوئی مرد کوئی عورت لے کے اس سے
بیاہ کرے اور بعد میں اس کے ایسا ہو کہ وہ اس کی نگاہ میں عزیز نہ ہو اس
سبب سے کہ اس نے اس میں کچھ پلید بات پائی تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ
کے اس کے ہاتھ دے اور اسے اپنے گھر سے باہر کرے (استثنا ۲۴-۱)
چنانچہ یوسف نے جب یہ دیکھا کہ حضرت مریمؑ اپنے خاوند کے گھر میں جانے
سے پہلے ہی حاملہ ہو چکی ہے تو اس نے ایسے حمل کو پاک (باقی بر صفحہ ۳۸)

Marfat.com

کی قدرت سے ہی حمل ہو گیا تو پھر اس نے حضرت مسیحؑ کو یوسف کا بیٹا کیوں ٹھہرایا؟ یہ حضرت مریمؑ کی شان کے شایان نہیں۔ کہ حمل تو روح القدس سے لے لے مگر مسیحؑ کا باپ یوسف کو ٹھہرائے اب ماں کے الفاظ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کے اقوال کو ماننا سراسر جہالت اور کم عقلی کا نشان ہے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ کے حمل کو روح القدس کی طرف منسوب کر کے حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو بغیر باپ کے ماننا سراسر افترا ہے۔

چوتھا اعتراض۔ بلاشبہ حمل کا ہو جانا خاوند اور بیوی کی خواہش پر ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اس کا انحصار خدا کی قدرت پر رکھا گیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷ نہ سمجھا اور اس کے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا مگر فرشتہ نے خواب میں دکھلائی دے کر اُسے کہا کہ یہ حمل جائز ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔" پس اُس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور اُسے بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا اُسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا وہ اِن باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اُسے خواب میں دکھائی دے کر کہا۔ اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریمؑ کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اُس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے (متی ۱-۱۹، ۲۰) اِن آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت مریمؑ حاملہ پائی گئی تھیں۔ تو اُس وقت وہ اپنے خاوند کے گھر میں نہ تھیں چنانچہ یوسف فرشتہ کے کہنے کے مطابق اسے اپنے گھر میں لے آیا" پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا ہی کیا جیسا خداوند کے فرشتہ نے اسے حکم دیا تھا (باقی بر صفحہ ۳۹)

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ دنیا بھر کی عورتوں کو روح القدس کی قدرت سے حمل ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب کبھی نہیں ہوتا کہ ان کے خاوند نہیں ہوتے بطور مثال حضرت مریمؑ کا خاوند اس کے حاملہ ہو جانے سے پہلے ہی موجود تھا ایسی حالت میں کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ اس کے حمل کو اس کے خاوند یوسف کی طرف منسوب نہ کیا جائے اور حضرت مسیح کو یوسف کا بیٹا نہ کہا جائے جبکہ [illegible] کوئی گناہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ حضرت مسیح بھی اپنے آپ کو [illegible] ہی کہتے تھے۔

پانچواں اعتراض - اگر حضرت مسیح روح القدس کی قدرت کے حمل سے پیدا ہوئے تھے تو پھر دوسرے لوگ کس کی قدرت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ ... اور اپنی بیوی کو اپنے ہاں لے آیا [illegible] چونکہ اسے حمل کے جائز ہونے کا یقین ہو گیا تھا اس لئے اپنی بیوی کو [illegible] دینے سے بھی باز آ گیا حقیقتاً ان الفاظ ... جو اس مریمؑ کے پیٹ میں [illegible] روح القدس کی قدرت سے ہے ... یہ مراد ہے کہ حمل جائز ہے [illegible] یوسف ایک راست باز آدمی تھا۔ ایسے لوگوں کو خدا کہا گیا ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے "میں نے کہا تم الٰہ ہو (زبور ۸۲ - ۶) صاف ظاہر ہے کہ روح القدس سے مراد یوسف ہی ہے جس کے سایہ کے ماتحت حضرت مریم کو حمل ہوا۔ جیسا کہ پیشگوئی میں کہا گیا تھا ورنہ روح القدس کا تو کوئی سایہ ہی نہیں اور نہ ہی وہ نطفہ ڈال سکتا ہے کیونکہ اس میں قوت رجولیت نہیں ہوتی دراصل اس جگہ خاوند کی حکومت کا سایہ مراد ہے جیسا کہ بائبل سے ثابت ہوتا ہے "اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف رہے گی" [illegible]

کے حمل سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ خدا کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوا تھا تو کیا حضرت آدم اور دیگر انبیاء علیہم السلام قدرت ناقصہ سے پیدا ہوئے تھے؟ علاوہ ازیں ملک صدق کو جو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کر دیا تھا (عبرانیوں ۷-۳) وہ کونسی قدرت تھی

چھٹا اعتراض۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت مریمؑ کو اس کا خاوند یوسف حمل نہ کرے۔ جبکہ موسوی شریعت میں کنواری منگیتر کو بھی خاوند کی بیوی قرار دیا گیا ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے "اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پاکر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹:- ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا (پیدائش ۳-۱۶) علاوہ ازیں لڑکے کی خوشخبری کے ساتھ ہی حضرت مریمؑ کو یہ خوشخبری بھی دی گئی تھی کہ خداوند خدا یسوعؑ کو اس کے باپ داؤد کا تخت دے گا اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا۔ اور اس کی بادشاہی آخر نہ ہو گی جو حضرت مسیحؑ کی زندگی میں کبھی پوری نہ ہوتی یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ "یسوعؑ نے جواب دیا کہ میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں اگر میری بادشاہی دنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالہ نہ کیا جاتا" (یوحنا ۱۸-۳۶) اسی طرح پیشگوئی کے یہ الفاظ "وہ خدا کا بیٹا کہلائے گا" حضرت مسیحؑ کی زندگی میں کبھی پورے نہ ہوئے اب جو لوگ اس کو خدا کا بیٹا کہہ کر پکارتے ہیں ان پر یہ مثال "مدعی سست، اور گواہ چست" خوب صادق آتی ہے کیونکہ نہ تو خدا نے اسکو اپنا بیٹا کہہ کر پکارا (باقی بر صفحہ ۴۱)

Marfat.com

پھاٹک پر نکال لانا اور اُن کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلّائی اور مرد کو اس لئے کہ اُس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا (استثنا ۲۲ - ۲۳ و ۲۴) مقدس انجیل میں حضرت مریمؑ کے لئے نہ صرف نگیتر بلکہ بیوی کا لفظ بھی موجود ہے اور سات بچّوں کی ماں کا ہونا بھی ثابت ہے خدا جانے پھر اُسے کنواری کن معنوں میں کہا جاتا ہے عیسائی اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالتے حالانکہ جس کنواری کو پہلی بار بھی حمل ہو جائے تو پھر وہ ہرگز کنواری نہیں رہتی بلکہ بچہ پیدا ہونے پر ماں بن جاتی ہے

بقیہ حاشیہ ۱۔ اور نہ مسیح نے خود اپنے آپ کو کبھی خدا کا بیٹا کہا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہہ کر پکارتے رہے اس کے علاوہ یسعیاہ ۔ ۱۔ ۱۴ کے یہ الفاظ بھی ۔ لیکن خداوند آپ تم کو ایک نشان بخشے گا۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا پیدا ہو گا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھیگی (متی ۱ - ۲۳) بطور پیشگوئی کے حضرت مسیحؑ کی پیدائش کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں حالانکہ آجتک دنیا میں کسی کنواری نے بغیر خاوند کے ایسا بیٹا نہیں جنا جس کا نام عمانوایل رکھا گیا اور نہ ہی حضرت مسیحؑ نے کبھی اپنی زندگی میں اس نام کو اپنے لئے استعمال کیا اور نہ ماں باپ نہ پڑوسیوں نہ شاگردوں اور نہ دوسرے لوگوں نے کبھی اُنہیں اس نام سے پکارا۔ البتہ حضرت مسیحؑ کا نام یسوع رکھا گیا جیسا کہ فرشتہ نے خوشخبری میں کہا تھا۔ چنانچہ لوگ بھی اُن کو اسی نام سے پکارتے تھے

خدا جانے جب یہ مانا جاتا ہے کہ روح القدس نے حضرت مریمؑ (باقی بر صفحہ ۴۲)

* صاف نہ ہو کر سنگسار کرنا یعنی سنگسار کرنا بڑی کی تنبیہ

ساتواں اعتراض۔ رُوح القدس تو خود کوئی مادہ چیز نہیں اور نہ وہ کسی مادہ چیز کو پکڑ سکتا ہے اور نہ ہی اس میں قوّتِ مردمی ہوتی ہے کہ نطفہ ڈال سکے لہٰذا وہ حضرت مریمؑ کو حاملہ کیسے کرے یہ تو نہ صرف فطرت۔ عقل بلکہ مذہب کے بھی خلاف ہے کیونکہ قادر مطلق وہی کام کرتا ہے جو انسان نہ کر سکے یہ آیت اس پر شاہد ہے "اُس نے کہا جو انسان سے نہیں ہو سکتا وہ خدا سے ہو سکتا ہے (لوقا ۱۸ - ۲۷) جب ایک مرد آسانی سے عورت کو حاملہ کر سکتا ہے تو پھر رُوح القدس کے حمل کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور نہ عورتوں کو حمل کرنا اس کی شان کے شایان ہے چنانچہ حضرت مریمؑ سے پہلے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳ :- کو حمل کیا تو پھر حضرت مسیح کو بجائے روح القدس کا بیٹا کہنے کے خدا کا بیٹا کیوں کہا جاتا ہے یہ تو آریوں کے بنوگ کی سی بات ہے کہ حمل تو کوئی کرے اور بیٹا کسی دوسرے کا کہلاوے۔ مثلاً حمل کرنے والا تو پطرس کو ماننا مگر بیٹے کو یوحنّا کی طرف منسوب کر دینا کوئی عقل کی بات نہیں پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ بیٹے کے اوصاف نہ تو خدا سے ملتے ہیں اور نہ ہی روح القدس سے گویا باپ۔ بیٹا اور روح القدس تینوں کے صفات الگ الگ ہیں۔ جیسا کہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے باپ یعنی خدا تو خالق ہے یسعیاہ ۴۳ - ۱۵ اور بڑا ہے (یوحنا ۱۴ - ۲۸) اور سب کے اوپر ہے (افسیوں ۴ - ۶) قیامت کے دن کا جاننے والا - (مرقس ۱۳ - ۳۲) بیٹا مخلوق فرشتوں سے ادنےٰ بنایا گیا (عبرانیوں ۲ - ۹) قیامت کے دن سے ناواقف (مرقس ۱۳ - ۳۲) کھاتا پیتا اور مار کھاتا (متی ۱۱ - ۱۹) (لوقا ۲۲ - ۶۳ و ۶۴) روح القدس آگ کی طرح (اعمال ۲ - ۳) (باقی بر صفحہ ۴۴)

Marfat.com

کسی عورت کو بغیر مرد کے روح القدس کی قدرت سے حمل نہیں ہوا۔ بائبل کا پرانا عہد نامہ اس پر شاہد ہے کیونکہ یہ سراسر اللہ کے قانون کے خلاف ہے

آٹھواں اعتراض۔ حضرت مسیحؑ کے دوسرے بھائیوں اور بہنوں کے لئے کیوں نہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا۔ کیا اس وقت روح القدس کمزور ہو چکا تھا؟ اب صرف حضرت یسوع کو روح القدس کے حمل سے ماننا اور اس کے دوسرے بھائیوں اور بہنوں کو یوسف نجار کے حمل سے ماننا ہرگز مقتضائے عقل نہیں۔ حضرت مسیح کے نہ صرف بھائی بلکہ بہنیں بھی تھیں جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے "کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اس کی ماں کا نام مریمؑ اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں اور کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں (متی ۱۳-۵۵)

نانواں اعتراض۔ اگر حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے ہی روح القدس کی قدرت سے حمل ہو گیا تھا تو پھر حضرت مسیحؑ کا متی اور لوقا میں نسب نامہ کیوں دیا گیا۔ اور کس واسطے اس کے ماں اور باپ لوقا کی انجیل ۲-۴۱ میں بتلائے گئے اور کس واسطے حضرت مسیحؑ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲ جسمانی صورت میں کبوتر کی مانند (متی ۳-۱۶) حقیقت مسیحؑ کے اوصاف اس کے ماں باپ حضرت مریمؑ اور حضرت یوسف سے ملتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کی والدہ محترمہ نے انہیں یوسف کا بیٹا ٹھہرایا۔ اور حضرت مسیحؑ نے بھی اپنے آپ کو

Marfat.com

اپنی زندگی میں اپنے آپ کو ابن آدم کہہ کر پکارا۔ ناظرین اس بات کو بخوبی یاد رکھ لیں کہ یہودیوں میں نسب نامہ سوائے باپ کے ماں کی طرف کبھی منسوب نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ اُن میں اس بات کا رواج نہیں

دسواں اعتراض۔ جب روح القدس انسانی جنس سے نہیں ہے تو پھر وہ کسی عورت کو حمل کیوں کرے ہمیشہ انسان کو انسان ہی حمل کرتا ہے چنانچہ مشہور مثال ہے: کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز۔ یہی خدا کا قانون ہے جو شروع سے ہی چلا آرہا ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے "اور اُس نے ایک ہی اصل سے آدمیوں کی ہر ایک قوم تمام روئے زمین پر رہنے کے لئے پیدا کی اور ان کی میعادیں اور سکونت کی حدیں مقرر کیں (اعمال ۱۷-۲۶) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نطفہ سے ہی پیدا ہوئے کیونکہ ان کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ سینٹ پال نے بھی اپنے خط موسومہ رومیوں باب ۱ آیت ۳ میں حضرت مسیح کی پیدائش کو نطفہ سے ہی مانا ہے "یسوع مسیح کی نسبت وعدہ کیا تھا جو جسم کے اعتبار سے تو داؤد کی نسل سے پیدا ہوا" مگر متی اپنی انجیل ۱ باب آیت ۱۸ میں لکھتا ہے کہ مریم روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی یہ دونوں اقوال ایک دوسرے کے اتنے متضاد ہیں کہ عیسائی

Marfat.com

آج تک اِن کی آپس میں کوئی تطبیق نہ کر سکے علاوہ ازیں جب ابتدا سے ہی مرد اور عورت کا جوڑا بنایا گیا ہے (متی ۱۹ - ۴) تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مریمؑ کا جوڑا نہ ہو بلاشبہ اس کا جوڑا یوسف ہی تھا یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ روح القدس کسی عورت کو حمل کرے کیونکہ یہ کام اس کا نہیں بلکہ انسان کا ہے مگر اس کے سمجھنے کے لئے دماغ چاہیے۔

عیسائیوں کا تیسرا افسانہ:۔ حضرت مسیحؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہو جانا

دراصل اس باطل عقیدے کی تہہ میں عیسائیوں کا یہ پروپیگنڈا ہے جس کا باپ نہیں ہوتا اس کا باپ خدا ہوتا ہے گویا حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا ٹھہرانے کے لئے یہ عقیدہ تراشا گیا تھا۔ حالانکہ وہ حمل کے ذریعے اپنی ماں حضرت مریمؑ کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور جو شخص حمل سے تولدّ ہوتا ہے اس کی نسبت یہ کہنا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا کوئی عقلمندی نہیں ہے کیونکہ اس کا باپ وہی ہوتا ہے جس نے اس کی ماں کو حاملہ کیا اگر حضرت مسیحؑ بغیر حمل کے ہی پیدا ہو جاتے تو پھر اس صورت میں اُن کا باپ بھی نہ ہوتا جیسا کہ حضرت آدمؑ کا باپ ہی نہ تھا کیونکہ وہ حمل سے پیدا نہیں ہوئے تھے صاف ظاہر ہے کہ جس کی ماں ہوتی ہے اس کا باپ بھی ہوتا ہے۔

لہ یہی وجہ ہے کہ عیسائی حضرت آدمؑ کو بھی خدا کا بیٹا کہتے ہیں حالانکہ وہ کسی عورت کے حمل سے پیدا نہیں ہوئے تھے اور حضرت مسیحؑ کو بھی خدا کا بیٹا کہتے ہیں حالانکہ وہ حمل سے

اور جس کی ماں نہیں ہوتی اس کا باپ بھی نہیں ہوتا۔ مگر یہ نکتہ عیسائیوں کی سمجھ میں ہرگز نہیں بیٹھتا۔ اور نہ ہی بیٹھتا نظر آتا ہے کیونکہ وہ اس بات پر کبھی غور نہیں کرتے کہ جب خدا نے ہر چیز کا جوڑا بنایا چنانچہ حضرت نوحؑ کو بھی نر و مادہ کا جوڑا ہی کشتی میں رکھنے کا حکم دیا گیا یہ آیت اس پر شاہد ہے "کل پاک جانوروں میں سے سات سات نر اور ان کی مادہ اور ان میں سے جو پاک نہیں ہیں دو دو نر اور ان کی مادہ اپنے ساتھ لینا (پیدائش ۷ - ۲) تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مریم کا جوڑا نہ ہو اور اس کا جوڑا ہی اسے حمل نہ کرے جب کہ اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں اور اس نے مرد اور عورت کا جوڑا بنایا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے "پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا (پیدائش ۳ - ۱۶) صاف ظاہر ہے کہ عورت کو حمل ہمیشہ مرد سے ہی ہوگا اور وہ دردِ زہ سے ہی بچے جنے گی یہی خدا کا قانون ہے جو کبھی بدلا نہیں جاتا۔ یقیناً اللہ کے قاعدہ کو جھٹلانا صریحاً کفر ہے۔ حالانکہ دردِ زہ کا ہونا ثابت کرتا ہے کہ حضرت مریم کے حمل اپنے خاوند سے تھا۔

عیسائیوں کا چوتھا افترا۔ حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا ٹھہرانا۔

اس باطل عقیدہ کی تردید میں ذیل کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

(۱) خدا معلوم کس واسطے حضرت مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا ٹھہرایا جاتا ہے حالانکہ اللہ کا کوئی ہمسر نہیں اور نہ کوئی اس کے برابر ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں (الف) "پس تم خدا کو کس سے تشبیہ دو گے اور کون سی چیز اس کے مشابہ ٹھہراؤ گے؟ (یسعیاہ ۴۰ - ۱۸) (ب) وہ قدوس فرماتا ہے تم مجھے کس سے تشبیہ دو گے اور میں کس چیز سے مشابہ ہوں گا؟ (یسعیاہ ۴۰ - ۲۵) (ج) تم مجھے کس سے تشبیہ دو گے اور مجھے کس کے برابر ٹھہراؤ گے اور مجھے کس کی مانند کہو گے تاکہ ہم مشابہ ہوں (یسعیاہ ۴۶ - ۵) (د) اے خداوند تیرا کوئی نظیر نہیں (یرمیاہ ۱۰ - ۶) صاف ظاہر ہے کہ اللہ کا کوئی جوڑا نہیں جب اس کی بیوی نہیں تو پھر بیٹا کہاں سے ہو جائے افسوس یہ ایک معمولی سی بات بھی عیسائیوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ حالانکہ بغیر جوڑے کے اولاد نہیں ہو سکتی۔

(۲) اگر حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے روح القدس کی قدرت سے ہی حمل ہو گیا تھا جس سے حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے تو پھر کس واسطے روح القدس نے ایک بار بھی حضرت مسیحؑ کو اپنا بیٹا کہہ کر نہ پکارا[1] اور نہ ہی حضرت مریمؑ نے حضرت مسیحؑ کو روح القدس کا بیٹا ٹھہرایا

---

[1] اب اس آیت "اور دیکھو آسمان سے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں" (متی ۳ - ۱۷) سے یہ استدلال کرنا کہ یہ روح القدس کی آواز تھی قطعاً غلط ہے کیونکہ یہ تو بادل کے گرجنے کی آواز تھی جیسا کہ اس وقت سننے والوں نے کہا یہ آیت اس

اور نہ ہی حضرت مسیحؑ نے خود اپنے آپ کو کبھی روح القدس کا بیٹا کہا بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو ابنِ آدم ہی کہہ کر پکارا ذیل کے حوالہ جات پر غور کرو:

(۱) یسوعؑ نے اُس سے کہا کہ لومڑیوں کے لئے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدمؑ کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں (متی ۸ - ۲۰)

(۲) ابنِ آدم کھاتا پیتا آیا (متی ۱۱ - ۱۹)

(۳) کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا (متی ۱۲ - ۴۰)

(۴) جب یسوعؑ قیصریہ فلپی کے علاقہ آیا تو اس نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ ابن آدم کو کیا کہتے ہیں؟ (متی ۱۶ - ۱۳)

(۵) اور جب وہ گلیل میں ٹھہرے ہوئے تھے یسوعؑ نے اُن سے کہا ابن آدم آدمیوں کے حوالہ کیا جائے گا۔ (متی ۱۷ - ۲۲)

غرضیکہ حضرت مسیحؑ نے ساٹھ مرتبہ سے بھی زیادہ اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہہ کر پکارا تاکہ اس کے پیروکار عیسائی اُسے خدا کا بیٹا کہہ کر نہ پکاریں حقیقتاً سب انسانوں کو ابن آدم ہی کہہ کر پکارا گیا ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے "اے بنی آدم کب تک میری عزت کے بدلے رسوائی ہوگی (زبور ۴ - ۲) جب خدا کے الفاظ "بنی آدم"

لہ حضرت مسیحؑ نے بار بار اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہہ کر پکارا جس میں یہ حکمت ہے کہ اس کے ماننے والے انہیں خدا کا بیٹا نہ کہیں بلکہ یوسف کا ہی بیٹا سمجھیں۔

Marfat.com

سے سب انسانوں کا باپ مانا جاتا ہے تو پھر حضرت مسیحؑ کا جو خود اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہتے ہیں باپ کیوں نہ ہو؟ آخر کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ بغیر باپ کے کوئی پیدا نہیں ہوتا۔

(ج) تعجب تو اس امر کا ہے کہ وہ لوگ جن کو خدا اپنا بیٹا کہہ کر پکارتا ہے انہیں تو عیسائی خدا کا بیٹا نہیں کہتے حالانکہ انہوں نے کبھی بھی اپنی زندگی میں اپنے آپ کو ابن آدم نہیں کہا جب باوجود ایسے لوگوں کو خدا کا بیٹا کہنے کے پھر بھی اُن کے باپ مانے جاتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کا باپ نہ ہو۔ جبکہ اُن کی والدہ خود اُن کا باپ ہے۔

(۱) تو خدا کے بیٹوں نے آدمی کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں اور جن کو انہوں نے چنا اُن سے بیاہ کر لیا۔ (پیدائش ۶ - ۲)

(۲) ان دنوں میں زمین پر جبار تھے اور بعد میں جب خدا کے بیٹے انسان کی بیٹیوں کے پاس گئے تو اُن کے لئے اُن سے اولاد ہوئی پیدائش ۶ - ۴) صاف ظاہر ہے کہ بغیر جورو کے اولاد نہیں ہوتی

(۳) اور تو فرعون سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے۔ سو میں تجھے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے (خروج ۴ - ۲۲ و ۲۳)

(۴) تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو (استثنا ۱۴ - ۱)

(۵) کیونکہ سلیمان اس کا نام ہوگا۔ وہی میرے نام کے لئے ایک گھر بنائے گا وہ میرا بیٹا ہوگا اور میں اُس کا باپ ہوں گا (۱ تواریخ ۲۲-۹ و ۱۰) (۶) اور اس نے مجھ سے کہا ہے کہ تیرا بیٹا سلیمان میرے گھر اور میری بارگاہوں کو بنائے گا۔ کیونکہ میں نے اُسے چُن لیا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہوگا اور میں اُس کا باپ ہوں گا (۱ تواریخ ۲۸-۶) (۷) اور ایک دن خُدا کے بیٹے آئے کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں اور اُن کے درمیان شیطان بھی آیا (ایوّب ۱-۶) (۸) جب صبح کے ستارے مل کر گاتے تھے اور خدا کے سب بیٹے خوشی سے للکارتے تھے (ایوّب ۳۸-۷) (۹) خداوند نے مجھ سے کہا تو میرا بیٹا ہے آج تو مجھ سے پیدا ہوا (زبور ۲-۷) (۱۰) میں نے کہا تھا کہ تم اِلٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو (زبور ۸۲-۶) (۱۱) وہ مجھے پُکار کر کہے گا تو میرا باپ میرا خدا اور میری نجات کی چٹان ہے اور میں اُس کو اپنا پلوٹھا بناؤں گا (زبور ۸۹-۲۶ و ۲۷) (۱۲) کیونکہ میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پلوٹھا ہے (یرمیاہ ۳۱-۹) (۱۳) کیا افرائیم میرا پیارا بیٹا ہے؟ کیا وہ پسندیدہ فرزند ہے۔ کہ یقیناً باوجودیکہ اس پر عیب لگایا تو بھی اسے جی جان سے یاد کرتا ہوں اس لئے میری انتڑیاں اس کے لئے مروڑی جاتی ہیں میں یقیناً

Marfat.com

اُس پر رحمت کروں گا خداوند کہتا ہے (یرمیاہ ۳۱ - ۲۰) جب ایسے لوگوں کو روحانی طور پر خدا کے بیٹے کہا گیا ہے تو پھر حضرت مسیحؑ بھی کیوں

(۱) اور وہ قینان کا بیٹا اور وہ انوش کا بیٹا اور شیث کا بیٹا اور آدم کا اور وہ خدا کا بیٹا۔ (لوقا ۳ - ۸) (۲) جو ایمان رکھتے ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔ متی ۵ آیت ۹)

(۳) اس لئے کہ جتنے خدا کے رُوح کی ہدایت سے چلتے ہیں۔ وہی خدا کے بیٹے ہیں (رومیوں ۸ - ۱۴) (۴) روح خود ہمارے رُوح کے ساتھ مل کر گواہی دیتا ہے کہ ہم خدا کے فرزند ہیں (رومیوں ۸ - ۱۶) (۵) دیکھو باپ نے ہم سے کیسی محبت کی ہے کہ ہم خدا کے فرزند کہلائے (۱ یوحنا ۳ - ۱) دراصل مقدس بائبل کا بزرگ اور نیک لوگوں کو روحانی طور پر خدا کا بیٹا کہنے کا محاورہ ہے چنانچہ انہی معنوں میں حضرت مسیحؑ کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا سینٹ پال کا یہ قول اس پر گواہ ہے "یسوع مسیح جو جسم کے اعتبار سے تو داؤد کی نسل سے پیدا ہوا۔ لیکن پاکیزگی کی رُوح کے اعتبار مردوں سے جی اٹھنے کے سبب سے قدرت کے ساتھ خدا کا بیٹا ٹھہرا (رومیوں ۱ - ۳ و ۴) مگر جسمانی طور پر وہ یوسف کا ہی بیٹا تھا جیسا کہ اس کی ماں حضرت مریمؑ کا ارشاد ہے "دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے

Marfat.com

تھے (لوقا ۲-۴۸) اگر حضرت مریمؑ کی شادی نہ ہوئی ہوتی تو پھر یوسف پر خاوند کا لفظ (متی ۱-۱۶) اور حضرت مریم پر بیوی کا لفظ (متی ۱-۲۰) ہرگز اطلاق نہ پا سکتے (ح) اگر یہ کہا جائے چونکہ حضرت مریمؑ کو فرشتہ کے ذریعے بیٹے کی خوشخبری دی گئی تھی اس لئے حضرت مسیح خدا کا بیٹا۔ تو پھر اسی دلیل کے ماتحت کسواسطے سمسون کو خدا کا بیٹا نہیں کہا جاتا کیونکہ اس کی پیدائش کے متعلق بھی خداوند کے فرشتہ نے اسکی ماں کو خوشخبری دی تھی جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے" اور دانیوں کے گھرانے میں صرعہ کا ایک شخص تھا جس کا نام منوحہ تھا اس کی بیوی بانجھ تھی سو اس کے کوئی بچہ نہ ہوا اور خداوند کے فرشتہ نے اس عورت کو دکھائی دے کر اس سے کہا دیکھ تو بانجھ ہے اور تیرے بچہ نہیں ہوتا پر تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا (قاضیوں ۱۳-۲و۳) اور اُس عورت کے ایک

لہ بیٹے کی خوشخبری دینے سے پہلے ہی حضرت مریم کی منگنی ہو چکی تھی یہی وجہ ہے کہ فرشتہ نے خوشخبری میں یہ ہرگز نہیں کہا کہ بیٹا بغیر خاوند کے ہوگا۔ چنانچہ فرشتہ کے ان الفاظ "روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی" سے نیک خاوند کا ملنا اور اس سے حاملہ ہو جانا مراد ہے گویا حضرت مریم واسطے خاوند کے زیر سایہ رہے گی کیونکہ روح القدس کا کوئی سایہ نہیں ہوتا اور جب تک عورت چھوئی نہ جائے گی اور نطفہ نہ ڈالا جائے گا۔ ہرگز حمل قرار نہیں پا سکتا جب کبھی حمل ہوگا۔ تو نطفہ سے ہی ہوگا یہی خدا کا قانون ہے جو شروع سے چلا آرہا ہے یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ حضرت مسیح سنت اللہ سے باہر رہیں۔ اب جو لوگ اُن کی وفات کو سنت اللہ سے باہر نہیں کرتے مگر اُن کی پیدائش کو سنت اللہ سے مستثنےٰ کرتے ہیں وہ درحقیقت کسی اُصول پر نہیں چلتے۔ گویا بے اصولے ہیں۔

Marfat.com

بیٹا ہوا۔ اور اُس نے اس کا نام سمسون رکھا (قاضیوں ۱۳ آیت ۲۴) مقدس بائبل سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ لڑکے کی خوشخبری پانے کے بعد اس کا بانجھ پن ہٹ گیا یا خاوند نے بیوی سے ہم بستری کی یا بیوی کو حمل ہوا اور دردِ زہ سے بچہ پیدا تو کیا اب اس کا یہ مطلب ہوگا کہ بغیر ان باتوں کے ہونے کے ہی لڑکا پیدا ہو گیا تھا؟ اگر یہ تمام واقعات پورا ہونے کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ تو پھر حضرت مریمؑ کے لئے منگنی کے بعد خاوند کے گھر میں آنا کونسا مشکل امر تھا۔ اگر حضرت مریمؑ شادی نہ کریں تو پھر خدا کے یہ الفاظ "پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے درد حمل کو بہت بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا (پیدائش ۳ آیت ۱۶) اُن پر صادق نہیں آسکتے حالانکہ انہیں اس فطرتی قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا بلکہ انجیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے خاوند یوسف نے ان پر حکومت کی اور وہ اُن کے زیر سایہ رہیں اور حاملہ ہوئیں تاکہ خدا کا قانون ٹلنے نہ پائے حضرت مریمؑ کو دردِ زہ کا ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ

(۳) یہ عام قاعدہ ہے کہ بچہ اپنے باپ کے صفات لے کر پیدا ہوتا ہے مثلاً اونٹ کا بچہ اُونٹ۔ اگر حضرت مسیح خدا کا بیٹا ہوتا تو پھر ضرور اُس میں خدائی صفات ہوتے چونکہ اُس میں

خدائی ص: نہ تھے لہٰذا وہ خدا کا بیٹا نہ تھا مثلاً خدا زندہ اور قائم رہنے والا ہے گویا اس کی ہستی کھانے پینے کی محتاج نہیں مگر اس کے خلاف حضرت مسیح کی زندگی کا انحصار کھانے پینے پر ہی تھا۔ چنانچہ اس کا اپنا قول ہے "ابن آدم کھاتا پیتا آیا (متی ۱۱-۱۹) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح میں اپنے باپ یوسف کے ہی صفات تھے یہی وجہ ہے کہ اسنے اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہا کیونکہ بھوک لگنے کی وجہ سے وہ کھانے پینے کے محتاج تھے یہ آیت اس پر شاہد ہے "دوسرے دن جب وہ (مسیح) بیت عنیاہ سے نکلے اس کو بھوک لگی (مرقس ۱۱-۱۲)

عیسائیوں کا پانچواں افترا۔ حضرت مسیح کو خدا کہنا۔

اس باطل عقیدے کی تردید میں ذیل کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں

(۱) حضرت مسیح خود فرشتوں سے ادنےٰ بنائے گئے تھے یہ آیت اس پر گواہ ہے "لیکن ہم یسوع کو دیکھتے ہیں جو فرشتوں سے کچھ ادنےٰ بنایا گیا تھا۔ (عبرانیوں ۲-۹) صاف ظاہر ہے کہ وہ خدا نہ تھا کیونکہ خدا کبھی بھی فرشتوں سے ادنیٰ نہیں ہوتا بلکہ سب کے اوپر (افسیوں ۴-۶) سب سے بڑا (یوحنا ۱۴-۲۸) اور سب کا خالق ہوتا ہے (عبرانیوں ۳-۴) (۲) حضرت مسیح کھانا کھایا کرتے تھے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے "اور جب وہ گھر میں کھانا کھانے بیٹھا تھا تو ایسا ہوا کہ بہت سے محصول لینے والے اور گنہگار آکر یسوع اور اس کے شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے (متی ۹-۱۰)۔

خدا کبھی کھاتا نہیں کھاتا بلکہ دوسروں کو کھلاتا اور پالتا ہے۔ جیسا کہ
اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے "ہوا کے پرندوں کو دیکھو نہ بوتے
ہیں نہ کاٹتے ہیں نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا آسمانی
باپ اُن کو کھلاتا ہے کیا تم اُن سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ (متی
۶ - ۲۶) جو حیوانات کو روزی دیتا ہے اور کوؤں کے بچّوں کو
بھی جو چلّاتے ہیں (زبور ۱۴۷ - ۹) صاف ظاہر ہے کہ جو روزی
دیتا ہے اور اس کے سامان بھی پیدا کر دیتا ہے وہی خدا ہے نہ
کہ کھاتا پیتا ابنِ آدم (متی ۱۱ - ۱۹)۔ (۳) حضرت مسیحؑ سفر کرنے سے
تھک جاتے تھے (چنانچہ یسوع سفر سے تھکا ماندہ ہو کر اُس
کوئیں پر یونہی بیٹھ گیا۔ (یوحنا ۴ - ۶) صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیحؑ
خدا نہ تھا بلکہ ابنِ آدم ہی تھا تب ہی تو تھک جاتا تھا۔ حالانکہ خدا
تھکتا نہیں "کیا تو نہیں جانتا؟ کیا تو نے نہیں سنا خداوند سدا کا
خدا ہے زمین کے کناروں کا پیدا کرنے والا وہ تھکتا نہیں
جاتا اور ماندہ نہیں ہوتا (یسعیاہ ۴۰ - ۲۸) (۴) حضرت مسیحؑ سو
جاتے تھے یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ اور وہ خود پیچھے کیطرف
گدّی پر سو رہا تھا پس اُنہوں نے اُسے جگا کر کہا اے استاد کیا تجھے
فکر نہیں کہ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں (مرقس ۴ - ۳۸) حالانکہ خدا کبھی سوتا

کھاتا پیتا شخص ضرور بگنا ہوتا ہے ایسا شخص خدا نہیں ہو سکتا۔

نہیں "خداوند کی آنکھیں ہر جگہ ہیں اور نیکوں اور بدوں کو دیکھنے والیاں ہیں" (امثال ۱۵ - ۳) حضرت مسیحؑ کا سونا صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ ایک انسان ہی تھا جس میں انسانی صفات تھے چنانچہ اس کا باپ یوسف بھی سویا کرتا تھا یہ آیت اس پر شاہد ہے "پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ایسا ہی کیا (متی ۱ - ۲۴) - (۵) حضرت مسیحؑ کو کوڑوں سے مارا گیا۔ اُسے ٹھٹھوں میں اُڑایا گیا اور پیٹا گیا یہ آیت اس پر شاہد ہیں "اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالہ کیا گیا تاکہ صلیب دی جائے (متی ۲۷ - ۲۶) "اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اُڑانے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ۔ آداب!" (متی ۲۷ - ۲۹) "اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اُس کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے تھے اور مارتے تھے (لوقا ۲۲ - ۶۳) "اُس پر اُنہوں نے اُس کے منہ پر تھوکا اور اس کے مکے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر کہا اے مسیحؑ ہمیں نبوت سے بتا کہ تجھے کس نے مارا؟" (متی ۲۶ - ۶۷) اِن آیات کے ماتحت جب کبھی عیسائیوں سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ مار کھاتے وقت خدا تھا یا انسان تو پھر کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ اس کا مار کھانا اور ٹھٹھوں میں اُڑایا جانا ہی صاف ثابت کرتا ہے

کہ وہ انسان ہی تھا نہ کہ خدا۔ کیونکہ خدا طاقتور ہونے کی وجہ نہ تو مار کھا سکتا ہے اور نہ ہی پھٹکوں میں اڑایا جا سکتا ہے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے (۱) کہ خداوند تمہارا خدا وہی خداؤں کا خدا اور خداوندوں کا خداوند ہے وہ بزرگوار اور قادر اور ہیبتناک خدا ہے جو ظاہر پر نظر نہیں کرتا اور رشوت نہیں لیتا (استثنا ۱۰ - ۱۷) (۲) اے خداوند رب الافواج تجھ سا توانا خداوند کون ہے" (زبور ۸۹ - ۸) (۳) فریب نہ کھاؤ خدا ٹھٹھوں میں نہیں اڑایا جاتا (گلتیوں ۶ - ۷)

(۶) اگر حضرت مسیح خود خدا تھا تو پھر وہ خدا سے دعائیں کیوں مانگا کرتا تھا۔ کیونکہ دعائیں مانگنا تو انسان کا خاصہ ہے نہ کہ خدا کا۔

(الف) پس تم اس طرح دعا مانگا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہت آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔ ہماری روزی کی روٹی آج ہمیں دے اور جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر۔ اور ہمیں آزمایش میں نہ لا۔ بلکہ برائی سے بچا (متی ۶ - ۹ تا ۱۳)

(ب) پھر ذرا آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر یوں دعا کی کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ تو بھی

Marfat.com

نہ جیسا کہ مَیں چاہتا ہوں بلکہ جیسا تُو چاہتا ہے ویسا ہی ہو (متی ۲۶ - ۳۹) پھر دوبارہ اس نے جا کر یوں دُعا کی کہ اے میرے باپ اگر یہ میرے پیئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو (متی ۲۶ - ۴۲) اور اُن کو چھوڑ کر پھر چلا گیا اور پھر وہی بات کہہ کر تیسری بار دُعا مانگی (متی ۲۶ - ۴۴) حضرت مسیح کی یہ دُعائیں صلیب کی لعنتی موت سے بچنے کے لئے تھیں جو قبول ہوئیں۔ اور اُنہیں صلیب کی موت سے بچا لیا گیا کیونکہ وہ صلیب پر بے ہوش ہو گئے تھے مرے نہیں تھے تاکہ نشان دکھا سکیں

(ج) اور تیسرے پہر کے قریب یسُوع نے بڑی آواز سے چلّا کر کہا۔ ایلی۔ ایلی۔ لما شبقتنی؟ یعنی اے میرے خدا۔ اے میرے خدا۔ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ (متی ۲۷ - ۴۶) حضرت مسیح کا دعائیں مانگنا ہی ثابت کرتا ہے کہ وہ خدا نہ تھا بلکہ ایک انسان ہی تھا۔ کیونکہ انسان خدا سے ہی دعائیں مانگتا ہے اور وہ قبول کرتا ہے۔ یہ آیات اِس پر شاہد ہیں "جب مَیں پُکاروں تو مجھے جواب دے اے میری صداقت کے خدا تنگی میں تُو نے مجھے کشادگی بخشی مجھ پر رحم کر اور میری دُعا سُن لے جب میں خُدا کو پُکاروں گا تو وہ سُن لے گا (زبور ۴ - ۱ و ۳) مگر افسوس عیسائی یہی مانتے ہیں کہ حضرت

Marfat.com

مسیحؑ صلیب کی لعنتی موت سے مرا۔ گویا اس موت سے بچنے کے لئے جو دعائیں اس نے مانگی تھیں اُن کی قبولیت کا ہی انکار کرتے ہیں اور اتنا بھی خیال نہیں کرتے کہ اگر حضرت مسیحؑ کی دعائیں نہ سنی گئیں تو پھر اور کس کی سُنی جائیں گی (۷) اگر حضرت مسیحؑ خدا تھا تو پھر اُس نے نیک کہلانے سے انکار کیوں کیا یہ آیت اس پر گواہ ہے "اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اُس سے کہا اے نیک استاد میں کونسی نیکی کروں تاکہ میں ہمیشہ کی زندگی پاؤں اور اس نے اس سے کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا (متی ۱۹ - ۱۶ و ۱۷) حضرت مسیحؑ کا نیک کہلانے سے انکار کرنا صریحاً ثابت کرتا ہے کہ وہ خدا نہ تھا بلکہ ایک انسان ہی تھا کیونکہ خدا نیک ہے اس لئے وہ نیک کہلانے سے انکار کبھی نہیں کرتا یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ کیونکہ خداوند نیک ہے اس کی رحمت ابدی ہے (زبور ۱۰۰ - ۵) خداوند نیک ہے اور مصیبت کے دن پناہ گاہ ہے وہ اپنے توکل کرنے والوں کو جانتا ہے (نحوم ۱ - ۷) - (۸) اگر حضرت مسیحؑ خدا تھا تو پھر اس نے وہ وعدہ جو ڈاکو سے کیا تھا کیوں پورا نہ کیا" پھر اُس ڈاکو نے کہا اے یسوع جب تو

Marfat.com

اپنی بادشاہت میں آئے تو مجھے یاد کرنا اُس نے اُس سے کہا میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ آج ہی تُو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا (لوقا ۲۳ - ۴۲ و ۴۳) حالانکہ اِس کے بعد یسوع زمین پر ہی رہا اور فردوس میں نہ گیا یہ آیت اِس پر گواہ ہے "یسُوع نے اُس مریم سے کہا مجھے نہ چھُو کیونکہ میں اَب تک باپ کے پاس اوپر نہیں گیا (یوحنا ۲۰ - ۱۷) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح خدا نہ تھا بلکہ ایک انسان ہی تھا کیونکہ خدا وعدہ شکنی ہرگز نہیں کرتا جیسا کہ اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے "کیونکہ خدا کے جتنے وعدے ہیں وہ سب اس میں ہاں کے ساتھ ہیں (۲ کرنتھیوں ۱ - ۲۰) - (۹) اگر حضرت مسیح خدا تھا تو پھر اُس نے اپنے شاگردوں کو جھوٹ بولنا اور سچ کو چھپانا کیوں سکھلایا "اُس وقت اُس نے شاگردوں کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا کہ میں مسیح ہوں (متی ۱۶ - ۲۰) جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح خدا نہ تھا بلکہ ایک انسان ہی تھا کیونکہ خدا جھوٹ بولنا اور سچ کو چھپانا ہرگز نہیں سکھاتا جیسا کہ اس کا ارشاد ہے "تُو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے (خروج ۲۰ - ۱۶) حق کے خلاف نہ شیخی مارو - نہ جھوٹ بولو" یعقوب ۳ - ۱۴) - (۱۰) اگر حضرت مسیح خدا تھا تو پھر اُس

Marfat.com

کی یہ پیشگوئیاں کیوں پوری نہ ہوئیں؟" کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا۔ اُس وقت ہر ایک کو اس کے کاموں کے موافق بدلا دے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اس کی بادشاہت میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے (متی ۱۶ ۲۷/۲۸) دیکھو وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا ہے اور ہر ایک آنکھ اُسے دیکھے گی اور جنہوں نے اسے چھیدا وہ بھی دیکھیں گے (مکاشفہ ۱-۷) میں جلد آنے والا ہوں (مکاشفہ ۳-۱۱) افسوس مذکورہ بالا پیش گوئیاں آجتک پوری نہ ہوئیں اور نہ ہی حضرت مسیح ابھی تک اپنی بادشاہت اور جلال میں آئے حالانکہ اس کے آنے کا وعدہ اُس زمانے کے بعض لوگوں کی زندگی میں ہی تھا صدیاں گذر گئیں مگر یہ کلمات ہرگز پورے نہ ہوئے۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح خدا نہ تھا بلکہ ایک انسان ہی تھا۔ کیونکہ خدا کے اقوال کبھی جھوٹے نہیں ہو سکتے یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔ "خدا انسان نہیں کہ جھوٹ بولے اور نہ وہ آدم زاد ہے۔ کہ وہ اپنا ارادہ بدلے کیا جو کچھ اس نے کہا پورا نہ کرے (گنتی ۲۳-۱۹)

نہ اگر یہ کلمات سچے ہیں تو پھر حضرت مسیح کو صلیبی موت سے کفارہ قرار دینے اور اس کے کفارے

بلاشبہ حضرت مسیحؑ آدمؑ زاد تھا تب ہی تو اُس نے نہ صرف جھوٹ بولا بلکہ اپنا ارادہ بدلا یہ آیت اس پر شاہد ہے "تم عید میں جاؤ میں ابھی اس عید میں نہیں جاتا کیونکہ ابھی تک میرا وقت پورا نہیں ہوا یہ باتیں اُن سے کہہ کر وہ گلیل ہی رہا لیکن جب اس کے بھائی عید میں چلے گئے اس وقت وہ بھی گیا ظاہرا نہیں بلکہ گویا پوشیدہ (یوحنا ۷-۸ تا ۱۰) معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ یہودیوں سے ڈرتے تھے لہٰذا ایسا شخص خدا نہیں ہو سکتا (۱۱) اگر حضرت مسیحؑ خدا تھا تو پھر اُسے انسان کیوں کہا گیا جیسا کہ یہ آیت بتلاتی ہے" اے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری خدا کا ایک برگزیدہ انسان تھا (اعمال ۲-۲۲) اُس کو انسان کہنا ہی صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ خدا نہ تھا کیونکہ خدا انسان نہیں یہ آیت اس پر شاہد ہے کیونکہ میں خدا ہوں اور انسان نہیں (ہوسیع ۱۱-۹) - (۱۲) اگر حضرت مسیحؑ خدا تھا تو پھر وہ صلیب پر لعنتی موت سے کیوں مرا جیسا کہ ان آیات سے استدلال کیا جاتا ہے "پھر یسوع بڑی آواز سے چلایا اور جان دے دی (متی ۲۷-۵۰) پھر یسوع بڑی آواز سے چلایا اور دم دیدیا (مرقس ۱۵-۳۷) پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا اے باپ

لہ کیونکہ اس کا باپ تھا۔

Marfat.com

میں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دے دیا (لوقا ۲۳-۴۶) پس جب یسُوع نے وہ سرکا پیا تو کہا کہ تمام ہُوا اور سر جُھکا کر جان دے دی (یوحنا ۱۹-۳۰) دراصل حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکائے جانے کے وقت ان مورخوں میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا یہ صرف اُن کے اپنے قیاسات ہیں کہ وہ صلیب پر مر گیا حالانکہ وہ بے ہوش ہو گیا تھا بفرض محال اگر وہ صلیب پر ہی لعنتی موت سے مر گیا تو پھر بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک انسان ہی تھا خدا نہ تھا۔ کیونکہ خدا ہمیشہ رہنے والا ہے جو کبھی مرتا نہیں یہ آیات اس پر گواہ ہیں "پر تُو اے خداوند ابد تک باقی رہے گا اور تیرا ذکر پشت در پشت (زبور ۱۰۲-۱۲) وہ نیست ہو جائیں گے پر تُو باقی رہے گا (زبور ۱۰۲-۲۶) خداوند کی شکرگذاری کرو کہ وہ نیک ہے اور اس کی رحمت ابد تک ہے (زبور ۱۱۸-۱) اگر حضرت مسیح خدا ہوتا تو پھر کبھی نہ مرتا۔

عیسائیوں کا چھٹا اقرار حضرت مسیح کا جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینا

باوجود اس امر کے کہ حضرت مسیح نے معجزہ طلب کرنے پر بھی معجزے کے ہونے سے انکار کر دیا یہ آیات اس پر گواہ ہیں (الف) اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا کہ اے

ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں اُس نے جواب دے کر
اُن سے کہا کہ اس زمانے کے بُرے اور زناکار لوگ نشان طلب
کرتے ہیں مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان اُن کو
نہ دیا جائے گا کیونکہ جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں
رہا و یسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔
(متی ۱۲-۳۸ تا ۴۰) (ب) اس زمانے کے بُرے اور زناکار لوگ
نشان طلب کرتے ہیں مگر یونس کے نشان کے سوا کوئی اور
نشان اُن کو نہ دیا جائے گا اور وُہ اُنہیں چھوڑ کر چلا گیا (متی ۱۶-۴)
(ج) پھر فریسی نکل کر اُس سے بحث کرنے لگے اور اُسے آزمانے
کے لئے اس سے کوئی آسمانی نشان طلب کیا اس نے اپنی روح
میں آہ کھینچ کر کہا اس زمانے کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے
ہیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اِس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان
دیا نہ جائے گا۔ اور وُہ انہیں چھوڑ کر پھر کشتی میں بیٹھا اور پار چلا گیا
(مرقس ۸-۱۱ تا ۱۳) (د) جب بڑی بھیڑ جمع ہوتی جاتی تھی تو وہ
کہنے لگا اس زمانے کے لوگ بُرے ہیں وُہ نشان طلب کرتے
ہیں مگر یونس کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائیگا
(لوقا ۱۱-۲۹) مگر پھر بھی غلو کر کے بہت سے معجزے ان کی طرف

Marfat.com

منسوب کئے جاتے ہیں۔ مثلاً بیماروں کو اچھا کرنا[1] اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینا جن کی تشریح ذیل میں بیان کی جاتی ہے تاکہ ناظرین اصل حقیقت کو بخوبی سمجھ سکیں حقیقتاً یہودی شریعت میں کوڑھ یعنی برص دو قسم کی قرار پائی تھی ایک وہ قسم تھی کہ جو اُس میں بیمار ہوتا تھا۔ یہودی اُس کو ناپاک سمجھتے تھے یہ آیت اس پر گواہ ہے " وہ کاہن اُس کے بدن کے چمڑے کی بلا پر نظر کرے اگر بلا کی جگہ کے بال سفید ہو گئے ہوویں اور وہ بلا دیکھنے میں چمڑے سے گہری ہو تو وہ کوڑھ کا مرض ہے۔ سو کاہن اُسے دیکھ کے اُسے ناپاک ٹھہراوے (احبار ۱۳-۳) اور دوسری قسم وہ تھی جس کے مریض کو ناپاک نہیں ٹھہراتے تھے یہ آیت اس پر شاہد ہے پھر ساتویں دن کاہن اُسے دوسری بار دیکھے اور دیکھو اگر وہ بلا کچھ سیاہ ہوئی ہو اور چمڑے پر پھیلی نہ ہو تو کاہن اُسے پاک ٹھہراوے

---

[1] اگر موجودہ انجیلوں پر تاریخانہ تحقیق سے نظر ڈالی جائے تو اس سے زیادہ سے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ یہودی ہمیشہ جھاڑا پھونکی کی عادت رکھتے تھے بیماروں کے لئے دعائیں پڑھ کر ان کی صحت کے لئے ان پر دم ڈالتے تھے لوگوں کو برکت دیتے تھے لوگ کاہنوں اور راہبوں اور مقدس لوگوں کے ہاتھ چومنے پاؤں کو ہاتھ لگانے کپڑے کو چھونے یا بوسہ دینے سے برکت لیتے تھے جیسے کہ اب بھی رومن کیتھلک فرقہ میں رواج ہے انہیں کی تقلید سے مسلمانوں میں بھی اس قسم کی بہت سی باتیں رائج ہو گئی ہیں اسی دستور کے موافق حضرت عیسےٰ بھی بیماروں کو دعا دیتے تھے اُن پر دم ڈالتے تھے برکت دیتے تھے لوگ ان کے ہاتھوں کو دباتی بر صفحہ ۶۶

کہ وہ چھپ رہے سو وہ اپنے کپڑے دھووے اور پاک ہووے (احبار ۱۳-۶) چنانچہ ایسے ہی مریض کو حضرت مسیحؑ نے بھی پاک ٹھہرایا تھا جیسا کہ انجیل سے ثابت ہوتا ہے "جب وہ اُس پہاڑ سے اُترا تو بہت سی بھیڑ اُس کے پیچھے ہو لی۔ اور دیکھو ایک کوڑھی نے پاس آکر اُسے سجدہ کیا اور کہا۔ اے خداوند۔ اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر اُسے چھوا اور کہا۔ میں چاہتا ہوں۔ تو پاک صاف ہو جا۔ وہ فوراً کوڑھ سے پاک صاف ہو گیا۔ یسوعؑ نے اُس سے کہا۔ خبردار کسی سے نہ کہنا بلکہ جا کر اپنے تئیں کاہن کو دکھا۔ اور جو نذر موسےٰ نے مقرر کی ہے اُسے گذران تاکہ اُن کے لئے گواہی ہو" (متی ۸-۱ تا ۴) پاک کرنے کے لفظ سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ اس کو بتا دیں کہ اُن دونوں قسموں کی کوڑھ میں سے کون سی قسم کی کوڑھ اُس کو ہے اسی طرح سے اندھے لنگڑے اور دیگر عیب دار لوگوں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵ برکت لینے کے لئے چومتے تھے قدموں کو ہاتھ لگاتے کپڑے کو چھوتے تھے یا چومتے تھے پس یہ ایک معمولی بات تھی اس بیان کے ساتھ اس بات کو اضافہ کرنا کہ جو اس طرح کرتا تھا فی الفور چنگا ہو جاتا تھا اندھے آنکھوں والے ہو جاتے تھے۔ اور کوڑھی اچھے ہوتے تھے اسی قسم کی مبالغہ آمیز تحریریں ہیں جیسے کہ ایسے بزرگوں کے حالات لکھنے والے لکھا کرتے ہیں جبکہ ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ نے معجزہ دکھانے سے انکار کیا تو کہتے ہیں کہ صدق کلمۃ اللہ وروح اللہ اور جب ان مبالغہ آمیز بندشوں کو پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ وَرُوحُ اللهِ كَلِمَةُ اللهِ بَرِيٌّ عَنْ ذٰلِكَ (تفسیر سر سید احمد خاں مرحوم

کو بھی معبد میں جانے اور معمولی طور پر قربانیاں کرنے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ یہ سب ناپاک اور گنہگار سمجھے جاتے تھے اور عبادت کے لائق یا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لائق متصور نہ ہوتے تھے یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔ پھر خداوند نے موسیٰ سے خطاب کر کے فرمایا کہ۔ ہارون کو فرما اور یہ کہہ کہ جو کوئی تیری نسل سے اپنے اپنے قرنوں میں کسی طرح کا نقص رکھتا ہو۔ وہ نزدیک نہ آوے تاکہ اپنے خدا کی غذا گزرانے۔ کیونکہ وہ جس میں کچھ عیب ہے نزدیک نہ آوے جیسے اندھا یا لنگڑا یا وہ جس کی ناک چپٹی ہو یا جس کے عضووں میں کچھ کمی بیشی ہو۔ یا وہ جس کا ہاتھ یا پاؤں ٹوٹا ہو۔ یا کبڑا یا بونا یا جس کی آنکھ میں کچھ نقص ہو یا داد یا کھجلی بھرا یا خصیہ اس کا پچکا ہو۔ ہارون کاہن کی نسل میں سے کوئی جو عیب دار ہو نزدیک نہ آوے کہ خداوند کے لئے آگ سے قربانیاں گزرانے۔ وہ عیب دار ہے۔ وہ ہرگز اپنے خدا کی غذا گزرانے کو پاس نہ آوے وہ اپنے خدا کا کھانا خواہ خاص مقدس ہو خواہ عام کھاوے۔ لیکن پردے کے اندر داخل نہ ہو نہ مذبح کے پاس آوے اس لئے کہ وہ عیب دار ہے میرے مقدس کو بے حرمت نہ کرے کہ میں خداوند ان کا مقدس کرنے والا ہوں تب موسیٰ نے ہارون اور اس کے بیٹوں اور سارے بنی اسرائیل کو یہ سب کہا۔ (احبار ۲۱ - ۱۶ تا ۲۴) حضرت عیسیٰؑ نے یہ تمام قیدیں توڑ دی تھیں اور تمام لوگوں کو کہ دھی ہوں

Marfat.com

یا اندھے یا لنگڑے یا کوئی اور عیب رکھتے ہوں سب کو خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کی منادی کی تھی کسی کو خدا کی رحمت سے محروم نہیں کیا۔ اور کسی کو عبادت کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ سے نہیں روکا پس یہی اُن کا کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرتا تھا یا اُن کو ناپاکی سے بری کرتا تھا۔ جہاں جہاں انجیلوں میں بیماروں کے اچھا کرنے کا ذکر ہے اُس سے یہی مراد ہے اور قرآن مجید میں جو یہ آئتیں ہیں اُن کے بھی یہی معنی ہیں۔

عیسائیوں کا ساتواں اِفترا۔ حضرت مسیحؑ کا جسمانی مُردوں کو زندہ کرنا اس کے ثبوت میں اِن آیات کو پیش کیا جاتا ہے (الف) "اور دیکھو یائیر نام ایک شخص جو عبادت خانے کا سردار تھا آیا۔ اور یسوع کے قدموں پر گر کے اُس سے منت کی کہ میرے گھر چل۔ کیونکہ اس کی اکلوتی بیٹی جو برس بارہ ایک تھی۔ مرنے کو تھی جب وُہ جا رہا تھا تو لوگ اُس پر گرے پڑتے تھے (لوقا ۸ - ۴۱ و ۴۲) "جب یسوع سردار کے گھر میں آیا اور بانسلی بجانے والوں اور بھیڑ کو غل مچاتے دیکھا تو کہا ہٹ جاؤ کیونکہ لڑکی مری نہیں بلکہ سوتی ہے وہ اس پر ہنسنے لگے (متی ۹ - ۲۳ و ۲۴) یہ الفاظ کسی اور انجیل میں نہیں پائے جاتے جن سے صاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ لڑکی حقیقتاً مری نہیں تھی۔

(ب) تھوڑے عرصے کے بعد ایسا ہوا کہ وُہ نائین نام ایک شہر کو گیا اور اُس کے شاگرد اور بہت سے لوگ اس کے ہمراہ تھے جب وہ شہر کے پھاٹک کے

Marfat.com

نزدیک پہنچا تو دیکھو ایک مُردے کو باہر لئے جاتے تھے وہ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا اور وہ بیوہ تھی اور شہر کے بہتیرے لوگ اُس کے ساتھ تھے اُسے دیکھ کر خداوند کو ترس آیا اور اُس سے کہا رو نہیں۔ پھر اُس نے پاس آکر جنازے کو چھوا اور اٹھانے والے کھڑے ہو گئے اور اُس نے کہا اے جوان مَیں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ۔ وہ مُردہ اُٹھ بیٹھا اور بولنے لگا اور اُس نے اُسے اُس کی ماں کو سونپ دیا (لوقا ۷۔ ۱۱ تا ۱۵) مگر اُس کا کچھ ثبوت نہیں کہ درحقیقت وہ مر گیا تھا بہت سے واقعے ایسے گذرے ہیں۔ کہ لوگوں نے ایک شخص کو مردہ سمجھ کر اس کی تجہیز و تکفین کی ہے اور بعد کو معلوم ہوا کہ وہ شخص حقیقتاً مر نہیں گیا تھا یہی وجہ ہے کہ اس کا ذکر کسی اور انجیل میں نہیں پایا جاتا۔ (ج) اور یسوع مرتھا اور اس کی بہن اور لعزر سے محبت رکھتا تھا۔ پس جب اُس نے سنا کہ وہ بیمار ہے تو جس جگہ تھا۔ وہیں دو دن اور رہا (یوحنا ۱۱۔ ۵ و ۶) اُس نے یہ باتیں کہیں اور اس کے بعد اُن سے کہنے لگا کہ ہمارا دوست لعزر سو گیا ہے لیکن مَیں اُسے جگانے جاتا ہوں (یوحنا ۱۱۔ ۱۱) پس شاگردوں نے اُس سے کہا اے خداوند اگر سو گیا ہے تو بچ جائے گا۔ یسوع نے تو اُس کی موت کی بابت کہا تھا۔ مگر وہ سمجھے کہ آرام کی نیند کی بابت کہا ہے تب یسوع نے اُن سے صاف کہہ دیا کہ لعزر مر گیا (یوحنا ۱۱۔ ۱۲ تا ۱۴) یسوع نے کہا کہ پتھر اٹھاؤ۔ اُس

لے اگر مردہ نے معجزے سے زندہ ہو کر قبر سے باہر آنا تھا تو پھر پتھر کو ہٹانے کی کیا ضرورت تھی کیا معجزے سے

مرے ہوئے شخص کی بہن مرتھا نے اُس سے کہا اے خداوند اس میں سے تو اب بدبو آتی ہے کیونکہ اُسے چار دن ہو گئے (یوحنا ۱۱ - ۳۹)
"یہ کہہ کر اُس نے بلند آواز سے پکارا کہ اے لعزر نکل آ۔ جو مر گیا تھا وہ کفن سے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نکل آیا اور اس کا چہرہ رومال سے لپٹا ہوا تھا یسوع نے اُن سے کہا اُسے کھول کر جانے دو (یوحنا ۱۱ - ۴۳ و ۴۴)
دراصل یوحنا کو پہلے دو مردوں کے زندہ ہونے کے متعلق شک تھا۔ اس لئے اس نے یہ کہانی خود اپنے پاس سے بنالی ہے تاکہ حضرت مسیحؑ کی خدائی کے ثبوت میں اسے پیش کیا جاسکے ورنہ یہ واقعہ کسی اور انجیل میں نہیں پایا جاتا بلاشبہ لعزر مرا نہیں تھا۔ بلکہ سکتہ کی حالت میں ہو گیا تھا۔ جو کئی دن تک رہتی ہے چنانچہ حضرت مسیحؑ کے یہ الفاظ "ہمارا دوست لعزر سو گیا ہے" اس پر شاہد ہیں۔ بفرض محال اگر لعزر بیماری کی وجہ سے مر ہی گیا تھا تو پھر ایسے بدبودار مردہ کے لئے جس کے ہاتھ اور پاؤں کفن سے بندھے ہوں خود بخود قبر سے نکل آنا ناممکن تھا علاوہ ازیں مُردوں کا قبر سے نکل کر اس دنیا میں دوبارہ آنا ان آیات کے بھی قطعاً خلاف ہے
(۱) "جس طرح بدلی جاتی رہتی اور غائب ہو جاتی ہے اسی طرح جو گور میں اُترا پھر اوپر نہ آوے گا وہ پھر اپنے گھر کو نہ پھرے گا اور اس کا مکان اُسے پھر نہ پہچانے گا۔ (ایوب ۷ - ۹ و ۱۰) (۲) اور جس طرح آدمیوں

Marfat.com

کے لئے ایک بار مرنا اور اس کے بعد عدالت کا ہونا مقرر ہے (عبرانیوں ۹ - ۲۷) جب تمام لوگوں کے لئے ایک بار مرنا مقرر ہے تو پھر لعزر کو دو دفعہ مرنے کی کیا ضرورت تھی علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جو ہستی خود محلِ موت ہوتی ہے وہ کبھی بھی مردوں کو زندہ نہیں کر سکتی اگر حضرت مسیحؑ میں جسمانی مُردے زندہ کرنے کی طاقت ہوتی تو پھر وہ خود ہرگز نہ مرتے اور نہ ہی اپنے ماں باپ اور عزیز و اقربا کو مرنے دیتے صاف ظاہر ہے کہ وُہ خود اتنے عاجز تھے کہ مردوں میں سے بھی خود نہ اُٹھ سکے بلکہ خدا نے اُٹھایا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے" اور جو کچھ اس کے حق میں لکھا تھا جب اُس کو تمام کر چکے تو اُسے صلیب پر سے اُتار کر قبر میں رکھا لیکن خدا نے اُسے مردوں میں سے جلایا (اعمال ۱۳ - ۲۹ و ۳۰) اس سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ خدا نہ تھا بلکہ ایک انسان ہی تھا کیونکہ مُردوں کو زندہ کرنا خاصۂ خدا ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے: خداوند مارتا ہے اور جلاتا ہے (اسموئیل ۲ - ۶) درحقیقت حضرت مسیحؑ روحانی مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے (الف) ایک اور شاگرد نے اُس سے کہا اے خداوند مجھے اجازت دے کہ پہلے جا کر اپنے باپ کو دفن کروں یسوع نے اُس سے کہا تو میرے پیچھے چل اور مُردوں کو اپنے مُردے دفن کرنے دے (متی ۸ - ۲۱ و ۲۲) اب اس آیت کا یہ

Marfat.com

مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مُردے قبروں میں سے نکل کر اس کے باپ کو دفن کریں گے بلکہ اِس کے یہ معنی ہیں۔ کہ جیسے وہ روحانی مردہ تھا ویسے ہی اس کی قوم بھی لہٰذا اس کی قوم ہی اُسے دفن کرے گی اور تو میری پیروی کرنے سے زندہ ہو۔ (ب) یسوع نے پھر اُن سے مخاطب ہو کر کہا دنیا کا نور مَیں ہوں جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا" (یوحنا ۸ - ۱۲) جس سے یہ مراد ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ کی پیروی کرنے والا کفر کے اندھیرے میں نہیں رہے گا۔ مگر جو پیروی نہیں کرے گا وہ کفر کی تاریکی میں اندھا ہی رہے گا (ج) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے گا تو ابد تک کبھی موت کو نہ دیکھے گا (یوحنا ۸ - ۵۱) جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص روحانی طور پر ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور جو حضرت مسیحؑ کے کلام پر عمل نہیں کرے گا۔ وُہ روحانی مردہ ہی رہے گا اور کفر کی موت مرے گا (د) مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو مَیں کرتا ہوں۔ وہ بھی کرے گا بلکہ ان سے بھی بڑے کام کرے گا کیونکہ مَیں باپ کے پاس جاتا ہوں (یوحنا ۱۴ - ۱۲) اگر حضرت مسیحؑ نے کسی جسمانی مردہ کو زندہ کیا تھا تو پھر اُس کے ماننے والے کو بھی جسمانی مردہ کو زندہ کر کے دکھانا چاہیئے تاکہ وُہ اپنے اُستاد کے کام کی تصدیق کر سکے ورنہ یہ سمجھا جائے گا

Marfat.com

کہ اُس نے بھی کبھی کسی جسمانی مُردہ کو زندہ نہیں کیا۔ (۳) اے بھائیو! مجھے اس فخر کی قسم جو ہمارے خداوند مسیح یسوع میں تم پر ہے مَیں ہر روز مرتا ہوں۔ (۱کرنتھیوں ۱۵-۳۱) سینٹ پال ہر روز کیسے مرتا تھا؟ یہ روحانی موت تھی

عیسائیوں کا آٹھواں اِفترا۔ حضرت مسیحؑ کو خالق قرار دینا۔

اس باطل عقیدے کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں دی جاتی کیونکہ حضرت مسیحؑ خود پیدا کیا گیا تھا یہ آیت اِس پر گواہ ہے "ہم یسوعؑ کو دیکھتے ہیں جو فرشتوں سے کچھ ادنےٰ بنایا گیا تھا (عبرانیوں ۲-۹) صاف ظاہر ہے کہ وہ خالق نہ تھا کیونکہ اس نے کوئی چیز نہیں بنائی بلاشبہ خلق کرنا خاصۂ خدا ہے۔ نہ کہ انسانی۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی حضرت مسیحؑ کی بنائی ہوئی ایک چیز بھی نہیں دکھا سکتے دراصل تمام چیزوں کا بنانے والا خدا ہی ہے جیساکہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے (الف) جس نے آسمان کو پیدا کیا اور تان دیا۔ جس نے زمین کو اور اُن کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا۔ اور جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح بخشتا ہے (یسعیاہ ۴۲-۵)۔ (ب) جس نے آسمان اور زمین اور سمندر کو اور سب جو کچھ اُن میں ہے بنایا (زبور ۱۴۶-۶) (ج) وُہ خداوند فرماتا ہے جو آسمان کو پھیلاتا ہے اور زمین کی نیو ڈالتا ہے اور انسان کے اندر اس کی رُوح پیدا کرتا ہے (زکریا ۱۲-۱) جب حضرت مسیحؑ نے کچھ بنایا ہی نہیں تو پھر وہ خالق کیسے

Marfat.com

ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وُہ خود پیدا کیا گیا تھا۔ کیونکہ اُس میں بھی روح اللہ نے ہی ڈالی تھی یہی وجہ ہے کہ پیدا کرنے والا اور پیدا نہ کرنے والا کبھی برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ خالق اور مخلوق میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے۔ جو اس فرق کو بھی نہیں سمجھ سکتا وُہ حقیقتاً اپنے آپ کو انسانی درجہ سے گرا کر حیوان ہے۔

عیسائیوں کا نانواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کا عالم الغیب ہونا۔

اس غلط عقیدہ کے ثبوت میں بھی کوئی دلیل پیش نہیں کی جاتی۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ کا اپنا قول ہے کہ قیامت کے دن کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا یہ آیت اس پر شاہد ہے "لیکن اُس دِن یا اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ"۔ (مرقس ۱۳۔ ۳۲) علم غیب کا ہونا تو بڑی چیز ہے حضرت مسیحؑ تو پھلوں کے موسم کو بھی نہیں پہچان سکتے تھے صرف پتوں سے ہی دھوکا کھا گئے جیسا کہ اِن آیات سے ثابت ہوتا ہے "دوسرے دِن جب وہ بیت عنیاہ سے نکلے اُس کو بھوک لگی اور وہ دُور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اُس میں کچھ پائے مگر جب اُس کے پاس پہنچا تو پتوں کے سوائے کچھ نہ پایا کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا (مرقس ۱۱۔ ۱۲ و ۱۳) حضرت مسیحؑ بھوک سے اتنے بے تاب تھے کہ دُور سے اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ درخت میں سوائے پتوں کے پھل نہیں کیونکہ وہ پھل کا موسم نہ تھا

Marfat.com

مگر خواہ مخواہ بد دُعا کر کے اس درخت کو سُکھا دیا حالانکہ اس میں درخت کا کوئی قصور نہ تھا" اُس سے کہا کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے اور انجیر کا درخت اُسی دم سُوکھ گیا (متی ۲۱ - ۱۹) کیا ہی اچھا ہوتا کہ بد دُعا دینے کی بجائے یہ دُعا کرتے کہ ابھی درخت میں پھل لگ جائے تاکہ وہ کھا بھی لیتے دراصل بھوک کی شدت کی وجہ سے دُعا الٹی مانگی گئی۔

غرضیکہ اس واقعہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ عالم الغیب نہ تھا بلکہ ایک انسان ہی تھا کیونکہ خدا سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور اُسی کو علمِ غیب ہے جیسا کہ اِن آیات سے ثابت ہوتا ہے (الف) کیونکہ میری آنکھیں اُن کی ساری راہوں پر ہیں۔ وہ میرے چہرے سے پوشیدہ نہیں ہیں اور اُن کی شرارت میری آنکھوں سے چھپی نہیں ہے (یرمیاہ ۱۶ - ۱۷) (ب) کیا کوئی آدمی چھپی جگہوں میں اپنے آپ کو چھپا سکتا ہے کہ میں اُسے نہ دیکھوں خداوند کہتا ہے کیا آسمان اور زمین مجھ سے بھرے نہیں ہیں؟ (یرمیاہ ۲۳ - ۲۴)

عیسائیوں کا دسواں اِفترا۔ حضرت مسیحؑ کا تمام عمر کنوارے رہنا۔

بلاشبہ عیسائیوں کا عرصہ دراز سے یہ پروپیگنڈا ہے کہ جو شخص شادی نہیں کرتا اُس میں روحانیت زیادہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کو اُن نبیوں پر جنہوں نے شادی کی فضیلت دی جاتی ہے دراصل

Marfat.com

حضرت مسیحؑ کو یہودیوں کے خوف کی وجہ سے صلیب کے واقعہ سے پہلے چین کی زندگی گذارنا نصیب نہ ہوا یہ آیت اس پر گواہ ہے "یسوع نے اس سے کہا کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں رہتی ۸-۲۰ اگر حضرت مسیحؑ اطمینان کی زندگی گذارتے تو وہ ضرور مرتھا سے شادی کر لیتے کیونکہ وہ اس سے محبت کرتے تھے" یہ آیت اس پر شاہد ہے "اور یسوع مرتھا اور اس کی بہن اور لعزر سے محبت رکھتا تھا" یوحنا ۱۱-۵) البتہ صلیب کے واقعہ کے بعد جب حضرت مسیحؑ ہجرت کر کے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے ملک کشمیر میں آئے تو وہاں اطمینان کی زندگی بسر کرنے پر شادی کی کیونکہ بغیر شادی کے رہنا نہ صرف فطرت، عقل بلکہ مذہب کے بھی خلاف ہے یہی باعث ہے کہ جو مرد شادی نہ کرے اس کے متعلق بہت جلد یہ انگشت نمائی کی جا سکتی ہے کہ وہ نامرد ہے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی نبی نہیں بناتا۔ کیونکہ اس میں مردمی کا جوہر نہیں ہوتا گویا وہ اتنا ناقص ہوتا ہے کہ لوگوں کی راہنمائی کے لئے کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا چنانچہ عیسائی حضرت مسیحؑ کی زندگی کے شادی نہ کرنے کے نمونہ پر عمل کر کے دیکھ لیں کہ انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں عیسائیوں کا ایسا صفایا ہو جائے گا۔ کہ دنیا

Marfat.com

میں اللہ کا بیٹا کہنے والا کوئی نہ رہے گا۔

عیسائیوں کا گیارہواں افترا۔ حضرت مسیح کا صلیب پر مرنے سے لعنتی ہونا۔

اس باطل عقیدے کے ثبوت میں ان آیات کو پیش کیا جاتا ہے "کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون[1] ہے (استثنا ۲۱ - ۲۳) مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے (گلتیوں ۳ - ۱۳) بلاشبہ حضرت مسیح صلیب پر لٹکائے تو ضرور گئے تھے۔ مگر اس پر مرے نہیں بلکہ بے ہوش ہو گئے تھے جس کے ثبوت میں ذیل کے واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔ **پہلا واقعہ:۔** حضرت مسیح صلیب پر ایک روایت کے مطابق زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے اور دوسری روایت کے موافق کوئی قریباً دو گھنٹے رہے چنانچہ (مرقس ۱۵ - ۲۵) میں لکھا ہے "اور تیسرا گھنٹہ تھا کہ انہوں نے اس کو صلیب دی۔ اور سب انجیل نویس اس پر متفق ہیں۔ کہ نویں گھنٹے میں اسے صلیب سے اتارا گیا۔ اس کے برخلاف (یوحنا ۱۹ - ۱۴) میں لکھا ہے کہ چھٹے گھنٹے کے قریب ابھی پلاطوس نے فیصلہ

---

[1] دراصل مجرم کو قتل کر کے اس کی لاش کو درخت میں لٹکانے کا حکم ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کر کے نیک بنیں" اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے اور تو اسے درخت میں لٹکا دے تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اسی دن اسے دفن کر دینا (استثنا ۲۱ - ۲۲ و ۲۳) چونکہ حضرت مسیح کسی جرم کے مرتکب نہ تھے اس لئے اللہ نے انہیں قتل اور صلیب کی موت سے بچا لیا (باقی بر صفحہ ۷۸)

Marfat.com

بھی نہ کیا تھا تو اِس لحاظ سے نوّیں گھنٹے تک صلیب پر رہنے کے مشکل دو گھنٹے بنیں گے بہر حال دو یا چھ گھنٹے میں کوئی شخص اُس وقت کے قاعدہ کے مطابق مصلوب نہیں ہو سکتا تھا۔ **دوسرا واقعہ**۔ جب اس تمام واقعہ پر مؤرخانہ طور پر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ اُن پر ایسی حالت طاری ہو گئی تھی کہ لوگوں نے اُن کو مُردہ سمجھ لیا تھا اِس امر کی نظریں کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اترے ہیں تاریخ میں موجود ہیں چنانچہ ڈاکٹر کلارک نے متی کی انجیل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایسی کئی ایک مثالیں ہیں کہ شخص مصلوب کئی دن تک زندہ رہا ہے۔ **تیسرا واقعہ**۔ پس چونکہ تیاری کا دن تھا یہودیوں نے پیلاطس سے درخواست کی کہ ان کی ٹانگیں توڑ دی جائیں اور لاشیں اُتار لی جائیں تاکہ سبت کے دن صلیب پر نہ رہیں کیونکہ وہ سبت ایک خاص دن تھا۔ پس سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے شخص کی ٹانگیں توڑیں جو اُس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے لیکن جب انہوں نے یسوع

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷ تاکہ وہ لعنتی نہ ہونے پائیں اور یہودی اپنے مقصد میں ناکامیاب ٹھہریں چنانچہ ایسا ہی ہوا قرآن مجید کی یہ آیت اِس پر گواہ ہے وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (آل عمران ع ۶) اور (یہودیوں نے) تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ سب تدبیریں کرنیوالوں سے اچھا ہے (۳ - ۵۳) بلاشبہ اللہ کی بہتر تدبیر یہی تھی کہ حضرت مسیح کو صلیب کی لعنتی سے بچا لیا جائے اور بعد ازاں طبعی موت سے وفات دی جائے۔ چنانچہ اللہ کی تدبیر یہودیوں کی تدبیر پر غالب آئی اور حضرت مسیح صلیب کی موت سے نہ مرے بلکہ بعد ازاں

Marfat.com

کے پاس آکر دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں مگر اُن میں سے ایک سپاہی نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے خون اور پانی بہہ نکلا (یوحنا ۱۹ - ۳۱ تا ۳۶) حضرت مسیحؑ کے ساتھ جو دو چور صلیب پر کھینچے گئے تھے جب اُس کے ساتھ اُتارے گئے تو ابھی زندہ تھے لیکن اُن کی ٹانگیں توڑی گئیں تب موت واقع ہوئی اسی طرح حضرت مسیحؑ بھی صلیب سے اُتارے جانے پر مرے نہیں تھے بلکہ مثل مردہ کے ہو گئے تھے اور ان کی ٹانگیں بھی نہیں توڑی گئی تھیں جس سے موت واقع نہ ہوئی کیونکہ خون اور پانی کا پسلی سے بہہ نکلنا زندگی کا ثبوت تھا **چوتھا واقعہ**۔ جب شام ہو گئی تو اس لئے کہ تیاری کا دن تھا جو سبت سے ایک دن پہلے ہوتا ہے۔ ارمتیہ کا رہنے والا یوسف آیا جو عزت دار مشیر اور خود بھی خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا۔ اور جرأت سے پیلاطس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی۔ اور پیلاطس نے تعجب کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا۔ اور صوبہ دار کو بلا کر اُس سے پوچھا کہ اُس کو مرے ہوئے دیر ہو گئی؟ جب صوبہ دار سے حال معلوم کر لیا تو لاش یوسف کو دلا دی اُس نے ایک مہین چادر مول لی۔ اور لاش کو اُتار کر اُس چادر میں کفنایا اور ایک قبر کے اندر جو چٹان میں کھودی گئی تھی اُسے رکھا اور اُس قبر کے منہ پر ایک پتھر لڑھکا دیا۔ اور مریم مگدلینی اور یوسیس کی ماں مریم

Marfat.com

دیکھ رہی تھیں کہ وہ کہاں رکھا گیا ہے (مرقس ۱۵ - ۴۲ تا ۴۷) صاف ظاہر ہے کہ جب حضرت مسیحؑ کو صلیب سے اُتارا گیا تو اس کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا گیا جو عام مجرموں کے ساتھ ہوتا تھا بلکہ اس کے لئے چٹان کے بیچ میں ایک علیحدہ قبر اس کے ایک شاگرد یوسف نامی نے تیار کر رکھی تھی جو فی الحقیقت ایک کمرہ تھا جس کے سامنے صرف ایک پتھر رکھ دیا گیا حالانکہ مردہ کو دفن کرنے کا یہ طریقہ یہودیوں میں نہ تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ کوئی رسم تجہیز و تکفین کی حضرت عیسےٰ کے ساتھ عمل میں نہ آئی

پانچواں واقعہ۔ جب سبت کا دن گذر گیا تو مریم مگدلینی اور یعقوب کی ماں مریم اور سلومی نے خوشبودار چیزیں مول لیں تاکہ آکر اُس پر ملیں۔ وہ ہفتے کے پہلے دن بہت سویرے جب سورج نکلا ہی تھا۔ قبر پر آئیں۔ اور آپس میں کہتی تھیں کہ ہمارے لئے پتھر کو قبر کے منہ پر سے کون لڑھکائے گا جب اُنہوں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ پتھر لڑھکا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ بہت ہی بڑا تھا۔ (مرقس ۱۶ - ۱ تا ۴) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پتھر کو ہٹا کر حضرت مسیحؑ کو اندر سے نکالا گیا تھا اگر وہ معجزہ کے طور پر قبر سے نکلتے تو پھر پتھر کو ہٹانے کی کوئی ضرورت نہ پڑتی

چھٹا واقعہ۔ یہ کہہ کر وہ پیچھے پھری اور یسوع کو کھڑے دیکھا اور نہ پہچانا کہ یہ یسوع ہے یسوع نے اُس سے

Marfat.com

کہا اے عورت تو کیوں روتی ہے کس کو ڈھونڈتی ہے اُس نے باغبان سمجھ کر اُس سے کہا کہ میاں اگر تو نے اُس کو یہاں سے اُٹھا لیا ہو تو مجھے بتا دے کہ اُسے کہاں رکھا ہے تاکہ میں اُسے لے جاؤں (یوحنا ۲۰-۱۵) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے بھاگنے کے لئے باغبان کا بھیس بدل لیا تھا۔ ساتواں واقعہ۔ پھر اُس (یسوع) نے توما سے کہا کہ اپنی اُنگلی پاس لا کر میرے ہاتھوں کو دیکھ اور اپنا ہاتھ پاس لا کر میری پہلی میں ڈال اور بے اعتقاد نہ ہو بلکہ اعتقاد رکھ (یوحنا ۲۰-۲۷) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ اسی زخمی جسم کے ساتھ تھے۔ گویا صلیب کی لعنتی موت سے بچ نکلے تھے چنانچہ کئی دن بعد جب شاگردوں نے مسیحؑ کو دیکھا تو اُس کے ہاتھوں میں کیلوں کے نشان بھی دیکھے۔ آٹھواں واقعہ۔ وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ یسوع آپ اُن کے بیچ میں آ کھڑا ہوا اور اُن سے کہا۔ تمہاری سلامتی ہو مگر اُنہوں نے گھبرا کر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی روح کو دیکھتے ہیں اُس نے اُن سے کہا کہ تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہوں۔ مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔ اور یہ کہہ کر اُس نے اُنہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے۔ اب مارے خوشی

Marfat.com

کے اُن کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اُس نے اُن سے کہا۔ کیا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے اُسے بھنی ہوئی مچھلی کا قتلہ دیا اُس نے لے کر اُن کے روبرو کھایا (لوقا ۲۴-۳۶ تا ۴۳) جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا یہی خاکی جسم تھا جب آپ واقعہ صلیب کے بعد اپنے شاگردوں سے ملے اور آپ نے کھانا بھی کھایا۔

نانواں واقعہ۔ اور دیکھو یسوع اُنہیں ملا اور کہا سلام انہوں نے پاس آکر اُس کے قدم پکڑے اور اُسے سجدہ کیا۔ اس پر یسوع نے اِن سے کہا ڈرو نہیں۔ جاؤ میرے بھائیوں کو خبر دو تاکہ گلیل کو چلے جائیں۔ وہاں مجھے دیکھیں گے (متی ۲۸-۹-۱۰) جس سے صریحاً ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے گلیل کو پیدل سفر کیا۔ اگر آسمان پر ہی اٹھایا جاتا تھا۔ تو پھر سفر کرنیکی کوئی ضرورت نہ تھی۔ غرضیکہ مذکورہ بالا واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ پر ہرگز نہیں مرے بلکہ زخمی ہونے کی وجہ سے بے ہوش ہو کر مثل مردہ ہو گئے تھے اور بعد ازاں زخموں کا علاج کرانے سے ہوش و حواس قائم ہو گئے **دسواں واقعہ**۔

اور ہم میں سے چند عورتوں نے بھی ہم کو حیران کر دیا ہے جو سویرے ہی قبر پر گئی تھیں۔ اور جب اس کی لاش نہ پائی تو یہ کہتی ہوئی آئیں کہ ہم نے رویا میں فرشتوں کو بھی دیکھا انہوں نے کہا کہ وہ زندہ ہے (لوقا ۲۴-۲۲)

Marfat.com

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح صلیب کی موت سے ہرگز نہیں مرے تھے

عیسائیوں کا بارہواں افترا حضرت مسیح کے زندہ رہنے کے نشان

(۱) حضرت مسیح نے اپنی زندگی میں کئی بار یہودیوں سے یہ کہا تھا۔ کہ جیسے حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے اسی طرح میں بھی زمین کے اندر رہوں گا یہ آیات اس پر گواہ ہیں اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا اے استاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں اس نے جواب دے کر ان سے کہا کہ اس زمانے کے برے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یونس نبی کے نشان کے سوائے کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہے ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا (متی ۱۲-۳۸ تا ۴۰)

لہ اگر یہودی اور عیسائی اس پیشگوئی کو سچی سمجھ کر یہ تسلیم کر لیں کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے بلکہ بے ہوش ہو گئے تھے تاکہ زمین کے اندر زندہ رہ کر نشان دکھا سکیں تو پھر یہودیوں کے اس عقیدے کی کہ حضرت مسیح صلیب پر مرنے کی وجہ سے لعنتی ہوا لہٰذا وہ جھوٹا نبی تھا اور عیسائیوں کے اس عقیدے کی کہ وہ صلیبی موت سے لعنتی تو ضرور ہوا مگر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا خود بخود تردید ہو جاتی ہے چونکہ وہ اپنے اپنے عقائد کو بدلنا نہیں چاہتے لہٰذا دونوں ہی اس پیشگوئی کو یہ کہہ کر حضرت مسیح نے زمین میں زندہ رہ کر نشان نہیں دکھایا جھوٹا ٹھہراتے ہیں اور اہل اسلام بھی یہ کہہ کر کہ حضرت مسیح صلیب پر لٹکائے جانے سے پہلے ہی بغیر وقت پائے کے زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے اس پیشگوئی کو جھٹلاتے ہیں گویا ان تینوں کے لئے اپنے موجودہ عقائد کو بدلنا تو بہت مشکل مگر اس پیشگوئی کو جھٹلانا بہت آسان ہے (افسوس عیسائی خود غرضی کی بنا پر حضرت مسیح کو اپنے گناہوں کا ذمہ دار بناتے ہیں۔ ص ۴۴)

Marfat.com

حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں زندہ ہی رہے اسی طرح حضرت مسیحؑ بھی زمین کے اندر زندہ ہی رہے کیونکہ زمین کے اندر مر کر رہنا کوئی نشان نہیں ہو سکتا صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر نہیں مرے بلکہ زندہ ہی رہے۔ گرچہ بے ہوش ہو گئے تھے تاکہ یہ نشان دکھا سکیں۔ چنانچہ مقدس انجیل میں صاف لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے صلیب کی لعنتی موت سے بچنے کے لئے بہت سی دعائیں مانگیں یہ آیات اس پر شاہد ہیں۔ (الف) اُس وقت یسوعؑ اُن کے ساتھ گتسمنی نام ایک جگہ میں آیا اور اپنے شاگردوں سے کہا یہیں بیٹھے رہنا جب تک کہ میں وہاں جا کر دعا کروں اور پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر غمگین اور بیقرار ہونے لگا اُس وقت اُس نے اُن سے کہا میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ

کفارہ قرار دینے کے لئے ہی کہتے ہیں کہ وہ صلیب کی لعنتی موت سے ہی مرا گویا اُن کی دعاؤں کی قبولیت کا ہی صاف انکار کرتے ہیں اور اتنا بھی خیال نہیں کرتے کہ اگر ان کی دردبھری دعائیں قبول نہ ہوئیں تو پھر اور کس کی سُنی جائیں گی علاوہ ازیں صلیب سے اُتارے جانے کے بعد کے واقعات کو بھی صحیح تو تسلیم کر لیتے ہیں مگر عقیدہ یہی رکھتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ صلیب کی موت سے ہی مر کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوا صاف ظاہر ہے کہ اپنے عقیدے کو واقعات کے ساتھ تطبیق نہیں دیتے اور نہ اُن کی دعاؤں کو مدنظر رکھتے ہیں بلکہ یہ عقیدہ بنا لیتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ زمین کے اندر تین رات دن مرے رہنے کے بعد مُردوں سے جی اُٹھا حالانکہ یہ تین رات دن زمین کے اندر زندہ ہی رہنے کا نشان تھا تا اُن کی مذکورہ بالا پیشگوئی پوری ہو کر رہے۔

Marfat.com

جاگتے رہو پھر ذرا آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر یوں دُعا کی کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے تو بھی نہ جیسا میں چاہتا ہوں بلکہ جیسا تُو چاہتا ہے ویسا ہی ہو پھر شاگردوں کے پاس آکر اُن کو سوتے پایا اور پطرس سے کہا تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے جاگو اور دُعا کرو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے پھر دوبارہ اُس نے جا کر یوں دُعا کی کہ اے میرے باپ اگر یہ میرے پیئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو اور آکر انہیں پھر سوتے پایا کیونکہ اُن کی آنکھیں نیند سے بھاری تھیں اور اُن کو چھوڑ کر پھر چلا گیا اور پھر وہی بات کہہ کر تیسری بار دُعا کی (متی ۲۶ - ۳۶ تا ۴۴) (ب) اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اُس سے دُعائیں اور التجائیں کیں جو اُس کو موت سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب سے اُس کی سُنی گئی (عبرانیوں ۵ - ۷) حقیقتاً حضرت مسیحؑ صلیب کی لعنتی موت سے ڈرتے تھے اس لئے اُس سے بچنے کے لئے تہ دل سے دُعائیں مانگتے تھے یہی وجہ ہے کہ اُن کی دردبھری دُعائیں سُنی گئیں اور قتل اور صلیب کی موت سے بچا لئے گئے چنانچہ دنیا بھر میں سر سید احمد مرحوم و مغفور کے ہم خیال ایک ہی جماعت احمدیہ ہے جو اس پیشگوئی کے

لہ یقیناً اُن کی (انتظار دی) کی حالت کی ایسی دعائیں قبول ہوئیں اور خدا نے اُن کو سچا اور جھوٹا ہونے کے

سچا ہونے کا یقین رکھتی ہے اور علانیہ کہتی ہے کہ یہ پوری ہو گئی کیونکہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے بلکہ بے ہوش ہو گئے تھے تاکہ زمین کے اندر زندہ رہنے کا نشان دکھا سکیں چنانچہ وہ زمین کے اندر زندہ ہی رہے اور زندہ ہی نکلے اور بعد ازاں طبعی موت سے فوت ہوئے جیسا کہ حضرت یوسفؑ کنواں میں زندہ ہی رہے اور زندہ ہی نکلے اور بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے۔

عیسائیوں کا تیرھواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت کو اپنے گناہوں کا کفارہ

اس باطل عقیدے کی تردید میں ذیل کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔(۱) جب حضرت مسیحؑ صلیب پر مرے ہی نہیں جیسا کہ انجیل شریف سے ثابت کیا گیا ہے تو پھر اُن کی موت عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ کیونکر ہو سکتی ہے؟ (۲) حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے پہلے جتنی قومیں گذری ہیں اُن کے گناہوں کے لئے کسی انسان کی موت کفارہ نہ تھی تو پھر عیسائیوں کے لئے حضرت مسیحؑ کی موت کیونکر کفارہ ہو سکتی ہے جبکہ خدا کا قانون بدلتا ہی نہیں اور نہ وہ خود ناانصافی سے کام لیتا ہے (۳) جس زمین پر حضرت مسیحؑ کا خون گرا تھا اس کی پہلی حالت میں تو کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو پھر اس کا خون گنہگاروں کی حالت کیسے بدل سکتا ہے؟ کیونکہ ان کی حالت تو اُسی وقت تبدیل ہو سکتی ہے جب وہ خود توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں

Marfat.com

یا اپنے جرائم کی سزا پائیں جیسا کہ ذیل کی آیات سے ثابت ہوتا ہے۔
(الف) "میں نے تجھ پاس اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور میں نے اپنی بدکاری نہیں چھپائی۔ میں نے کہا میں خداوند کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کروں گا سو تو نے میری بدذاتی کے گناہ کو بخش دیا (زبور ۳۲-۵)
(ب) وہ جو اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے کامیاب نہ ہوگا پر وہ جو گناہ کا اقرار کرتا ہے اُسے چھوڑ دیتا ہے اس پر رحمت ہوگی (امثال ۲۸-۱۳)
(ج) "لیکن اگر شریر اپنی ساری خطاؤں سے جو اس نے کی ہیں باز آئے اور میرے سارے حکموں کو حفظ کرے اور جو کچھ شرع میں درست و روا ہے کرے تو وہ یقیناً جئے گا۔ وہ نہ مرے گا۔ (حزقی ایل ۱۸-۲۱)
(د) تو ان سے کہہ کہ خداوند یہوواہ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی حیاتی کی قسم کہ شریر کے مرنے میں مجھے کوئی خوشی نہیں بلکہ اس میں ہے۔ کہ شریر اپنی راہ سے باز آئے اور جئے۔ باز آؤ تم اپنی بدی سے باز آؤ تم کاہے کو مرو گے اے اہل اسرائیل (حزقی ایل ۳۳-۱۱)۔
(ہ) پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں۔ (اعمال ۳-۱۹) جب توبہ کرنے اور رجوع لانے سے ہی گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو پھر حضرت مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے کی کوئی حاجت نہ رہی کیونکہ راستبازی سے ہی انسان خدا کی بادشاہت میں داخل ہو

Marfat.com

سکتا ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے (ص) "کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں کی راستبازی سے زیادہ نہ ہوگی تو تم آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگے (متی ۵ - ۲۰) صاف ظاہر ہے کہ اگر انسان خود راستباز نہ ہو تو پھر ایسی حالت میں حضرت مسیح کا کفارہ اسے کچھ فائدہ نہیں دے گا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے - (ش) کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہت کے وارث نہ ہوں گے - فریب نہ کھاؤ نہ حرام کار - خدا کی بادشاہت کے وارث ہوں گے - نہ زناکار - نہ عیاش - نہ لونڈے باز - نہ چور نہ لالچی - نہ شرابی نہ گالیاں بکنے والے نہ ظالم (۱ کرنتھیوں ۶ - ۹ - ۱۰)

اگر عیسائی صاحبان حضرت مسیح کے کفارہ پر ایمان لا کر بھی یہ ممنوع کام کرتے رہیں تو پھر بھی کفارہ انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا بلکہ بغیر سزا پائے ہرگز نہ رہ سکیں گے یہ آیت اس پر شاہد ہے (ص) کیونکہ حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی ہاں عدالت کا ایک ہولناک انتظار اور غضبناک آتش باقی ہے جو مخالفوں کو کھائے گی (عبرانیوں ۱۰ - ۲۶) چنانچہ مشہور مثال ہے جو کرے گا بھرے گا - درحقیقت حضرت مسیح کا کفارہ عیسائیوں کو برے کام کرنے پر اس خیال سے بھی زیادہ دلیر بناتا ہے کہ انہیں اپنے گناہوں کی کوئی سزا نہیں ملے گی - کیونکہ سزا کا بوجھ تو خود حضرت مسیح اٹھائیں گے - "گویا بند کے اندر ہے جنت ہاتھ سے نہ گئی" کے مصداق ہوں گے جس پر یہ مثال صادق آتی ہے "کرے کوئی اور بھرے کوئی" بیمار تو پطرس ہو مگر دوائی یوحنا تندرست کو پلائی جائے یہ ہے کفارے کا فلسفہ جس پر عیسائیوں کو بڑا ناز ہے - حالانکہ شریر دوزخ میں ڈالے جائیں گے یہ آیت اس پر گواہ ہے (ص) "شریر پلٹائے جاکے جہنم میں ڈالے جائیں گے وہ ساری قومیں جو خدا کو بھول جاتی ہیں (زبور ۹ - ۱۷) بلاشبہ انسان کے جیسے کام ہوں

گے ویسا ہی اجر ملے گا یعنی جو کچھ بوئے گا وہی کاٹے گا (گلتیوں ۶-۷)

عیسائیوں کا چودھواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کا صلیبی موت کے بعد آسمان پر اٹھایا جانا

اس کے ثبوت میں یہ آیات پیش کی جاتی ہیں (الف) "غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا اور خدا کی دہنی طرف بیٹھ گیا۔" (مرقس ۱۶-۱۹) "خدا جانے آسمان پر دیکھنے کو گیا تھا کہ حضرت مسیح خدا کی دہنی طرف بیٹھا یا بائیں طرف؟" (ب) "جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا" (لوقا ۲۴-۵۱) (ج) "یہ کہہ کر وہ ان کے دیکھتے دیکھتے اوپر اٹھا لیا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپا لیا" (اعمال ۱-۹) "آسمان پر کون لے گیا تھا؟" آخر کوئی لے جانے والا بھی چاہئے کیونکہ جسم خود بخود تو اوپر نہیں جا سکتا۔ علاوہ ازیں جس آیت سے مذکورہ بالا آیات کی تردید ہوتی ہے اسے ہرگز پیش نہیں کیا جاتا "اور میں اگر زمین سے اونچے پر چڑھایا جاؤں گا تو سب کو اپنے پاس کھینچوں گا" (یوحنا ۱۲-۳۲) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے کیونکہ انہوں نے تو اپنے جسم کے ساتھ اپنے پاس آسمان پر نہیں اٹھایا اگر خدا کو حضرت مسیحؑ کا آسمان پر لے جانا منظور ہوتا تو پھر ان کی گرفتاری سے پہلے ہی انہیں آسمان پر اٹھا لیتا تاکہ وہ صلیب پر چڑھائے جانے اور زخمی ہونے کی تکالیف سے بچ جاتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب حضرت مسیحؑ صلیب کی موت سے بچ نکلے تو یہودیوں نے دوبارہ ان کے پکڑنے کا ارادہ کیا تو عیسائیوں نے یہ پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیحؑ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا جس کی تائید یہ واقعہ تھا کہ یہودی ان کے دوبارہ پکڑنے کے درپے تھے چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ یہودی بھی اس بات کے قائل تھے کہ ایلیا نبی آسمان پر اٹھا لیا گیا یہ آیت اس پر گواہ ہے اور ایلیاہ بگولے میں ہو کر آسمان پر جاتا رہا (۲ سلاطین ۲-۱۱) لہٰذا انہوں نے عیسائیوں کے اس اعلان کو صحیح سمجھ کر حضرت مسیحؑ کو دوبارہ پکڑنے کی کوئی زحمت گوارا نہ کی تو عیسائی اپنے پروپیگنڈا میں بخوبی کامیاب ہو گئے دراصل عیسائی جوڑ توڑ لگا کر اپنے مذہب

عیسائیوں کا پندرھواں افترا۔ حضرت مسیحؑ کا آسمان سے اترنا

اس کے ثبوت میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے "اے گلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح پھر آئے گا جس

Marfat.com

طرح صلیب نے اُسے آسمان پر جاتے دیکھا ہے (اعمال ۱-۱۱) مگر وہ آیات جو اس کے خلاف پڑتی ہیں ہرگز پیش نہیں کی جاتیں "تھوڑی دیر باقی ہے کہ دنیا مجھے پھر نہ دیکھے گی" (یوحنا ۱۴-۱۹) راستبازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے (یوحنا ۱۶-۱۰) اگر حضرت مسیحؑ دوبارہ دنیا میں آجائیں تو پھر ان کے یہ اقوال جھوٹے ٹھہرتے ہیں یہی سبب ہے کہ ان کے دوبارہ آنے کے متعلق ان کی پیشگوئیاں کبھی پوری نہ ہوئیں۔ (الف) کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا اس وقت ہر ایک کو اس کے کاموں کے مطابق بدلہ دے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اس کی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے" (متی ۱۶-۲۷، ۲۸، مرقس ۹-۱ لوقا ۹-۲۷) (ب) یسوع نے اس سے کہا اگر میں چاہوں کہ یہ میرے آنے تک ٹھہرا رہے تو تجھ کو کیا؟ (یوحنا ۲۱-۲۲) یہ پیشگوئیاں اُس زمانے کے بعض لوگوں کی زندگی میں ہی پوری ہو جانی چاہئے تھیں مگر افسوس آج تک پوری نہ ہوئیں اور نہ ہوں گی۔ کیونکہ ابن آدم اپنی بادشاہت اور جلال میں نہ آیا اور نہ ہی آئے گا (ج) اور اب بہت ہی تھوڑی مدت باقی ہے کہ آنیوالا آئے گا دیر نہ کرے گا (عبرانیوں ۱۰-۳۷) (د) تم بھی صبر کرو اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھو کیونکہ خداوند کی آمد قریب ہے (یعقوب ۵-۸) (ہ) دیکھو وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا ہے اور ہر ایک آنکھ اُسے دیکھے گی اور جنہوں نے اسے چھیدا تھا وہ بھی دیکھیں گے اور زمین کے سب قبیلے اس کے سبب سے چھاتی پیٹیں گے (مکاشفہ ۱-۷) (س) میں جلد آنے والا ہوں (مکاشفہ ۳-۱۱) (ش) جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ بیشک میں جلد آنے والا ہوں۔ آمین۔ اے خداوند یسوع آ (مکاشفہ ۲۲-۲۰) آخر جلد آنے کے کیا معنی ہیں قریباً دو ہزار سال گذر گئے مگر حضرت مسیح ابھی تک نہ آیا حالانکہ جنہوں نے اُسے چھیدا تھا وہ بھی مر گئے مگر عیسائی ابھی تک اُن کے آنے کے منتظر ہیں اسی طرح یہودی بھی ایلیا نبی کے آسمان سے آنے کے انتظار میں ہیں یہ آیت اس پر شاہد ہے "دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا (ملاکی ۴-۵) ایلیاہ نبی بھی آجتک نہ آیا گویا یہ پیشگوئیاں کبھی پوری نہ ہوئیں اب حضرت ایلیاہ اور حضرت مسیحؑ کی انتظار کرنا کوئی عقلمندی نہیں کیونکہ مرا ہوا شخص کبھی بھی دنیا میں واپس نہیں آسکتا۔

تیسرا باب حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق مسلمانوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ

پیش لفظ ثانی

تیسری صدی عیسوی میں جب عیسائیوں نے یہ دیکھا کہ حضرت مسیحؑ کو یوسف بڑھئی کا بیٹا ماننے اور منوانے سے عیسائی مذہب کوئی ترقی نہیں کر سکتا تو پھر اُن کے سروں میں یہ خیال سمایا کہ حضرت مسیحؑ کا درجہ[1] بڑھا کر انہیں اللہ کا بیٹا ٹھہرایا جائے تاکہ عیسائیت کو ترقی دینے کا کوئی راستہ نکل آئے چنانچہ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ حضرت مسیحؑ روح القدس کے حمل سے بغیر باپ کے کنواری مریمؑ سے پیدا ہوا لہٰذا وہ خدا کا بیٹا جس کی بنیاد

---

[1] چنانچہ قرآن مجید کے نزول کے دوران میں بھی حضرت مسیحؑ کے متعلق غلو کیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ اہل کتاب کو دین میں مبالغہ کرنے کی ممانعت کی گئی یہ آیت اس پر شاہد ہے یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (النساء ع ۲۳) اے کتاب والو اپنے دین میں غلو مت کرو اور اللہ کی نسبت سوائے سچ کے اور کچھ نہ کہو (۴ - ۱۷۱) جس سے مسلمانوں کو بھی یہ سکھلایا گیا کہ اپنے دین میں مبالغہ نہ کریں یہ حدیث اس پر گواہ ہے عَنْ عُمَرَ یَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ حضرت عمرؓ سے روایت ہے وہ منبر پر کہتے تھے کہ میں نے نبیؐ کو سنا فرماتے تھے کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے ابن مریمؑ کے حق میں کیا ہے میں صرف اللہ کا بندہ ہوں پس تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول (بخاری کتاب الانبیاء) اب مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ جیسے عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے متعلق مبالغہ کرتے ہیں ویسے ہی مسلمان بھی جس نے نبوت میں عیسائی تو انجیل شریف کی آیات (باقی بر ص ۹۲)

Marfat.com

مقدس بائبل کی ان آیات پر رکھی گئی (الف) دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی۔ اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھیگی (یسعیاہ ۷-۱۴) بلاشبہ تمام عورتوں کو جب پہلا حمل ہوتا ہے تو وہ کنواری ہوتی ہیں اس میں حضرت مریمؑ کی کوئی خصوصیت نہیں چنانچہ پیشگوئی میں یہ ہرگز نہیں کہا گیا تھا کہ حمل بغیر مرد کے ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ آیت حضرت مسیحؑ کی پیدائش پر چسپاں بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اُن کی ماں نے اس کا نام عمانوایل نہیں رکھا اور نہ خود اس نے کبھی اپنی زندگی میں اپنے آپ کو اس نام سے پکارا۔ (ب) اب یسوعؑ مسیحؑ کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو اُن کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی (متی ۱-۱۸) اگر روح

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱ پیش کرتے ہیں اور مسلمان قرآن پاک کی۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسا مبالغہ کرنے والے مسلمانوں نے اللہ اور رسول کی نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ نے خود کھلے لفظوں میں یہ کہا ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور اپنی زندگی میں یہ بھی کہا کہ میں روح القدس یا اللہ کی قدرت کے حمل سے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے خدائی صفات رکھتا ہوں لہٰذا میں خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا اوتار ہوں دراصل حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے متعلق غلو کرنے کی یہ وجہ تھی کہ کسی طرح اُن کا درجہ بڑھا کر دوسرے نبیوں پر فضیلت دی جائے جس کی تائید اب مسلمان بھی کر رہے ہیں اور قرآن کریم پر ایمان کا دعوے بھی رکھتے ہیں حالانکہ اس غلو کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں ہی یہ کہنے والے لوگ پیدا ہو گئے کہ آنحضرت بشر نہ تھے اور جو ان کو انسان کہے وہ کافر جو سراسر اس آیت کے خلاف ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَا (باقی بر صفحہ ۹۳)

Marfat.com

القدس کو حضرت مریمؑ کا اپنی قدرت سے حاملہ کر دینا منظور ہوتا۔ تو پھر وہ منگنی سے پہلے ہی کر دیتا تاکہ حمل کے متعلق کسی کو کوئی شک ہی پیدا نہ ہوتا کیونکہ منگنی کے بعد حضرت مریمؑ کے حمل کے متعلق یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ آیا یہ حمل اس کے خاوند یوسف نے کیا یا روح القدس نے۔ چونکہ حضرت مسیحؑ کی شکل و شباہت انسان سے ملتی تھی اور ان میں انسانی خواص تھے لہٰذا وہ حضرت مریمؑ کے خاوند یوسف بڑھئی کے حمل سے ہی پیدا ہوئے اسی وجہ سے انہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہہ کر پکارا۔ انجیل کی بہت سی آیات اس پر گواہ ہیں حضرت مسیحؑ میں روح القدس کی صفات کا نہ ہونا اور صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ روح القدس کی قدرت کے حمل سے بغیر مرد کے پیدا نہیں ہوئے۔ جب عیسائیوں نے حضرت مریمؑ کے حمل کو روح القدس کی طرف منسوب کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ "مسیحؑ خدا کا بیٹا" تو ان کی ضد میں آکر یہودیوں نے یہ کہنا شروع

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲ ۱۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکہف ع ۱۲) کہ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں لیکن میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے (۱۸:۱۱۰) جس سے مصنف کو بھی یہ سکھلایا گیا ہے کہ تم رسول اللہ کی پیروی تو کر سکتے ہو کیونکہ تمہاری اور اس کی پیدائش مادہ تو بہت ہوئی۔ لیکن حضرت مسیحؑ جو تمہارے اعتقاد میں بطن سے پیدا نہ ہونے کی وجہ سے بشر نہ تھا بلکہ خدا تھا اس کی پیروی تم نہیں کر سکتے ہو۔ کیونکہ بشر کو تو بشر رسول کی پیروی کرنی پڑتی ہے تاکہ وہ لوگوں کے لئے اسوہ حسنہ کا کام دے جو نہ اس پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے اس وجہ سے وہ عام انسانوں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

کر دیا کہ حضرت مریمؑ نے اُسے ناجائز طور پر حمل میں لیا اور اُن پر یہ بہتان باندھا کہ اُن کا ناجائز تعلق پنتھرا ٹالی کے ساتھ تھا لہٰذا مریمؑ اور مسیحؑ میں شیطانی رُوح تھی چونکہ یہ غلط عقائد تیسری صدی عیسوی میں یہودیوں اور عیسائیوں نے ایک دوسرے کی مخالفت میں آکر اختیار کر لئے تھے یہی وجہ ہے کہ اِن کی تردید انجیل شریف میں نہیں کی گئی بلکہ قرآن مجید میں کی گئی جو بعد ازاں نازل ہوا چنانچہ قرآن حکیم نے ثالث بن کر دونوں کے عقائد کو باطل ٹھہرایا اور یہ فیصلہ کر دیا کہ خدا کی کوئی بیوی نہیں جس کو وہ حمل کرے لہٰذا حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا نہیں۔ اور حضرت مریمؑ پاک تھیں، انہوں نے ناجائز طور پر حمل نہیں لیا صاف ظاہر ہے کہ جب ناجائز حمل کی تردید کی جائے تو پھر جائز حمل ہی رہ جاتا ہے کیونکہ اس حمل سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا جس سے حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے حضرت مسیحؑ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر کوئی بحث نہیں کی اور نہ ہی اس کے باپ کا نام بتلایا کیونکہ قرآن پاک کے نزول کے دوران میں بھی عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان حضرت مسیحؑ کے باپ کے متعلق کوئی جھگڑا نہ تھا۔ بلکہ متنازعہ فیہ مسئلہ حضرت مریمؑ کا حمل ہی تھا جسے عیسائی روح القدس کی طرف منسوب کر کے حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا ٹھہراتے ہیں اور یہودی اُسے پنتھرا ٹالی کی طرف منسوب کر کے ناجائز قرار دیتے ہیں

Marfat.com

اور حضرت مریمؑ پر بہتان باندھتے ہیں۔ لہٰذا قرآن حکیم نے یہ کہہ کر کہ حضرت مسیحؑ جائز انسانی حمل سے پیدا ہوئے دونوں کی تردید کر دی[1]

افسوس برادران اسلام نے رسول اللہ کی وفات کے بعد یہودیوں کی مخالفت کر کے عیسائیوں کی تائید میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مریمؑ کنواری کو بغیر مرد کے اللہ کی قدرت سے حمل ہوا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائیوں کو اپنا باطل عقیدہ "مسیحؑ خدا کا بیٹا" دنیا میں پھیلانے کا خوب موقع مل گیا کیونکہ وہ اس عقیدے کی یہ کہہ کر کہ جس نے حمل کیا بیٹا اسی کا۔ بڑی سرگرمی سے اشاعت کرتے ہیں۔ اور مسلمان اس کی کوئی تردید نہیں کر سکتے اور اگر اس کی تردید میں یہ کہہ بھی دیں کہ حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا نہیں تو پھر نصرانی فوراً ان سے

---

[1] نصرانی تو روح القدس پر یہ الزام کرتے ہیں کہ اس نے اپنی قدرت سے حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے حمل دیا جس سے حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے لہٰذا وہ خدا ہوئے۔ افسوس اس باطل عقیدے کی برائیوں پر مسلمانوں کی نظر نہیں پڑتی حالانکہ اس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے متعلق یہ تصور پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ صاحب اولاد ہے جس کی نہ صرف بیوی بلکہ بیٹا بھی ہے۔ پہلے عیسائیوں کے باطل عقیدے کی تردید کا فن یہ آیت اس پر شاہد ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ کہہ دو اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی سے جنا گیا۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں (۱۱۲ - ۱ تا ۴) اس آیت میں نہ صرف اللہ کے بیٹے کی بھی یہ بے اعتباری کی گئی ہے بلکہ اللہ کے بیٹا بیٹی ہونے سے اللہ کی ذات اور صفات پر زد پڑتی ہے جو دنیا میں شرک کی بنیاد (باقی ۱۶)

یہ پوچھتے ہیں کہ اس کا باپ کون تھا جس کے جواب میں مسلمان یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس کے جواب میں عیسائی یہ کہہ دیتے ہیں کہ جو بچہ بن باپ کے اور بغیر نطفہ کے خدائی قدرت کے حمل سے پیدا ہوتا ہے اس کا باپ خدا ہوتا ہے کیونکہ بیٹے کا تعلق حمل کرنیوالے سے ہوتا ہے غرضیکہ ایسے مسلمان بجائے عیسائیوں کو شکست دینے کے خود شکست کھا جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کو عیسائیت پر غالب نہیں کر سکتے حالانکہ عیسائیوں کو شکست دینے کے لئے یہ حربہ نہایت ہی کارگر ہے کہ ان کے اس سوال "حضرت مسیح کا باپ کون تھا" کے جواب میں فوراً یہ کہہ دیا جائے کہ اس کا باپ یوسف نجار جو مریم کا شوہر تھا۔ (متی ۱-۱۶) اور حضرت مسیح جائز طور پر انسانی حمل سے پیدا ہوئے جس سے نہ صرف یہودیوں کے بہتان بلکہ عیسائیوں کے باطل عقیدے کی بھی تردید ہو جاتی ہے اور مذہب عیسویت کی اشاعت میں بڑی سخت رکاوٹ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۵۔ قائم ہو جاتی ہے کیونکہ بیٹا باپ کی اولاد میں شامل ہو جاتا ہے لہٰذا اس کی بھی تردید کی گئی یہ آیت اس پر گواہ ہے وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ (بنی اسرائیل ع ۱۲) اور کہہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے بیٹا نہیں بنایا اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے (۱۷-۱۱۱) باوجود ایسی زبردست تردید کے پھر بھی اکثر مسلمان قرآن مجید کی بہت سی آیات سے یہی غلط نتائج نکالتے ہیں کہ حضرت مریم بغیر مرد کے خدائی قدرت سے حمل ہوا۔ اور حضرت مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے ایسا کہہ کر وہ نہ صرف عیسائیوں کے اس باطل اور گمراہ کن عقیدے کی تائید کرتے ہیں بلکہ حضرت مریم کے حمل کے متعلق عیسائیوں سے متفق ہو کر خدا کی تردید کو جھٹلاتے ہیں اور ایمان کا دعوے بھی رکھتے ہیں اور اپنے فہم قرآن پر ناز بھی کرتے ہیں۔ (باقی بر صفحہ ۹۷)

Marfat.com

پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے اس حربہ سے عیسائیوں کے باطل عقیدے کی تردید کرنے والا سر سید احمد خاں مرحوم ہی تھا جس نے زبردست دلائل کے ساتھ اسلام کو عیسائیت پر غالب کر دکھایا حالانکہ دیگر مذہبی راہنما اپنے کمزور دلائل کے ساتھ اسلام کو عیسائیت پر غالب نہ کر سکے اور نہ ہی کر سکیں گے کیونکہ ان کے موجودہ عقائد اسلام کو عیسائیت پر غلبہ دینے میں رکاوٹ کا باعث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے عقائد اور عیسائیوں کے عقائد کا دربارہ حضرت مریمؑ اور حضرت مسیح کوئی موازنہ پیش نہیں کر سکتے حقیقتاً یہودی اور عیسائی دونوں ہی اسلام کے مخالف ہیں اب صرف یہودیوں کے غلط عقائد کی تردید کرنا اور عیسائیوں

بقیہ حاشیہ۔ صفحہ ۹۶ ۔ مگر اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب خدا خود اس باطل عقیدے کی بڑے زور سے تردید کرتا ہے تو پھر ہم اس کی تائید کیوں کریں اور کس واسطے مشرکانہ عقیدے کی حمایت کر کے اپنے ایمان کو نقصان کو پہنچاویں اور یوں وہ بات کہیں جو اللہ کی (باقی بر صفحہ ۹۸)

حاشیہ در حاشیہ۔ ۱۔ جب کبھی اہل اسلام سے یہ کہا جاتا ہے کہ عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا ٹھہرا کر دنیا میں گمراہی پھیلا رہے ہیں لہٰذا اس کی تردید کرنی چاہئے تو عام طور پر مسلمان یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو انہیں خدا کا بیٹا نہیں ٹھہراتے بلا شبہ جائے تردید کرنے کے ایسا جواب دینا سراسر کمزور ایمان کا نشان ہے یہ حدیث اس پر شاہد ہے مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (مسلم و ابوداؤد) اگر کوئی شخص ممنوع کام کا عمل میں آنا دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے ہاتھ سے روک دے یعنی روک دے اگر یہ ممکن نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کر کے اسے بند کروا دے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اسے دل سے برا سمجھے گو یہ آخری صورت بہت ضعیف ایمان کی نشانی ہے (مسلم و ابوداؤد) اب وہ مسلمان جو عیسائیوں کے اس عقیدے یعنی خدا کا بیٹا کی یہ کہہ کر کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے اور کی قدرت سے حمل

Marfat.com

کے باطل عقائد کی قرآنی آیات کی غلط تاویلات سے تائید کر دینا کوئی عقلمندی نہیں۔ بلا شبہ قرآن پاک میں یہ الفاظ کہیں نہیں پائے جاتے کہ حضرت مریمؑ کو اللہ کی قدرت سے بغیر مرد کے حمل ہوا اور حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ یہ صرف قرآنی آیات کی غلط تاویلات کی جاتی ہیں مثلاً وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ "مجھے کسی مرد نے (ابھی تک) نہیں چھوا" کی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ حضرت مریمؑ تمام عمر کنواری رہیں۔ اور فَحَمَلَتْهُ "پس اُس (مریم) نے اُسے حمل میں لیا" کی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ حضرت مریمؑ کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷ ہر شان کے شایان نہیں۔ مثلاً خدا نے حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے اپنی قدرت سے حمل کر دیا۔ بلا شبہ یہ خدا کی شان کے خلاف ہے کہ جو استدلال عیسائی مقدس انجیل سے حضرت مریمؑ کے حمل کے متعلق کریں اُن کی تو وہ تردید کر دے مگر پھر قرآن پاک میں اسی مضمون کی آیات جن سے مسلمان بھی حضرت مریمؑ کے حمل کے متعلق وہی استدلال کریں جو عیسائی انجیل شریف کی آیات سے کرتے ہیں۔ نازل کر دے۔ حالانکہ کلام الٰہی میں متضاد باتیں نہیں ہیں مذکورہ بالا آیات سے عیسائیوں کے باطل عقائد کی تردید کرنا ہی وضاحت ثابت کرتا ہے کہ قرآن مجید کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے اللہ کی قدرت سے حمل ہوا اور نہ ہی رسول اللہؐ نے ایسا فرمایا اور نہ ہی آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے کبھی یہ کہا۔ دراصل برادران اسلام قرآنی آیات سے غلط استدلال کر کے عیسائیوں کے انجیلی غلط استدلال کی نقل کرتے ہیں گویا عیسائی تو روح القدس پر اور مسلمان اللہ پر افترا کرنے میں یکساں طور پر مجرم ہیں جس کی سزا پا کر رہیں گے یہ آیت اس پر شاہد ہے "وَلَا یَرُدُّ بَأْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ" (انعام ع ۶) اور اس کی سزا مجرم قوم سے نہیں ٹلتی (۶-۱۴۷) "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا" اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے (۶-۱۴۸) بلا شبہ حضرت مریمؑ کے متعلق یہ افترا ہے (باقی بر صفحہ ۹۹)

کو بغیر مرد کے خدا کی قدرت سے حمل ہوا۔ حقیقتاً ایسی تاویلیں سراسر فطرت عقل اور مذہب کے خلاف ہیں چونکہ مسلمانوں کے دلوں پر عیسائیوں کے عقائد کی نقل کا اتنا گہرا اثر چھایا ہوا ہے کہ اُن کی توجہ کبھی بھی اُن آیات کی طرف جو حضرت مریمؑ کی شادی کے متعلق ہیں ہونے نہیں دیتا حالانکہ ان آیات کو شادی کی آیات کے ساتھ ملانے سے یہ تاویلات بھی ہو سکتی ہیں کہ وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ۔ نبی کہنے کے کچھ عرصہ بعد حضرت مریمؑ کی شادی ہوئی اور اُس نے اپنے خاوند سے حمل لیا۔ اب یہ تاویلات نہایت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۸ ۔ خدا کی قدرت کی طرف منسوب کرنا گویا اس پر کھلا افترا کرنا ہے کیونکہ قرآن پاک میں اللہ کا ایسا کوئی ارشاد نہیں کہ ہم نے مریمؑ کو حاملہ کر دیا یا اس نے ہماری قدرت سے بغیر مرد کے حمل لیا۔ یہ مسلمانوں کا اپنا اختراع ہے جو عیسائیوں کی نقل کر کے اختیار کیا گیا ہے حالانکہ مذہبی راہنما علانیہ کہتے ہیں کہ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنا کفر ہے مگر پھر خود ہی اپنی رائے سے اس کی تفسیر کرتے ہیں گویا اپنے کفر کا فتوےٰ خود اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں۔ یہود نے حضرت مریمؑ پر زنا کا بہتان باندھتے ہیں۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے وَبِکُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا (النساء ع ۲) اور ان کے کفر کے سبب سے اور ان کے مریمؑ پر بڑا بہتان باندھنے کی وجہ سے (۴ - ۱۵۶) صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں کا جرم عیسائیوں اور مسلمانوں کے جرم کے مقابلے پر ادنیٰ درجے کا ہے کیونکہ اُن کے بہتان کی زد صرف حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ پر پڑتی ہے۔ جس سے یہودی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ زنا کی وجہ سے نہ صرف ماں پر بلکہ بچے پر بھی حرف آتا ہے لہٰذا حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ میں شیطان کی طرف سے روح تھی جس کی یہ بنا کر تردید کی گئی کہ حضرت مریمؑ پاک تھیں انہوں نے زنا نہیں کیا اور حضرت مسیحؑ ناجائز حمل سے پیدا نہیں ہوئے لہٰذا ان دونوں میں اللہ کی طرف سے روح تھی یہ آیات اس پر گواہ ہیں (باقی بر صفحہ ۱۰۰)

Marfat.com

مدلل ہونے کی وجہ سے عقل اور سمجھ کے مطابق ہیں کیونکہ (رسول اللہ نے بھی یہی فرمایا کہ عیسےٰ کو ایک عورت نے حمل میں لیا جس طرح عورتیں حمل لیا کرتی ہیں (تفسیر ابن جریر سورہ آل عمران) یقیناً مسلمانوں کی غلط تاویلات سے عیسائی اپنے باطل عقیدہ "مسیح خدا کا بیٹا" کی اشاعت میں فائدہ اٹھاتے ہیں اور اہل اسلام اپنی تاویلات سے ہی اس عقیدہ "خدا کا کوئی بیٹا نہیں" کی اشاعت میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ خود مانتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو خدا کی قدرت سے بغیر مرد کے حمل ہوا جس پر عیسائی نہایت آسانی سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جس نے حمل کیا بیٹا اسی کا۔ اس پر مسلمان خاموش ہو کر لاجواب ہو جاتے ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹ :- (الف) وَقَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (العمران ع ۶) اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور تجھے پاک بنایا اور قوموں کی عورتوں پر تجھے چن لیا (۳-۴۱) بلاشبہ حضرت مریمؑ نیکوکاری کی وجہ سے چنی گئیں اور ایمان کی وجہ سے کفر اور شرک سے پاک ٹھہرائی گئیں (ب) وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا (الانبیاء ع ۶) اور جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا سو ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی (۲۱-۹۱) (ج) وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (التحریم ع ۲) اور مریم عمران کی بیٹی کی (مثال) جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا تو ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی (۶۶-۱۲) ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا۔ گویا نکاح کیا کیونکہ جو شخص نکاح کرتا ہے وہ درحقیقت اپنی عصمت کو (باقی بر صفحہ ۱۰۱)

اس کا باعث یہ ہے کہ مسلمان قرآنی آیات کی غلط تاویلات کر کے حضرت مریمؑ کے حمل کو ایک دم خدا تک پہنچا دیتے ہیں حالانکہ خاکسار کی تاویلات سے اس کا حمل صرف اس کے خاوند یوسف تک ہی محدود رہتا ہے جس سے نہ صرف یہودیوں کے بہتان کی بلکہ عیسائیوں کے غلط عقیدہ کی بھی جڑ کٹ جاتی ہے ورا صل برادران اسلام کی یہ عادت ہو چکی ہے کہ قرآنی آیات کی وہ تاویلات جو عقل و سمجھ کے موافق ہوں اور فطرت اور دلایل کا ساتھ بھی دیں ہرگز نہیں مانتے مگر وہ تاویلات جو عقل و سمجھ میں نہ آئیں اور فطرت اور دلایل کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۱ ہ محفوظ۔ لکھنے کے لئے ہی کرنا ہے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ نے زنا نہیں کیا چونکہ زنا کی وجہ سے نہ صرف ان پر بلکہ اولاد پر بھی عیب لگتا ہے لہٰذا مذکورہ بالا آیات میں مذکر اور مونث کی ضمیریں استعمال کی گئی ہیں جن سے یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت مریم اور حضرت مسیح میں اللہ نے اپنی روح پھونکی یعنی نہ تو حضرت مریمؑ کے بدکاری کی اور نہ حضرت مسیح ناجائز حمل سے پیدا ہوئے گویا یہودیوں کے اس اعتراض کی کہ زنا کی وجہ سے دونوں میں شیطان کی طرف سے روح پھونکی گئی تردید کی گئی اگر مونث میں روح پھونکنے کے معنی لئے جائیں کہ اللہ نے اپنی قدرت سے حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے حمل کر دیا تو پھر مذکر میں روح پھونکنے کے کیا معنی لئے جائیں گے؟ اور یہودیوں کے بہتان کی تردید کیسے ہو گی۔ علاوہ ازیں یہ خدا کی شان کے شایان نہیں کہ حضرت مریمؑ کو خود اپنی قدرت سے بغیر مرد کے حمل کر دے اور یہودیوں کو بہتان لگانے کا موقع بھی دیدے دراصل ان آیات سے حضرت مریم کے بہتان کی تردید کی گئی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بہتان کی تردید کی گئی تھی (باقی صفحہ ۱۰۲)

Marfat.com

بھی مطابق نہ ہوں فوراً مان لیتے ہیں۔ چنانچہ ایسے مسلمانوں کے حق میں مولانا حالی مرحوم نے خوب کہا ہے ؎

جہاں مختلف ہوں روایات باہم — کبھی ہوں نہ سیدھی روایت سے خوش ہم
جسے عقل رکھے نہ ہرگز مسلّم — اسے ہر روایت سے سمجھیں مقدّم
سب اسمیں گرفتار چھوٹے بڑے ہیں — سمجھ پہ ہماری یہ پتھر پڑے ہیں

ایسی حالت میں مسلمانوں کی اُن رسومات اور عقائد کی جو غیر مسلموں کی نقل کرکے اختیار کئے گئے ہیں، اصلاح کرنا نہایت ہی مشکل ہے کیونکہ ایک تو وہ قرآنی آیات پر غور نہیں کرتے حالانکہ اللہ کا ارشاد ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد ع) تو کیا قرآن پر غور نہیں کرتے یا دلوں پر اُن کے تالے لگے ہوئے ہیں (۴۷ - ۲۴) بلاشبہ بُری رسُومات اور غلط عقائد جو بطور قفل کے اہل اسلام کے دلوں پر چھائے ہوئے ہیں اُسی وقت کھلیں گے جب وُہ قرآنی آیات پر غور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۱ :- اب یہ کہنا کہ اگر حضرت مریمؑ کا خاوند ہوتا تو پھر اُن پر بہتان نہ لگایا جاتا سراسر جہالت ہے کیونکہ خاوند والی عورتوں پر بھی بہتان باندھا جا سکتا ہے بلاشبہ عیسائی اور مسلمان نئی صدیوں سے یہ غلطی کر رہے ہیں کہ یہودیوں کے بہتان کی یہ کہہ کر کہ حضرت مریمؑ نے جائز طور پر اپنے خاوند یوسف سے حمل لیا تردید تو کرتے ہیں بلکہ حضرت مریمؑ کے حمل کو سیدنا بلا واسطہ خدا تک یعنی اللہ سے ڈائریکٹ کنکشن تک پہنچا دیتے ہیں جس سے یہودیوں کے بہتان کی تو کوئی تردید کر نہیں سکتے۔ البتہ روح القدس اور اللہ تعالیٰ پر حمل کرنے کا افترا ضرور باندھ دیتے ہیں حالانکہ عورت کو حمل کرنا اُن کی شان کے شایان نہیں کیونکہ وہ انسانی جنس ہیں

Marfat.com

کریں گے دوسرے وہ قرآنی آیات کی ایسی تاویلات کرتے ہیں جن سے عیسائیوں کے باطل عقائد کی تائید ہو جاتی ہے حالانکہ وہ مسلمانوں کو سیدھے راستہ سے بہکانا چاہتے ہیں۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ (النساء ع) کیا تو نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جنکو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی کو خریدتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ تم راستہ سے بہک جاؤ (۴-۴۴) ایسی حالت میں اُن کے باطل عقائد کی تائید کرنا کوئی عقلمندی نہیں تیسرے وہ قرآنی آیات کی ایسی تاویلات کرتے ہیں جو کلام الٰہی میں اختلاف پیدا کر دیتی ہیں حالانکہ قرآن کریم میں کوئی اختلاف نہیں یہ آیت اس پر شاہد ہے اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء ع) پھر کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے (۴-۸۲) چونکہ فرقان حمید جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اُتارا گیا ہے لہٰذا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ چوتھے۔ وہ خود اپنی حالت کو نہیں سدھارتے یہی وجہ ہے کہ اُن کی بُری رسومات اور غلط عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ اسی قوم کی اصلاح کرتا ہے جو خود اپنی حالت کو سنوارتی ہے۔ یہ

Marfat.com

آیت اِس پر گواہ ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (الرعد ع۲) یقیناً اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں (۱۳-۱۱) اب مسلمانوں کا خود اپنی اصلاح کے لئے کوئی کوشش نہ کرنا اور آنحضرتؐ کو آخری نبی مان کر اُن کے بعد کسی مجدّد یا زیفارمر کا بھی آنا تسلیم نہ کرنا اور صرف ایمان پر ہی زور دینا اور اعمال صالحہ کی طرف کوئی چنداں توجہ نہ کرنا کوئی عقلمندی نہیں کیونکہ ایمان بغیر نیک اعمال کے کچھ فائدہ نہیں دیتا جیساکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُہَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِہَا خَیْرًا (الانعام ع۲) جس دن تیرے رب کے بعض نشان آئیں گے۔ کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے

ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی ہو

علاوہ ازیں مسلمانوں کی اِصلاح کرنے میں ایک امر تو یہ بڑی سخت رکاوٹ کا باعث ہے۔ کہ جب کبھی کوئی اللہ کا بندہ ان کی غلط رسومات اور اعتقادات کے متعلق کچھ کہتا ہے یا لکھتا ہے تو پھر اُسے طرح طرح کے بُرے ناموں سے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً وہابی نیچری اور قادیانی۔ جس کی تہہ میں یہ غرض ہوتی ہے کہ اس کی عقل کی باتوں کو بھی مسلمان سننے نہ پائیں اور نہ کوئی اپنی اِصلاح کر سکیں صاف ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں ان کی اصلاح قیامت تک بھی نہ ہو سکے گی حالانکہ کسی کو

Marfat.com

برے القاب سے پکارنا ہی اس آیت کے خلاف ہے وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات ع) اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو ایمان کے بعد بُرا نام کیا ہی بُرا ہے اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں (۴۹ - ۱۱)

دوسرا امر یہ کہ عام طور پر اہل اسلام اپنے اپنے فرقہ کی حمایت کرتے ہیں اور اس بات پر غور نہیں کرتے کہ آیا اُن کے عقائد اور اعمال قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہیں یا نہیں گویا فرقہ پرستی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ پانچویں وہ قرآنی آیات کی تاویلات کرتے وقت عقل سے کام نہیں لیتے حالانکہ عقل سے کام نہ لینے والوں کو حیوانوں سے بدتر قرار دیا گیا ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ (الانفال ع) اللہ کے نزدیک سب جانداروں سے بدتر وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے (۸ - ۲۲) اللہ تعالیٰ کا تو یہ ارشاد ہے مگر مذہبی راہنما یہ کہتے ہیں کہ عقل کو مذہب میں کیا دخل، گویا مذہب بیوقوفوں کے لئے ہوتا ہے چنانچہ جب کبھی عیسائیوں اور مسلمانوں سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ عام انسانی پیدائش کے قاعدہ کے خلاف روح القدس یا خدا کو اپنی قدرت سے بغیر مرد کے حضرت مریم کو حمل کر دینے کی ضرورت کیا تھی تو اس کے جواب

میں عیسائی اور مسلمان جو فلسفہ چھانٹتے ہیں وہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ خود اس بات کا فیصلہ کر سکیں کہ کن لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے مذہب کی اشاعت میں عقلمندی سے کام لیا۔

عیسائیوں کا فلسفہ	مسلمانوں کا فلسفہ
(۱) حضرت مسیح خدا کا اوتار تھا کیونکہ وہ کنواری سے پیدا ہوئے۔	(۱) حضرت مسیح کو بغیر باپ کے پیدا کرنا اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار تھا۔ جو قطعاً غلط ہے کیونکہ بن باپ کے مولود کا ہونا ایک ایسا امر محقق ہے جس کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اظہار قدرت کے لئے کیا گیا علاوہ ازیں حضرت مریمؑ کے حمل کے متعلق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنے خاوند سے حمل لیا۔
(۲) حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا تھا کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔	(۲) حضرت مسیحؑ کو صرف ماں سے پیدا کرنا دوسری طرح پر اظہار قدرت کاملہ تھا جو درست نہیں کیونکہ وہ اسی طرح حمل سے پیدا ہوئے
(۳) چونکہ حضرت آدم کے گناہ کرنے سے تمام لوگ گناہ گار ہو گئے۔ اس لئے حضرت مسیحؑ کو بغیر نطفہ کے پیدا کیا گیا تاکہ گناہوں سے پاک ٹھہرے اور تمام دنیا کا نجات دہندہ ہو۔	
(۴) تمام لوگ مٹی اور نطفہ سے پیدا ہوئے مگر حضرت مسیحؑ روح سے اس لئے وہ انسانی سطح سے بالاتر تھے۔	

Marfat.com

(۵) چونکہ حضرت مسیحؑ نطفہ سے پیدا نہیں ہوئے لہٰذا ان میں خدائی صفات تھے مثلاً مُردوں کو زندہ کرنا۔ اگر حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو انسانی نطفہ سے مان لیا جائے تو پھر عیسائیوں کا یہ تمام فلسفہ۔ نیست و نابود ہو جاتا ہے خدا جانے حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو نطفہ سے ماننے سے عیسائیوں اور مسلمانوں کو کیا دکھ پہنچ جاتا ہے جو اتنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں کہ خدائی پناہ

جیسے دوسرے بچے پیدا ہوتے ہیں علاوہ ازیں جب حضرت آدم اور حوّا کو بے ماں اور بے باپ پیدا کر دیا تو پھر حضرت مسیحؑ کو صرف بے باپ کے پیدا کرنے میں اس سے زیادہ قدرت کاملہ کا اظہار نہ تھا۔

(۳) حضرت مسیح اللہ کا معجزہ تھا کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے جو صحیح نہیں کیونکہ معجزہ ہمیشہ نبی اپنے منکران نبوت کے سامنے دکھاتا ہے اور حضرت مریمؑ نبیہ نہ تھیں۔ علاوہ ازیں حمل کرنا ایک ایسا پوشیدہ کام ہے جو معجزہ نہیں کہلا سکتا کیونکہ یہ کسی کے سامنے نہیں کیا جاتا۔ عقلمند حضرات کے لئے غور کرنے کا موقع ہے۔

مذکورہ بالا موازنہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گرچہ مذہب عیسویت فلسفہ اور حکمت سے خالی ہے مگر آجکل اس کے چلانے والے اکثر حکمت اور فلسفہ سے بھرے ہوئے ہیں چنانچہ کنواری کے حمل سے ایسے فلسفے

Marfat.com

چھانٹتے ہیں جن سے وہ اپنے مذہب کی اشاعت کو خوب فائدہ پہنچاتے ہیں اس کے بالمقابل مذہب اسلام حکمت اور فلسفہ سے بھرا ہوا ہے۔ مگر آجکل اس کے پھیلانے والے اکثر حکمت اور فلسفہ سے خالی ہیں۔ چنانچہ کنواری کے حمل سے ایسے فلسفے بیان کرتے ہیں جن سے وہ اپنے مذہب کی اشاعت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے بلکہ عیسائیوں کے ہمخیال ہو کر اُسے نقصان پہنچاتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ آنحضرتؐ کی پیدائش سے بھی خدا کی قدرت کا ظہور ہوا تھا اب یہ کہنا کہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے خدائی خاص قدرت کا ظہور ہوا تھا اور محمدؐ رسول اللہ کی پیدائش سے خدا کی عام قدرت کا ظہور ہوا تھا سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ اب حضرت مسیحؑ کی پیدائش بلا باپ سے یہ حکمت اور فلسفہ بیان کہ بنی اسرائیل میں نبوت ختم ہو گئی تھی۔ کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ اس سے عیسائیوں کے باطل عقائد پر کوئی زد نہیں پڑتی اور نہ اشاعت اسلام میں کوئی مدد ملتی ہے لہٰذا اس نتیجے پر یہ مثال صادق آتی ہے "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" سوال تو یہ تھا کہ عیسائیوں نے کنواری کے غیر معمولی حمل سے جو غلط نتائج نکالے ہیں انہیں کیسے باطل کیا جائے اب عقلمندی تو یہ تھی کہ حضرت مریمؑ کے حمل سے ایسے نتائج نکالتے جن سے اُن کے باطل عقائد کی تردید ہوئی۔ اور عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملتا کہ جب

کنواری کا غیر معمولی حمل جس پر اُن کے مذہب کی بنیاد قائم ہے۔ صحیح ہے تو پھر وہ عقائد جو اس پر مبنی ہیں کیونکر غلط ہو سکتے ہیں۔ مثلاً "مسیح خدا کا بیٹا" اب درخت کی جڑ کو ماننا مگر اس کی شاخوں سے انکار کر دینا عقلمندی نہیں۔ علاوہ ازیں ناظرین تعجب کریں گے۔ کہ حضرت مریمؑ کے والدین اور اس کی پیدائش کا کوئی ذکر مقدس بائبل میں نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ اس کے متعلق اتنا غلو کیا جاتا ہے۔ کہ اس کو نہ صرف خدا بلکہ خدائی ماں کہہ کر پکارا جاتا ہے مگر آج تک عیسائیوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس کے والدین کون تھے اور اُس کی پیدائش کن حالات کے ماتحت ہوئی اس کمی کو قرآن پاک نے پورا کر کے نہ صرف حضرت مریمؑ کے والدین بلکہ اس کی پیدائش کا بھی ذکر کیا تاکہ جو بات عیسائیوں کو صدیوں سے معلوم نہ تھی۔ وہ بھی معلوم ہو جائے اور اُن کے علم میں اضافہ ہو۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے وَاِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

(آلِ عمران ع۴) جب عمران کی بیوی نے (خدا کی جناب میں) عرض کیا اے میرے پروردگار میرے پیٹ میں جو (بچہ) ہے اس کو میں (دنیا کے کام کاج سے) آزاد کر کے تیری نذر کرتی ہوں سو تو میری طرف سے (یہ نذر) قبول فرما۔ کیونکہ تو سننے والا اور جاننے والا ہے پھر جب اُسے جنا کہا میرے رب میں نے یہ لڑکی جنی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اس نے جنا اور لڑکا اس لڑکی کی طرح نہیں میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں (۳-۳۵)

دراصل یہودیوں کے ہاں رواج تھا کہ اپنے کسی بیٹے کو خدا کے نام پر وقف کر دیتے تھے چنانچہ سموئیل نبی پسر القانہ کو بھی اُن کی ماں حنہ نے اسی طرح خدا کے نذر کیا تھا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔

"اور اس نے منت مانی اور کہا اے ربُّ الافواج اگر تو اپنی لونڈی کی مصیبت پر نظر کرے اور مجھے یاد فرمائے اور اپنی لونڈی کو فراموش نہ کرے اور اپنی لونڈی کو فرزند نرینہ بخشے تو میں اُسے زندگی بھر کے لئے خداوند کو نذر کر دونگی اور استرہ اس کے سر پر کبھی نہ پھرے گا (اسموئیل ۱-۱۱) اسی طرح حضرت مریمؑ کی ماں نے بھی اپنے پیٹ کے بچے کو خدا کے لئے نذر کیا تھا مگر اتفاق سے بیٹا نہ

ہوا بیٹی ہوئی یہ نذر کئے ہوئے لڑکے معبد میں بھیجدیئے جاتے تھے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب وہ بالغ ہوتے تھے تو اُن کو اختیار ہوتا تھا کہ چاہئیں اپنے تئیں خدا کے کاموں کے لئے وقف رکھیں چاہیں معبد سے چلے جائیں۔ بیٹی اس طرح پر معبد کی خدمت گذاری پر مامور نہیں ہو سکتی تھی اس لئے جب لڑکی پیدا ہوئی تو حضرت مریمؑ کی ماں نے افسوس کیا اور کہا کہ "لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ" تو اُن کو تردد ہوا کہ دنیا ہو یا دین عورت سے مرد کی برابری نہیں ہو سکتی میری نذر پوری ہو تو کیونکر ہو۔ لیکن خدا نے اُن کی نذر کو قبول فرمایا۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ (آلِ عمران) سو اُس کے پروردگار نے اس کو قبول کیا (۳ - ۳۶) جب حضرت مریمؑ کسی قدر ہوشیار ہو گئیں جیسا کہ اِن لفظوں سے پایا جاتا ہے "اور بڑھایا اُس کو اچھی طرح کا بڑھانا" اس وقت حضرت زکریا نبی کے سپرد ہوئیں "وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا" معبد کی خدمت پر تو مامور نہیں ہو سکتی تھیں۔ مگر ایک بالاخانہ میں یا حجرہ میں اُن کو رکھا اس میں حضرت مریمؑ خدا کی عبادت کرتی تھیں جیسا کہ اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے "يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ (آلِ عمران ع) اے مریمؑ اپنے رب کی فرمانبرداری کر اور سجدہ

Marfat.com

کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ (۳ - ۴۲) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ اللہ کی فرمانبردار۔ عبادت گذار اور پاکدامن تھیں۔ جیسا کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ جب انہوں نے باوجود پاکدامن ہونے کے نکاح کئے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت مریمؑ نہ کریں۔ جیسا کہ اُس کی ماں کے اِن الفاظ "میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں" سے ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ لڑکے کی خوشخبری میں یہ نہیں کہا گیا کہ لڑکا بغیر خاوند کے ہوگا جس کی تہہ میں یہ نکتہ ہے کہ نکاح کرنے سے پاک دامنی پر کوئی عیب اور دھبہ نہیں لگ سکتا البتہ نکاح نہ کرنے والے شخص کے متعلق کئی قسم کے شبہات اور بدگمانیاں خود بخود لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

مسلمانوں کا پہلا مبالغہ۔ حضرت مریمؑ کا تمام عمر کنواری رہنا۔

خدا جانے اہلِ اسلام بغیر کوئی وجہ بیان کرنے کے یہ کیوں کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ عمر بھر کنواری رہیں اور شادی نہ کی جو سراسر نہ صرف فطرت۔ عقل کے بلکہ مذہب کے بھی خلاف ہے حالانکہ قرآن کریم سے اُن کی شادی کا ہونا ثابت ہوتا ہے وَالَّتِيٓ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا (الانبیاء ع)۔ اور وہ (حضرت مریمؑ) جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا سو ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی (۲۱ - ۹۱) اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مریمؑ عمر

پھر کنواری رہیں بالکل غلط ہے کیونکہ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا کے معنی خاوند کے ذریعے اپنی عصمت کو محفوظ کرنے کے ہوتے ہیں جیسا کہ محصنت خاوند والی عورتوں کو کہا جاتا ہے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ (النساء ع) اور تمام شادی شدہ عورتیں (۴ - ۲۴) اپنی عصمت کی حفاظت کرنے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہوتے کہ کوئی شخص جائز طور بھی شادی نہ کرے اس آیت پر غور کیجئے وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ (الاحزاب ع) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں (۳۳ - ۳۵) کیا اب اس آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ مرد اور عورت تمام عمر کنوارے رہ کر اپنی عصمت کی حفاظت کریں یا شادی کے بعد حفاظت نہ کریں؟ بلاشبہ نکاح کرنے کے معنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کے ہوتے ہیں گویا نکاح نہ کرنا اپنی عصمت کی حفاظت نہ کرنا ہے اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ" علقمہ سے روایت ہے کہ کسی وقت میں عبداللہ کے ساتھ جا رہا تھا تو کہا ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھے تو فرمایا تم میں سے جو نکاح کر سکتا ہے تو اُسے نکاح کرنا چاہیئے کیونکہ وہ نظر کو جھکا رکھتا ہے اور شرمگاہ کے لئے حفاظت کا کام دیتا

Marfat.com

ہے" (بخاری کتاب الصوم) اگر عصمت کی حفاظت کنوارے رہنے سے ہی کی جاتی تو پھر رسول اللہ نکاح کرنے پر اتنا زور نہ دیتے علاوہ ازیں رسول اللہ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ مریمؑ نے عیسےٰ کو اسی طرح حمل میں لیا جس طرح دوسری عورتیں حمل لیتی ہیں اِنَّ عِیسٰی حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کَمَا تَحْمِلُ الْمَرْاَۃُ (تفسیر آل عمران ابن جریر و روح المعانی) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ نے نکاح کر کے حمل لیا جس طرح دوسری عورتیں نکاح سے حمل لیتی ہیں

مسلمانوں کا دوسرا مبالغہ۔ حضرت مریمؑ کنواری کا بغیر خاوند کے اللہ کی قدرت سے حاملہ ہونا

اس غلط عقیدے کی تردید میں ذیل کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا ۝ قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا ۝ قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ (مریم ع۲) سو ہم نے اپنی روح کو اسکی طرف بھیجا تو وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں آیا۔ کہا میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو متقی ہے۔ اس نے کہا میں تو صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دی خوشخبری دوں اس (مریم) نے کہا میرے

لہ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (باقی بر ص

لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ مجھے کسی انسان نے چھوا نہیں اور نہ میں بدکار ہوں اس نے کہا ایسا ہی ہوگا تیرا رب کہتا ہے یہ مجھ پر آسان ہے (۱۹-۱۵تا۲۱) اب اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت مریمؑ تمام عمر کنواری رہیں ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ اس آیت یٰزَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ نِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ أَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَأَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝ (مریم ع) اے زکریا ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس کا کوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۴ :- وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران ع) اور جب فرشتوں نے کہا اے مریمؑ اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلام کے ساتھ خوشخبری دیتا ہے اس (مسیح) کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں وجاہت والا اور مقربوں میں سے ہوگا اور وہ لوگوں میں گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرے گا۔ اور نیکوں میں سے ہوگا اس نے کہا میرے رب میرے لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ مجھے کسی انسان نے چھوا نہیں فرمایا اسی طرح ہوگا اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جب وہ کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو بس اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتا ہے (۳ - ۴۴ تا ۴۷)

ے فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ أَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِيْ عَاقِرٌ قَالَ كَذٰلِكَ (باقی بر ۱۱۶)

Marfat.com

نظیر پہلے نہیں بنایا۔ کہا میرے رب میرے لڑکا کیسے ہوگا۔ اور میری عورت بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گیا ہوں کہا ایسا ہی ہوگا تیرے رب نے فرمایا ہے یہ مجھ پر آسان ہے اور پہلے میں نے تجھے پیدا کیا اور تو کچھ چیز نہ تھا (۱۹-۹) سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت زکریا کی بیوی تمام عمر بانجھ رہیں کیونکہ جب حضرت زکریا کو بیٹے کی خوشخبری دی گئی تو انہوں نے دو اعتراض کئے کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بہت بوڑھا ہوں اسی طرح سے جب حضرت مریمؑ کو بیٹے کی خوشخبری دی گئی تو انہوں نے بھی دو اعتراض کئے کہ نہ تو مجھے کسی انسان نے نکاح کر کے چھوا اور نہ میں بدکار رہوں۔ اعتراضوں کے جواب میں یہی کہا گیا کہ یہ اللہ پر آسان ہے یعنی بیٹوں کے

بقیہ حاشیہ صـ۱۱۶ ۔ اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ (آل عمران ۴۰) پھر فرشتوں نے اُسے پکارا جبکہ وہ عبادتگاہ میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ اللہ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک کلام کو سچا کرنے والا اور سردار اور بدیوں سے رُکنے والا اور نبی نیکوکاروں میں سے (ہوگا) اُس نے کہا میرے رب میرے بیٹا کیوں کر ہوگا اور مجھ پر بڑھاپا آچکا ہے اور میری عورت بانجھ ہے فرمایا اسی طرح ہوگا۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (۳-۳۸ و ۳۹) (۱) مذکورہ بالا آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ کو اللہ کے کلام کے ذریعے بیٹے کی خوشخبری دی گئی تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کو کَلِمَتُہٗ کہا گیا یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ (النساء ۲۳) یعنی عیسیٰ بن مریمؑ صرف اللہ کا رسول ہے اور اُس کی پیشگوئی ہے جو اس نے مریمؑ کی طرف القا کی اور اُس کی طرف سے روح ہے (۴-۱۷۱) اس میں حضرت مسیحؑ کی کوئی خصوصیت نہیں کیونکہ اللہ کے کلمات بے شمار ہیں جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ (باقی بر صـ۱۱۷)

Marfat.com

متعلق جو رکاوٹیں ہیں اُن کا ہٹا دینا آسان ہے دراصل اللہ کے نزدیک حضرت مریمؑ کے لئے خاوند کا مہیّا کر دینا ہی آسان تھا نہ کہ حضرت مسیحؑ کو بغیر باپ کے پیدا کر کے اپنے قانون کو توڑنا جو اس کی شان کے شایاں نہیں ہو سکتا۔ غور کیجئے کہ جب بیمار عورت کے لئے ڈاکٹر اور کنواری عورت کے لئے خاوند کا مہیّا کر دینا کوئی مشکل امر نہیں تو پھر اس بات کے کہنے کی کوئی حاجت نہیں رہتی۔ کہ بانجھ پن اور کنوارپن ہٹنے کے بغیر ہی دونوں عورتوں کو حمل ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ "کَذٰلِکَ" ایسا ہی ہوگا" جو حضرت یحییٰ اور حضرت مسیحؑ دونوں کی پیدائش کے لئے یکساں طور پر استعمال کئے گئے ہیں۔ میں بھی یہی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶) مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکہف ۱۰) کہہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائے گا قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں (۱۰۹-۱۸) حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق اس کے کلمہ "کُنْ فَیَکُوْنُ" سے ہی پیدا ہوتی ہے اور حضرت مسیحؑ کو جو کلمۃ کہا ہے اس سے بھی اصل مراد یہی ہے کہ وہ اس کی مخلوق ہے نہ خدا یا خالق۔ چونکہ عیسائیوں نے مسیح کے کلمہ ہونے پر بڑی ٹھوکر کھائی ہے اور وہ کلمۃ کو خدا کا مترادف ہی قرار دیتے ہیں۔ اور کلام خدا تھا (یوحنا ۱-۱) اس لئے اللہ نے یہ کہہ کر کہ ساری مخلوق ہی اس کے کلمے ہیں لیکن مسیح ہی کلمہ نہیں عیسائیوں کے غلط عقیدے کی تردید کر کے یہ فرمایا۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّکُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا (النساء ۳) سو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو تین ہیں باز آجاؤ تمہارے لئے بہتر ہے (باقی بر صفحہ ۱۱۸)

Marfat.com

اشارہ پایا جاتا ہے کہ لڑکے اسی طریقہ سے پیدا ہوں گے۔ جیسا کہ دُنیا میں پیدا ہوتے ہیں۔ تاکہ اللہ کے قانون لَا تَبْدِیْلَ سُنَّتِ اللّٰہِ پر کسی کو کوئی اعتراض کرنے کا موقع نہ مل سکے بلا شبہ بیٹوں کی خوشخبری دیئے جانے پر ایک عورت تو بانجھ تھی اور دوسری کنواری گویا اسوقت تک نہ تو بانجھ کے بیٹا پیدا ہوا۔ اور نہ کنواری کے کیونکہ بانجھ پن اور کنوارپن بیٹا کے پیدا ہونے کی رکاوٹیں تھیں چنانچہ جب تک یہ رکاوٹیں رہیں کسی کے ہاں بیٹا پیدا نہ ہوا حالانکہ بانجھ عورت کا خاوند بھی موجود تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ دونوں عورتیں بیٹوں کی خوشخبری پانے کے بعد بھی بدستور بانجھ اور کنواری رہیں؟ ہرگز نہیں

بقیہ حاشیہ صـ۱۱۷ اللہ صرف ایک ہی معبود ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا بیٹا ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی کافی کارساز ہے (۴ - ۱۷۱) لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّآ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَھُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (المائدہ ع۱۶) یقیناً وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے اور معبود تو سوائے ایک معبود کے کوئی نہیں اور اگر وہ اس سے نہ رُکیں گے جو کہتے ہیں تو ضرور اُن کو جو ان میں سے کافر ہیں دردناک عذاب پہنچے گا (۵ - ۷۳) علاوہ ازیں بِکَلِمَتِہٖ کے الفاظ یا کلمۃ القاھا الی مریم کے الفاظ بھی کسی طرح بن باپ کے پیدا ہونے پر دلالت نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہ لفظ "کلمۃ" کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ (الاعراف ع۱۶) اور تیرے رب کی اچھی بنی اسرائیل کے حق میں پوری ہوئی (۷ - ۱۳۷) (۱۰ - ۶۴) کَذٰلِکَ (باقی بر صـ۱۱۹

Marfat.com

کیونکہ خوشخبری کے بعد بیٹوں کا پیدا ہونا ہی صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ
کہ بانجھ پن اور کنوارپن ہٹ گیا۔ بانجھ پن ہٹنے کے متعلق اس آیت پر
غور کیجئے فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ
سو ہم نے اُس (زکریا) کی دُعا قبول کی اور اُسے یحییٰ دیا اور اس کی
عورت کو اس کے لئے اچھا کر دیا۔ (۲۱-۹۰) چونکہ بانجھ پن ایک
بیماری تھی جس کا علاج کیا گیا اور اللہ نے شفا دی۔ یہی وجہ ہے کہ
اچھا کرنے کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا درحقیقت ہر بیمار کو
شفا اللہ ہی دیتا ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ بیماری کا
علاج نہیں کیا گیا۔ اللہ نے تو کوئی بیماری پیدا نہیں کی مگر اُس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۸ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا (یونس ع) اسی طرح
تیرے رب کی بات ان پر صادق آئی جنہوں نے نافرمانی کی (۱۰-۳۴) لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ (یونس ع)
اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں (۱۰-۶۴) اور اصل کلمہ: اللہ سے وہ امور محققہ مراد ہیں جو ہونے والے
تھے اور ہوئے اور یہودیوں نے حضرت مسیح کا حضرت مریم سے پیدا ہونا ایک امر محقق اور معین
تھا۔ یا یوں کہو کہ موعود تھا۔ پس اسی امر محقق یا موعود کو کلمۃ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے
اور جس طرح تمام قرآن میں کلمہ کو بنا طرز منسوب کیا ہے اسی طرح اس مقام پر بھی
کیا ہے ان الفاظ سے بن باپ کے پیدا ہونے پر کچھ بھی اشارہ نہیں نکلتا۔ نہ ہی صفہ
کے الفاظ سے بھی حضرت مسیح کا بن باپ کے پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان الفاظ
سے یہودیوں کے اس غلط الزام کی کہ حضرت مسیح میں شیطان کی طرف سے روح تھی
اور عیسائیوں کے اس غلط عقیدہ کی کہ وہ خدا تھا یہ کہہ کر کہ حضرت مسیح اللہ کی طرف
سے روح ہے تردید کی گئی صاف ظاہر ہے کہ جس شخص میں خدا کی طرف سے (باقی بر صفحہ ۱۲۰

لئے شفا بھی پیدا کی ہے (بخاری کتاب الطب) اس کے بالمقابل حضرت مریم کا کنوارپن کوئی بیماری نہ تھی جو خدا کو یہ کہنے کی ضرورت پڑتی کہ ہم نے اس کا کنوارپن ہٹا دیا۔ البتہ کنوارپن کا علاج خاوند ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے فَحَمَلَتْهُ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں یعنی حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰ کو حمل میں لیا حمل میں لینا ہی صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ کنوارپن جاتا رہا۔ اور کنوارپن ہمیشہ مرد کے ذریعے ہی جاتا ہے۔ جس کی تشریح رسول اللہ نے یہ کر دی کہ حضرت مریمؑ نے اسی طریقہ سے حمل لیا جس طرح دوسری عورتیں حمل لیتی ہیں۔ اگر اللہ نے بغیر مرد کے اپنی قدرت سے انہیں حاملہ کر دیا تھا تو پھر ایسے فعل کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹ روح ہو اس میں شیطانی روح نہیں ہو سکتی اور نہ ہی وہ خدا ہو سکتا ہے دراصل تمام جانداروں کی نسبت کیا حیوان اور کیا انسان "روح منہ" کا لفظ اطلاق کیا جا سکتا ہے سوائے اس کے اور کسی معنی میں حضرت عیسیٰ کی نسبت اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا خصوصاً مسیحیوں کے مذہب کے مطابق جو خدا کے یا خدا کی روح یا خدا کے کلمہ کے مجسم ہونے کے قائل نہیں ہیں اور اس کو لَمْ يَكُنْ وَلَمْ يَكُونَا جانتے ہیں چونکہ حضرت عیسیٰ لوگوں کے لئے نہ صرف دینی زندگی بلکہ رحمت کا باعث تھے لہٰذا یہ بھی ایک وجہ ہے کہ ان کے لئے "روح منہ" کا اطلاق کیا گیا (۲) مذکورہ بالا آیت کے ان الفاظ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وہ لوگوں سے جھولے میں باتیں کرے گا" سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت مسیحؑ عام انسانی پیدائش کے خلاف بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ صحیح نہیں کیونکہ جھولے میں باتیں کرنے سے صغیر سنی کا زمانہ مراد ہے چنانچہ حضرت مسیحؑ نے بارہ برس کی عمر میں ہی ایسا کلام کیا کہ سننے والے حیران رہ گئے جیسا کہ انجیل سے (باقی بر صفحہ ۱۲۱)

Marfat.com

نسبت کو اپنی طرف کیوں منسوب نہ کیا۔ کیا (نعوذ باللہ) اللہ کو بھی کسی کا ڈر تھا؟ حالانکہ وہ قادرِ مطلق جو کام اپنی قدرت سے کرتا ہے اُن تمام کاموں کے کرنے کی نسبت کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ مثلاً حضرت زکریا کی بیوی کے بانجھ پن کے متعلق صاف فرما دیا۔ اُس کی زوجہ کو اس کے لئے اچھا کر دیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب فرشتہ نے حضرت مریمؑ کو بیٹے کی خوشخبری دی تو اُس نے کھلے الفاظ میں یہ کہا کہ مجھے ابھی تک کسی انسان نے نکاح کر کے نہیں چھوا اور نہ میں بدکار ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ جس وقت اُن کو لڑکے کی خوشخبری دی گئی تھی اس وقت وہ کنواری تھیں گویا گذشتہ زمانے میں نہ چھوئے جانے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۰ معلوم ہوتا ہے۔ اُس کے ماں باپ ہر برس عید فسح پر یروشلم کو جایا کرتے تھے اور جب وہ بارہ برس کا ہوا تو وہ عید کے دستور کے مطابق یروشلم کو گئے (لوقا ۲-۴۱ و ۴۲) اور تین روز کے بعد ایسا ہوا کہ انہوں نے اسے ہیکل میں اُستادوں کے بیچ میں بیٹھے اُن کی سنتے اور ان سے سوال کرتے پایا اور جتنے اس کی سن رہے تھے اس کی سمجھ اور اس کے جوابوں سے دنگ تھے (لوقا ۲-۴۶ و ۴۷) علاوہ ازیں رسول اللہ کے اس ارشاد "اطلبوا العلم من المهد الى اللحد" علم حاصل کرو مہد سے لے کر لحد تک" میں بھی مہد سے مراد صغیر سنی کا ہی زمانہ ہے چنانچہ عام طور پر تمام بچے چھٹپن میں ہی مدرسے جا کر پڑھنا شروع کرتے ہیں نہ کہ جھولے میں پڑے رہنے کی حالت میں یہی وجہ ہے کہ نہ تو مقدس انجیل اور نہ ہی قرآن مجید سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ نے ایسی عمر میں جس میں حسب فطرت انسانی کوئی بچہ کلام نہیں کرتا۔ کلام کیا تھا۔ اگر حضرت مسیحؑ کا جھولے میں باتیں کرنا معجزہ تھا تو پھر اس کا بڑے (باقی بر صفحہ ۱۲۲)

Marfat.com

کی نفی کی گئی تھی۔ مگر آئندہ زمانے میں چھوئے جانے کی نفی تو نہیں کی گئی کیونکہ اُنہیں علم غیب نہیں تھا۔ مگر برادران اسلام کئی صدیوں سے اس نفی کو جو صرف گذشتہ زمانے کے متعلق تھی آئندہ زمانے یعنی بیٹے کی خوشخبری دینے کے بعد کے زمانے پر بھی یکساں طور پر چسپاں کرتے ہوئے اور اُن آیات کو جو حضرت مریمؑ کی شادی کے متعلق ہیں نظر انداز کرتے ہوئے اور رسول اللہ کے اس ارشاد کو کہ حضرت مریمؑ نے اُسی طرح حمل لیا جیسے دوسری عورتیں لیتی ہیں پس پشت ڈالتے ہوئے قرآنی آیات سے ایک تو یہ غلط استدلال کرتے رہے کہ حضرت مریمؑ تمام عمر کنواری رہیں جو نہ صرف عقل فطرت کے بلکہ مذہب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۱ ہو کر باتیں کرنا کیونکہ معجزہ نہیں ہو سکتا جبکہ دونوں حالتوں میں باتیں کرنے کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے عقلمند صاحبان کے لئے غور کرنے کا موقع ہے دراصل جھولے میں باتیں کرے گا" سے یہ مراد ہے کہ لڑکا گونگا پیدا نہیں ہوگا۔ بہر حال مہد اور کہولت میں باتیں کرنے سے الوہیت مسیحؑ کی تردید کی گئی ہے اور عیسائیوں کو یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ پیدائش سے لے کر وفات تک انسان ہی رہا لہٰذا وہ خدا نہ تھا۔ (۳) مذکورہ بالا آیت کے ان الفاظ "وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ" حالانکہ مجھے کسی انسان نے چھوا نہیں" سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اللہ نے اپنی قدرت سے بغیر مرد کے حضرت مریم کو حاملہ کر دیا تھا درست نہیں۔ کیونکہ نہ چھوئی ہوئی عورتوں کو بھی آخر چھوئے جانے سے ہی حمل ہوتا ہے جس کے ثبوت میں یہ آیات پیش کی جاتی ہیں۔ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً (البقرہ ع ۳۱) تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دیدو جبکہ تم نے ابھی تک انکو چھوا نہ ہو یا انکیلئے مہر مقرر نہ کیا ہو (۲-۶-۲۳۶) (باقی بر صفحہ ۱۳۳)

کے بھی خلاف ہے اور دوسرا یہ کہ حضرت مریمؑ کو خدا کی قدرت سے بغیر مرد کے حمل ہوا جو نہ صرف خدا کی شان بلکہ اُس کے قانون کے بھی خلاف ہے اور تیسرا یہ کہ حضرت مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے جو سراسر اس آیت کے خلاف ہے وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ (البلد ع ۱) اور باپ کی اور جو اس سے پیدا ہو (۹۰-۳) یہی وجہ ہے کہ فرشتہ نے خوشخبری میں یہ نہیں کہا کہ لڑکا کنواری بن کی حالت میں ہی بغیر خاوند کے خدا کی قدرت کے حمل سے پیدا ہوگا۔ اور نہ ہی بیٹا کے پیدا ہونے کی کوئی میعاد مقرر کی۔ صاف ظاہر ہے کہ جس وقت کی یہ گفتگو ہے اس وقت تک حضرت مریمؑ کو کسی بشر نے نہیں چھوا تھا چونکہ حضرت مریم بیت المقدس میں خدا کی عبادت کے لئے نذر

بقیہ حاشیہ ۱۔ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (الاحزاب ع ۱) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انہیں طلاق دیدو قبل اس کے کہ تم انہیں چھوؤ تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو (۳۳-۴۹) اب اگر کسی کنواری عورت کو بغیر چھوئے ہی طلاق دی جائے اور بعد ازاں اس کو حمل ہو جائے تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا۔ کہ اسے بغیر مرد کے چھوئے جانے کے حمل ہو گیا؟ اگر ایسا خیال نہیں کیا جائے گا تو پھر کس واسطے حضرت مریم کے حمل کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ بغیر مرد کے ہوا۔ جبکہ فرشتہ نے بھی مریم کی خوشخبری دیتے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ لڑکا اللہ کی قدرت کے حمل سے بنا باپ کے پیدا ہوگا صاف ظاہر ہے کہ کنواری عورت اگر آج نہ چھوئی گئی تو کل چھوئی جائے گی یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ (الرحمٰن ع ۱) باقی برصفحہ ۱۲۴

مانی ہوئی تھیں اس لئے انہیں اپنی شادی کا کوئی خیال ہی نہ تھا یہی وجہ ہے کہ لڑکے کی بشارت پانے پر انہیں تعجب ہوا جیسا کہ نہ صرف حضرت زکریا کو بلکہ حضرت ابراہیم اور اس کی بیوی کو بھی یہ آیات اس پر گواہ ہیں قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ (الحجر ع) انہوں نے کہا ڈر نہیں ہم تجھے ایک صاحب علم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں اس نے کہا تم مجھے خوشخبری دیتے ہو۔ حالانکہ مجھے بڑھاپے نے آلیا ہے تو تم کاہے کی خوشخبری دیتے ہو۔ (۱۵-۵۳، ۵۴) وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ (ہود ع) اور اس کی عورت کھڑی تھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۳ ان میں نگاہوں کو نیچی رکھنے والی ہوں گی جنہیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ جن نے۔۔۔ گویا کہ وہ یاقوت اور مونگا ہیں (۵۵-۵۶ تا ۵۸) جنت کی عورتوں کے متعلق تو اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ انہیں ابھی تک کسی مرد نے نہیں چھوا۔ اسی طرح حضرت مریمؑ کا قول اپنے متعلق ہے کہ مجھے ابھی تک کسی مرد نے نہیں چھوا۔ آخر جنت کی عورتیں بھی جائز طور پر چھوئی جائیں گی جیسا کہ حضرت مریمؑ جائز طور پر چھوئی گئی کیونکہ عورت تو چھوئے جانے کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے نہ کہ تمام عمر کنواری رہنے کے لئے چنانچہ کنواری عورتوں کا نکاح ہونا روزمرہ دیکھا جاتا ہے۔ مگر حضرت مریم کا نکاح ہونے سے انکار کیا جاتا ہے حالانکہ بیٹے کی خوشخبری میں یہ نہیں کہا گیا تھا کہ کنواری رہنے کی حالت میں ہی لڑکا پیدا ہوگا بلا شبہ اس وقت حضرت مریم کے لئے خاوند کا مہیا کر دینا کوئی مشکل امر نہ تھا کیونکہ مردوں کی کچھ کمی نہ تھی (۴) مذکورہ بالا آیات کے یہ الفاظ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ جو چاہتا پیدا کرتا ہے (باقی بر صفحہ ۱۲۵)

سودہ خوش ہوئی تو ہم نے اُسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے (ایک پوتے) یعقوب کی خوشخبری دی اس نے کہا مجھ پر تعجب! میں جنوں گی حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے (۱۱-۷۱، ۷۲) فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝ (الذاریٰت ع۲) پس دل میں ان سے ڈرا انہوں نے کہا ڈر نہیں اور اسے ایک صاحب علم لڑکے کی خوشخبری دی تو اس کی عورت چیخ مار کر آگے آئی اور اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا بڑھیا بانجھ ہوں (۵۱-۲۸، ۲۹) حضرت مریمؑ کی حالت اولاد ہونے سے مایوسی کی نہ تھی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۴ اور يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ "جو چاہتا ہے کرتا ہے" بھی حضرت مسیحؑ کی پیدائش بن باپ پر ہرگز دلالت نہیں کرتے کیونکہ اللہ انسان کو پیدا تو نطفہ سے کرتا ہے چاہے لڑکے پیدا کرے چاہے لڑکیاں یہ آیات اس پر شاہد ہیں۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَاۗبَّةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (النور ع۶) اور اللہ نے ہر ایک جاندار کو پانی سے پیدا کیا سو کوئی ان میں سے وہ ہے جو اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور کوئی ان میں وہ ہے جو دو پاؤں پر چلتا ہے اور کوئی ان میں سے وہ ہے جو چار پاؤں پر چلتا ہے اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۴-۴۵) لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (الشوریٰ ع۵) اللہ کے لئے ہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے (باقی بر صفحہ ۱۲۶)

Marfat.com

اور حضرت ابراہیمؑ اور اُنکی بیوی حضرت زکریا اور اُنکی بیوی کی حالت مایوسی کے قریب تھی مگر جب اُن دونوں سے بیٹے کا پیدا ہونا بغیر باپ کے تسلیم نہیں کیا گیا تو حضرت مریمؑ کے تعجب سے جو صرف اُسوقت کی کیفیت پر تھا جبکہ بشارت ہوئی نہ آئندہ کے ہونے والی حالت پر کیونکر حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ کے پیدا ہونے پر استدلال ہو سکتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ دونوں کی بیویوں کا بانجھ پن ہٹانا کوئی مشکل امر نہ تھا تو پھر حضرت مریمؑ کا نکاح کر کے خاوند حاصل کرنا بھی کوئی مشکل امر نہ تھا کیونکہ اُس وقت مردوں کی کوئی کمی نہ تھی جبکہ ایک مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا رواج بھی تھا۔ چنانچہ اس خوشخبری کے بعد ہی حضرت مریمؑ کو اور اُن کے مربیوں کو حضرت مریمؑ کی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا جو آخر یوسف کے ساتھ عقد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵ : وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے دیتا ہے یا وہ اُنہیں ملا دیتا ہے (کچھ) لڑکے اور (کچھ) لڑکیاں اور جسے چاہتا ہے بانجھ بناتا ہے وہ جاننے والا قدرت والا ہے (۴۲ - ۴۹ و ۵۰) مذکورہ بالا آیت کے ان الفاظ کن فیکون) سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے اللہ کے حکم سے ہی حمل ہو گیا تھا۔ صحیح نہیں کیونکہ ان الفاظ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ پیدا ہونے والی مخلوق کے اسباب پیدا کر دیتا ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسٓ ع) یقیناً اس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے صرف یہی ہوتا ہے کہ اسے کہتا ہے ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے" (۳۶ - ۸۲) اب تمام لوگ اللہ کے کے ارادے سے ہی پیدا ہوتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ بغیر اسباب کے پیدا ہو جاتے ہیں اور اُن کے باپ نہیں ہوتے یا عورتوں کو بغیر مرد کے ہی حمل ہو جاتا ہے حقیقتاً ہر شے کن فیکون کے حکم سے ہمیشہ قانون قدرت اور قاعدہ فطرت کے (باقی بر صفحہ ۱۲۷)

Marfat.com

ہونے سے پورا ہوا اور وہ حسب قانون فطرت انسانی اپنے شوہر یوسف سے حاملہ ہوئیں کیونکہ اس فے سے جو فحملتہ پر ہے یہ لازم نہیں آتا کہ بمجرد فرشتہ کی گفتگو کے حضرت مریمؑ حاملہ ہو گئی تھیں بلکہ یہ پایا جاتا ہے کہ اس گفتگو کے کسی زمانہ مابعد میں وہ حاملہ ہوئیں جیسا کہ فَاَجَآءَھَا الْمَخَاضُ کی فے سے اتصال زمانی مستنبط نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت مریمؑ کے حاملہ ہونے اور درد زہ شروع ہونے میں اتصال زمانی نہ تھا۔ غرضیکہ ایسے مقام پر جہاں فے آئی ہے اس سے ہر جگہ خواہ مخواہ اتصال زمانی مستنبط نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ ایک واقعہ ہونے کے بعد دوسرا واقعہ کچھ عرصہ کے بعد وقوع میں آتا ہے حقیقتاً حضرت مریمؑ کو لڑکے کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶ مطابق پیدا ہوتی ہے پس یہ الفاظ کسی طرح اس بات پر کہ حضرت مسیحؑ کی ولادت فی الفور بلا قاعدہ فطرت اور بغیر باپ کے ہوئی قطعی دلالت نہیں کرتے (۵) مذکورہ بالا آیت کے ان الفاظ "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے کی غلط تاویل کر کے یہ کہنا کہ اللہ نے اپنی قدرت سے بغیر مرد کے حضرت مریم کو حاملہ کر دیا تھا سراسر اللہ پر افترا اور بہتان ہے کیونکہ جو حمل کر سکتا ہے وہ بیٹا بنا کر صاحب اولاد بھی ہو سکتا ہے یہ نکتہ مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا حالانکہ اس سے اللہ کی ذات اور صفات پر ایک بڑا بھاری حرف آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ وہ کام کرتا ہے جن سے اس کی شان بلند ہوتی ہے اور کبھی بھی وہ کام نہیں کرتا جو اس کی شان کے شایاں نہ ہو یا اس کی شان پر کوئی عیب لاسکے یا اس کی شان میں کوئی نقص پیدا کر دے چنانچہ حمل کرنا انسانی خاصہ ہے نہ کہ خدا کا۔ علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ کام ہرگز نہیں کرتا جن کا کرنا انسان کی طاقت میں رکھا گیا ہو مثلاً پتلوں کا بنانا ٹیلی ویژن کا ایجاد کرنا (باقی بر صفحہ ۱۲۸)

Marfat.com

بشارت دینے کا یہ مطلب تھا کہ اس کی شادی ہوگی تاکہ اس کی ماں کی یہ دُعا پوری ہو کر رہے۔ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُہَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُہَا بِکَ وَذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ (آل عمران ع) میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں (۳ - ۳۶) اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت مریمؑ کی ماں نے یہ دُعا مانگی تھی اُس وقت اُن کا یہ خیال نہ تھا کہ حضرت مریم ساری عمر کنواری رہے گی بلکہ یہ منشا تھا کہ اس کی شادی ہوگی اور اس کے ہاں بچے پیدا ہوں گے چنانچہ حضرت مریم کی شادی ہوئی اور اس کے بطن سے ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷ جنگی سامانوں کا تیار کرنا اور عورتوں کو بغیر مرد کے حمل کر دینا جب کبھی اس آیت کے ماتحت ایسے مسلمانوں سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا اللہ اپنی بیوی بنانے اور بیٹا پیدا کرنے اور جھوٹ بولنے پر قادر ہے یا نہیں تو پھر بجائے جواب دینے کے بغلیں جھانکنا شروع کر دیتے ہیں جو سراسر جہالت کا نشان ہوتا ہے بلاشبہ جو لوگ اس آیت کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے انسانی کام بھی کر دیتا ہے جو اس کی بزرگی بڑائی اور تقدیس کے خلاف ہوتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کی قدر نہیں پہچانتے گویا وہ اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بناتے ہیں وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (الزمر ع) اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے (۳۹ - ۶۷) یقیناً اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں کے کرنے پر قادر ہے جن سے اس کی خدائی شان ٹپکتی ہے۔ نہ کہ انسانی عیسائیوں نے یہ کہہ کر خدا اس بات پر قادر ہے کہ اپنے آپ کو مجسم کر کے انسانی شکل میں بطور اوتار کے دنیا میں آجائے۔ اللہ کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانا (۶) وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰہُ (باقی بر صفحہ ۱۲۹)

جیسا کہ ذُرِّیَّتَہَا کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے

دُوسری دلیل :- فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا (مریم ع) پھر مریم نے اُسے حمل میں لیا اور اس کے ساتھ الگ ہو کر دُور چلی گئی (۱۹ - ۲۲) اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم کنواری نہ رہیں کیونکہ جس کنواری کو ایک بار بھی حمل ہو جائے تو وہ کنواری نہیں کہلا سکتی خواہ اس کا حمل کرنے والا کوئی ہو اب اس حمل کو بغیر مرد کے خدا کی قدرت کی طرف منسوب کرنا قطعاً غلط ہے کیونکہ حمل کرنا ایک ایسا مخفی امر ہے جس کے متعلق یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آیا یہ خدا کی قدرت سے بغیر مرد کے ہوا یا انسانی طاقت سے لہٰذا ایسے مشتبہ حمل کو خدا کی قدرت کی طرف منسوب کرنا کوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرۃ ع) اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلے دلائل دیئے اور روح القدس کے ساتھ اس کی تائید کی (۲ - ۸۷) حضرت عیسیٰ کی نسبت ایسے الفاظ کا استعمال کسی طرح اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتا کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ دراصل تائید روح القدس سے یہودیوں کے اس اعتراض کی تردید کی گئی ہے کہ یہ بدروحوں کے سردار بعلزبول کی مدد بغیر بدروح کو نہیں نکالتا جس پر حضرت مسیح نے بتایا کہ میں خدا کی روح کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہوں (متی ۱۲ - ۲۸) چونکہ حضرت مسیح خلق کے رحمت تھے اس لئے روح القدس سے ان کی تائید ہوتی تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ سے روح القدس کا وہی تعلق تھا جو نبی کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ مومنوں کو بھی روح القدس کی تائید ملتی ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلہ ع) انہی کے دلوں کے اندر اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی تائید کی ہے (۵۸ - ۲۲) حضرت مسیح کی بینات اور تائید روح القدس کا خصوصیت سے ذکر اس لئے کیا کہ یہودی ان کا انکار کرتے اور ان کو ناپاک قرار دیتے تھے (باقی ص ۱۳۰)

عقلمندی نہیں۔ تاوقتیکہ اس بات کا فیصلہ نہ کر لیا جائے کہ ایسے حمل سے پیدا شدہ حضرت مسیحؑ میں خدائی صفات تھے یا انسانی جس کے صفات ہوں اُس ہستی کی طرف حضرت مریمؑ کے حمل کو منسوب کیا جائے۔ کیونکہ یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ حضرت مریم کو حمل تو بغیر مرد کے خدا کی قدرت سے ہو مگر حضرت مسیحؑ میں انسانی صفات ہوں حالانکہ بچہ حمل کرنے والے کے ہی اوصاف لے کر پیدا ہوتا ہے جیساکہ رسول اللہ کا ارشاد ہے جس میں عیسائیوں کے وفد نجران کو مخاطب کیا گیا "فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی بچہ نہیں مگر وہ اپنے باپ سے مشابہ ہوتا ہے اُنہوں نے کہا ہاں" (روح المعانی تفسیر آل عمران) آخر حضرت مسیحؑ کو تو اُسی کے مشابہ ہونا چاہیئے

بقیہ حاشیہ ص۱۲۹ اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو اپنی قدرت کاملہ سے ہی بغیر مرد کے حاملہ کر دیا تھا تو پھر اُن آیات کو جن سے اُن کی شادی کا ہونا ثابت ہوتا ہے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی ذیل کی آیات پر غور کیجئے (۱) وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (آل عمران ع) میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اُسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں (۳ - ۳۵) اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت مریم کی ماں نے یہ دعا مانگی تھی اس وقت اُن کا یہ خیال نہ تھا کہ یہ لڑکی ساری عمر کنواری رہیگی۔ بلکہ یہ منشا تھا کہ اس کی شادی ہوگی اور اس کے ہاں بچے پیدا ہونگے چنانچہ حضرت مریم کی شادی ہوئی اور ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوئے جیساکہ ذُرِّیَّتَهَا کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے مذکورہ بالا دعا کے الفاظ پر غور کیجئے کیا ہر اولاد والے کی یہ فطرتی خواہش نہیں ہوتی کہ اس کی نسل آگے بڑھے اور نیک ہو کیا جب کوئی شخص اپنی اولاد کے حق میں ایسی دعا مانگتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس کی اولاد کنواری رہے؟ عقلمند حضرات کے لئے غور کرنے کا مقام ہے۔ (۲) (الف) وَكَفَّلَهَا (مریم کو) (باقی بر ص۱۳۱)

Marfat.com

جس نے اُن کی ماں کو حمل کیا یہ تو کبھی ہو نہیں سکتا کہ حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے خدائی حمل سے پیدا ہوں مگر اُن کی صورت اور شکل و شباہت انسان کے مشابہ ہو علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ حمل کا ہو جانا عورت اور مرد کی خواہش پر نہیں ہوتا بلکہ اس کا انحصار خدا کی قدرت اور امر ربّی پر رکھا گیا ہے چنانچہ دنیا بھر کی عورتوں کو خدا کی قدرت اور امر ربّی سے ہی حمل ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ اُن کے خاوند نہیں ہوتے حقیقتاً اللہ کی قدرت کے تمام کام کسی نظام اور اسباب کے ماتحت ہوتے ہیں جو لوگ اس کے خلاف سمجھتے ہیں وہ یقیناً بے وقوفوں کے بہشت میں رہتے ہیں صاف ظاہر ہے کہ جس جنس کا باپ ہوگا اسی جنس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۰ زَكَرِيَّا ط (آل عمران ع۴) اور اُسے (مریم کو) زکریا کے سپرد کیا گیا۔ (۳-۳۶) (ب) يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (آل عمران ع۴) اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کر اور سجدہ کر اور جھک جانیوالوں کے ساتھ جھک جا یہ غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں اور تو اُن کے پاس نہ تھا جب وہ اپنی قلمیں ڈالتے تھے کہ ان میں سے کون مریم کا کفیل بنے اور نہ تو ان

مذکورہ بالا آیت نمبر (الف) سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ صغیر سنی میں ہی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت زکریا کے سپرد کی گئی تھیں اور آیت نمبر (ب) سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب وہ بلوغت کو پہنچ چکی تھیں اور اُن کے نکاح کے متعلق جھگڑتے تھے کہ کس کے نکاح میں دی جائے کیونکہ ایام حیض کے آنے کی وجہ سے وہ مسجد میں تو رہ نہیں سکتی تھیں اور نہ ہی بنی اسرائیل میں بطور راہبہ یعنی تارک بٹھانے کا کوئی دستور تھا۔ آخر اس جھگڑے کا فیصلہ اس طرح ہوا (باقی بر صفحہ ۱۳۲)

کا بیٹا مثلاً اُونٹ کا بچہ اُونٹ بھیڑیا کا بچہ بھیڑیا اور شیر کا بچہ شیر۔

تیسری دلیل :۔ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہی حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے حمل کر دیا تھا تو پھر اُسے بچہ جنتے وقت دردزہ کیوں ہوا۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (مریم ع۲) پھر دردزہ اُسے کھجور کے تنے کی طرف لے آیا کہنے لگی اے کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بسری ہوتی (۱۹۔ ۲۳) جب اللہ اپنی قدرت سے حمل کر سکتا تھا تو کیا دردزہ نہیں ہٹا سکتا تھا؟ دردزہ کا ہونا ہی صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت مسیحؑ معمولی انسانی حمل سے پیدا ہوئے چنانچہ بائبل بھی اس پر شاہد ہے پھر اُس نے عورت

بقیہ حاشیہ :۔ کہ حضرت مریمؑ کا نکاح بذریعہ قرعہ اندازی کے کیا گیا کیونکہ ایسی نیک اور پاک بی بی کو اپنی زوجیت میں لانے کی خواہش بہتیرے دلوں میں پیدا ہو گئی تھیں۔

(۳) قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا (مریم ع۲) کہا میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھے خاوند نے نہیں چھوا اور نہ میں بدکار ہوں (۱۹ - ۲۰) اس آیت کے ایک معنی جو عام طور پر کئے جاتے ہیں وہ خاکسار نے صفحہ (۱۱۴/۱۲۰) پر مع تشریح کے کر دیئے ہیں جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس بشارت کے پانے پر حضرت مریمؑ کنواری تھیں اور بعد ازاں شادی ہوئی مگر اس آیت کا دوسرا قرینہ "بَشَرٌ" کے لفظ سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ اس بشارت کے دیئے جانے پر وہ منکوحہ شدہ تھیں اور اُن کا خاوند موجود تھا مگر ابھی رخصتانہ نہیں ہوا تھا اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نکاح پہلے ہو چکا تھا مگر رخصتانہ کئی سال کے بعد ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مریم نے کہا کہ مجھے ابھی خاوند نے نہیں چھوا عام طور پر وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ کے یہ معنی کئے جاتے ہیں کہ مجھے کسی آدمی نے ابھی تک نہیں چھوا مگر جب ان (باقی برصفحہ ۱۳۳)

Marfat.com

سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی۔ اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا (پیدائش ۳ - ۱۶) دردِ زہ ہونے میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ جب حضرت مسیحؑ اپنی ماں کو بھی گناہ کی سزا سے نہ بچا سکے تو پھر دوسرے لوگوں کو اُن کے گناہوں کی سزا کیونکر بچا سکتے ہیں گویا وہ گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتے۔ علاوہ ازیں حضرت مریم کو ایسی تکلیف کی حالت میں یہ حکم

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا۔

(مریم ع) اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا تجھ پر تازہ پکی کھجوریں گر پڑیں گی (۱۹ - ۲۵) دنیا کی صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۲ ۱۔ الفاظ کو "وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا" اور نہ میں بدکار ہوں" کے بالمقابل رکھا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس جگہ بشر سے مراد خاوند ہی ہے کیونکہ کسی آدمی کے نہ چھونے کا مفہوم تو "وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا" اور نہ میں بدکار ہوں" میں پایا جاتا ہے یعنی: تو مجھے جائز طور پر خاوند نے چھوا ہے اور نہ ناجائز طور پر کسی نے اس تشریح کی تصدیق انجیل سے بھی ہوتی ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ حضرت مریمؑ کی منگنی ہو چکی تھی یہ آیت اس پر شاہد ہے چھٹے مہینے میں جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا (لوقا ۱ - ۲۶، ۲۷) دراصل اس وقت یہودیوں میں منگنی کو ہی نکاح سمجھا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ انجیل متی پہلا باب آیت ۱۶ میں یوسف کو مریم کا خاوند لکھا ہے کیونکہ موسوی شریعت میں منگیتر کو بھی بیوی سمجھا جاتا تھا۔

Marfat.com

خدائی حمل سے پیدا نہیں ہوئے اگر حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے اللہ کی قدرت سے ہی حمل ہوتا تو پھر خدا اپنی قدرت سے درخت کو بھی ہلا دیتا یا فرشتوں یا ہوا کو اس کے ہلانے کا حکم دے دیتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا جس میں یہ نکتہ پایا جاتا ہے کہ اللہ کبھی بھی وہ کام نہیں کرتا جس کا کرنا انسان کی طاقت میں رکھا گیا ہو غرضیکہ حضرت مسیحؑ کی ولادت ٹھیک اسی طرح پر واقع ہوئی جس طرح عموماً بچوں کی ہوتی ہے کہ وہ نو ماہ تک حمل میں رہتے "اُس (مریمؑ) کے جننے کے دن پورے ہوئے اور وہ اپنا پلوٹھا بیٹا جنی" (لوقا ۲ - ۶ (۷) اور بروقت ولادت حضرت مریمؑ پر وہ تمام حالات طاری ہوئے جو عموماً عورتوں پر بچہ پیدا ہونے میں طاری ہوتے ہیں۔

چوتھی دلیل۔ عورت ہمیشہ مرد سے ہی حمل لیتی ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا (الاعراف ع۲۴) پھر جب (مرد) اُس (عورت) پر پردہ ڈالتا ہے تو وہ ایک ہلکا سا بوجھ اُٹھا لیتی ہے (۷۔ چنانچہ حضرت مریمؑ کو بھی نطفہ سے ہی حمل ہوا یہ آیت اس پر گواہ ہے وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۙ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى (النجم ع۲) اور وہی دو جوڑے پیدا کرتا ہے نر اور مادہ نطفہ سے جب وہ ڈالا جاتا ہے (۵۳ صاف ظاہر ہے کہ مرد ہی عورت کے اندر نطفہ ڈالتا ہے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۔ افرءیتم

Marfat.com

مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ (الواقعہ ع) ہم نے تم کو پیدا کیا پھر کیوں تم سچ نہیں مانتے تو کیا تم نے دیکھا جو تم نطفہ ڈالتے ہو کیا تم اُسے پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں (۵۷-۵۸ تا ۵۹) اِن آیات سے اُن لوگوں کی بھی تردید کی گئی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کسی مرد کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے حضرت مریمؑ کے اندر ہی اپنی قدرت سے نطفہ پیدا کر دیا تھا گویا اُن میں ڈالا نہیں گیا جو سراسر اِن آیات کے خلاف ہے۔ مگر افسوس ایسے صاحبان حضرت مسیحؑ کے دیگر بھائیوں اور بہنوں کی پیدائش یوسف کے نطفہ سے ہی مانتے ہیں مگر جب یہ پوچھا جاتا ہے "کیا اللہ کی پیدائش کے لئے حضرت مریمؑ کے اندر نطفہ پیدا کرنے پر قادر نہ تھا" تو پھر کوئی جواب نہیں دے سکتے اب حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو یوسف کے تخم سے نہ ماننا گویا اس آیت کو جھٹلانا ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (الطارق ع) پس انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ گرا ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے جو پیٹھ اور پسلیوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے (۸۶-۵ (۶)) اب حضرت محمد رسول اللہ کی پیدائش کو نطفہ سے مان کر عام انسانوں جیسی سمجھنا اور حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو نطفہ سے مستثنیٰ قرار دے کر غیر معمولی سمجھنا کوئی دانائی کی بات نہیں کیونکہ غیر معمولی

پانچویں دلیل۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے

Marfat.com

اپنی قدرت سے حاملہ کر دینا اس کی سنّت کے خلاف ہے کیونکہ انسان کی پیدائش کو نطفہ سے ہی رکھا گیا ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (السجدہ ع) اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر اس کی نسل ایک نچوڑ سے ٹھہرائی (جو) کمزور پانی میں آجاتا ہے (۲۲/۷) دراصل انسانی پیدائش کے لئے اللہ کا یہی قانون شروع سے ہی چلا آرہا ہے جو کبھی بدلا نہیں جاتا یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (الفتح ع) اللہ کا قانون ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا (۴۸ - ۲۳) خدا جانے حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو اس قانون سے کیوں باہر رکھا جاتا ہے جبکہ آنحضرتؐ کی پیدائش کو اسی قانون کے ماتحت نطفہ سے مانا جاتا ہے اب حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ قرار دینا گویا نہ صرف ان آیات اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ (القیمۃ ع) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ مہمل ہی چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ منی کا نطفہ نہ تھا جو ڈالی جاتی ہے (۷۵ - ۳۶ و ۳۷) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (الدھر ع) ہم نے انسان کو ملے ہوئے

Marfat.com

نطفہ سے پیدا کیا" (۷۶ - ۲) کو جھٹلانا ہے بلکہ عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع دینا ہے کہ حضرت مسیحؑ خدا تھا۔ اگر وہ انسان ہوتا تو پھر نطفہ سے پیدا ہوا تھا۔

پھٹی دلیل۔ جب اللہ کی کوئی بیوی نہیں جیسا کہ اس کا ارشاد ہے

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ

(الانعام ع ۳) آسمان اور زمین کا عجیب پیدا کرنے والا اس کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اس کی جورو نہیں (۶ - ۱۰۲) جس میں یہ حکمت رکھی گئی ہے کہ جب کوئی عقلمند انسان اپنی بیوی کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت کو حمل کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ زنا کہلاتا ہے تو پھر وہ خدا جو حکمت والا اور دانائی والا ہے یہ حکم دے کر کہ زنا کے قریب نہ جاؤ اور یہ اعلان کر کے کہ اس کی کوئی بیوی نہیں حضرت مریمؑ کو حمل کیوں کرے جو سراسر اس کی شان کے خلاف ہے کیونکہ ایک تو اس کی بیوی نہیں دوسرے وہ مخلوق کی حیثیت سے خالق کے برابر نہیں ہو سکتی۔ تیسرے خالق اور مخلوق میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ عورتوں کو مردوں کی کھیتی قرار دیا گیا ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (البقرۃ ع ۲۳) تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی ہیں (۲ - ۲۲۳) صاف ظاہر ہے کہ کھیتی بغیر بیج کے نہیں ہوتی۔ بلاشبہ عورتیں خدا کی کھیتی نہیں ہیں کیونکہ وہ عورتوں کو حمل کرنے سے پاک اور بالاتر ہے علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ

Marfat.com

جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق کے ہاں بغیر جوڑے کے بیٹا نہیں ہو سکتا تو پھر حضرت مریمؑ کی کیا مجال ہے کہ بغیر جوڑے کے بیٹا جن دے کیا وہ خدا سے بڑھ کر قادر ہے؟

ساتویں دلیل۔ بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا کوئی جوڑا نہیں یہ آیات اس پر گواہ ہیں" لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ ع) اس کی مثل کوئی چیز نہیں (۴۲-۱۱) وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص ع) اس کا کوئی ہمسر نہیں (۱۱۲-۴) حالانکہ اس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ (الشوریٰ ع) آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے۔ اور چار پایوں کے بھی جوڑے پیدا کئے، وہ اسی طرح سے تمہیں پھیلاتا رہتا ہے (۴۲-۱۱) وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (النباء ع) اور ہم نے تمہیں جوڑے جوڑے پیدا کیا (۷۸-۸) جس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ اُن کے درمیان توالد ہو اور انسان اور حیوان کی نسل پھیلے چونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے جو کبھی مرتا نہیں (۲۵-۵۸) اس لئے اُسے اپنی نسل کے بڑھانے کی کوئی حاجت نہیں یہی وجہ ہے کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور نہ وہ کسی عورت کو بغیر مرد کے اپنی قدرت سے حمل کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جب تمام مخلوقات کے جوڑے بنائے گئے ہیں تو پھر کیا وجہ

Marfat.com

ہے کہ حضرت مریمؑ کا جوڑا اُسے حمل نہ کرے ؟ کیا خدا اس کا جوڑا بنانا بھول گیا تھا؟ حالانکہ وہ بھولنے والا نہیں حقیقتاً انسان ہی انسان کو حمل کرتا ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً (النساء ع) اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا اور اُسی سے اُس کا جوڑا پیدا کیا اور اِن دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں (۴-۱) صاف ظاہر ہے کہ بغیر جوڑے کے اولاد نہیں ہو سکتی۔ جب اس زمانہ میں حضرت مریمؑ کو نہایت آسانی سے خاوند مل سکتا تھا تو پھر خدا کو اُسے حمل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب کہ وہ اس کا جوڑا بھی نہیں۔ آخر انسان کو کچھ تو عقل سے کام لینا چاہئے

آٹھویں دلیل۔ اگر اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہی حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے حاملہ کر دیا تھا تو پھر اس حمل سے پیدا شدہ بیٹے کا انکار کیوں کرتا ہے اور کس واسطے یہ کہتا ہے ؟ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا (بنی اسرائیل ع) اور کہہ سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جس نے بیٹا نہیں بنایا (۱۷-۱۱۱) وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا (الفرقان ع) اور اُس نے کوئی بیٹا نہیں بنایا (۲۵-۲) اَلَآ اِنَّھُمْ مِّنْ اِفْکِھِمْ لَیَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰہُ ۙ وَاِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ (والصّٰفّٰت ع) دیکھو وہ

Marfat.com

اپنی طرف سے جھوٹ (بنا کر) کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں (۳۷ - ۵۱ (۵۲) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (الاخلاص ع) کہہ وہ اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے (۱۱۲ - ۳) اللہ تعالیٰ کا بیٹے سے انکار کرنا ہی صاف ثابت کرتا ہے کہ اس نے حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے اپنی قدرت سے حمل نہیں کیونکہ یہ اللہ کی شان کے خلاف ہے کہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے خود اپنی قدرت سے حمل کرے مگر بعد ازاں اس حمل سے پیدا شدہ بیٹے کا انکار کر دے۔

اب جو مسلمان حضرت مریمؑ کے حمل کو بغیر مرد کے اللہ کی قدرت کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ پر افترا اور بہتان باندھتے ہیں اگر اُن کو یقین ہوتا تو پھر حضرت مسیحؑ کو حمل کرنیوالے کا ہی بیٹا کہہ کر پکارتے دراصل ایسے مسلمانوں کو حضرت مریم کا بغیر خاوند کے اللہ کی قدرت سے حاملہ ہو جانے کا شک ہے یہی وجہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے سے ہچکچاتے ہیں کیونکہ اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر یہ کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے اللہ کی قدرت سے حمل ہوا مگر اس کے ثبوت میں کوئی آیت اور حدیث پیش نہیں کرتے

نانویں دلیل۔ اگر اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہی بغیر مرد کے چھونے کے حضرت مریمؑ کو حاملہ کر دیا تھا تو پھر عیسائیوں کا یہ

Marfat.com

عقیدہ کہ روح القدس نے اپنی قدرت کاملہ سے ہی بغیر مرد کے چھونے کے حضرت مریمؑ کو حاملہ کر دیا تھا ہرگز جھوٹا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ یہ مثال دیتے ہیں کہ انسان کے حمل سے جو پیدا ہوتا ہے وہ انسان اور انسان کا بیٹا بھی کہلاتا ہے چونکہ حضرت مسیحؑ روح القدس کی قدرت کے حمل سے پیدا ہوئے لہذا وہ خدا اور خدا کا بیٹا بھی جس کی عام طور پر مسلمان کوئی تردید نہیں کر سکتے کیونکہ وہ خود مانتے ہیں۔ کہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے چھونے کے خدا کی قدرت سے حمل ہوا۔ گویا جیسے عیسائی حضرت مریمؑ کے حمل کے متعلق غلو کرتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی جس سے نہ صرف عیسائیوں کے باطل عقیدے کی تائید ہو جاتی ہے بلکہ انہیں یہ کہنے کا موقع مل جاتا ہے کہ جس ہستی کی طرف حمل منسوب کیا جائے بیٹا بھی اسی کا ہونا چاہئے مگر افسوس یہ ایک معمولی سی بات بھی ایسے مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتی کیونکہ وہ صرف حمل کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر اس حمل سے پیدا شدہ بیٹے کو اللہ کی طرف منسوب نہیں کرتے جو سراسر ناانصافی ہے حالانکہ وہ اپنی

دسویں دلیل ماگر اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہی بغیر مرد کے چھونے کے حضرت مریم کو حاملہ کر دیا تھا تو پھر امر ربی کے حمل سے پیدا شدہ رسول حضرت مسیحؑ اور نطفہ کے حمل سے پیدا شدہ

Marfat.com

رسول حضرت محمدؐ مصطفےٰ کے مابین کوئی نمایاں فرق ہو جانا چاہیئے جس سے یہ تمیز ہو سکے کہ حضرت مسیحؑ روحانی حمل سے پیدا ہوئے تھے جب اعلیٰ دھات سے بنائی ہوئی دوات مٹی کی دوات کے برابر نہیں ہو سکتی تو پھر خدائی حمل سے پیدا شدہ رسول اور انسانی حمل سے پیدا شدہ رسول کیونکر برابر ہو سکتے ہیں اگر ان دونوں رسولوں کی بشریت میں ایک اِنچ کا بھی فرق نہ تھا تو پھر اس بات کے تسلیم کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ حضرت مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے کیوں نہ اس بات کو مانا جائے کہ وہ انسانی حمل سے پیدا ہوئے اور ان کا باپ یوسف تھا جیسا کہ اُن کی والدہ مکرمہ بتلاتی ہیں (لوقا ۲ ۔ ۴۸) اب حضرت مسیحؑ کی ولدیت کو یوسف کی طرف منسوب نہ کرنا گویا حضرت مریمؑ کے قول کو جھٹلانا ہے ۔ حالانکہ انہیں قرآن کریم میں صدیقہ کے لقب سے پکارا گیا ہے اگر حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے خدا کی قدرت سے حمل ہوا تھا ۔ تو پھر اس نے حضرت مسیحؑ کو یوسف کا بیٹا کیوں ٹھہرایا کیا ولدیت کے متعلق ماں کی گواہی سے بڑھ کر اور کوئی گواہی بھی معتبر ہو سکتی ہے ؟ یقیناً حضرت مسیحؑ کی ولدیت کے متعلق اس کی ماں کی گواہی ہی دلیل ہے ۔ اگر کسی عورت کو بغیر خاوند کے اللہ کی قدرت سے حمل ہو جاتا تھا یا کسی عورت کو اس کے اندر ہی نطفہ پیدا ہونے کی

Marfat.com

وجہ سے بغیر مرد کے حمل ہونا تھا تو پھر ایسی عورتوں کو اس آیت فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ (النساء ع) تو ایسی عورتوں سے نکاح کر لو جو تمہیں پسند ہوں (۴ - ۳) سے مستثنیٰ کر دینا چاہئے تھا۔ تاکہ مردوں کو معلوم ہو جائے اور وہ ایسی عورتوں سے نکاح کرنے سے باز رہیں اب مقدس بائبل اور قرآن مجید کا کسی عورت کو نکاح میں لانے سے مستثنیٰ نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ ہمیشہ عورت کو مرد کے ذریعے نطفے سے ہی حمل ہوتا ہے کیونکہ یہ اللہ کی شان کے شایان نہیں کہ مردوں کو عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دے کر پھر کسی عورت کو بغیر نکاح کے اپنی قدرت سے ہی بغیر مرد کے حمل کر دے حضرات! اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان تو اس سے بہت بلند اور پاک ہے۔ کہ حضرت مریمؑ کنواری کو بغیر مرد کے اپنی قدرت سے حمل کر کے اس کی بدنامی اور رسوائی کا باعث ہو اور یہودیوں کو اُن پر بہتان لگانے کا موقع بھی دیدے جس میں وہ حق بجانب تھے کیونکہ انہیں تو خدا کی طرف سے کوئی وحی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے خدا کی قدرت سے حمل ہوا بلاشبہ کنواری عورت کو مرد کے بغیر کبھی بھی حمل نہیں ہوتا کیونکہ اس سے مرد اور عورت کے درمیان خدا کی پیدا کی ہوئی محبت اور رحم کا کوئی اظہار نہیں ہو سکتا دوسرے لفظوں

Marfat.com

میں یوں سمجھ لیجئے کہ بغیر مرد کے عورت کا خاوند کے متعلق جذبہ محبت اور رغبت پورا نہیں ہوتا۔ جو اللہ نے مرد اور عورت کے درمیان رکھا ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (الروم ع۲) اور اس کے نشانوں میں سے ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحم پیدا کیا یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو فکر کرتے ہیں۔ (۳۰ - ۲۱) پھر اُس (خدا) نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیرا شوق اپنے شوہر کی طرف ہوگا اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔ (پیدائش (۳ - ۱۶) صاف ظاہر ہے کہ تمام عورتوں کو خاوندوں کے زیر سایہ ہی حمل ہوتا ہے اسی طرح سے حضرت مریمؑ کو بھی ہوا یہ آیت اس پر گواہ ہے یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی (الحجرات ع۱) اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا (۴۹ - ۱۳) اسی طرح حضرت

بارہویں دلیل۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہی حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے حمل کر دیا تھا تو پھر جناب رسالت مآبؐ نے ۹ ہجری میں عیسائیوں کے وفد نجران کے اس سوال "اگر مسیحؑ خدا کا بیٹا نہیں

تو اُس کا باپ کون ہے" کے جواب میں کس واسطے یہ ارشاد فرمایا "کیا تم نہیں جانتے کہ عیسیٰؑ کو ایک عورت نے حمل میں لیا جس طرح عورت حمل لیا کرتی ہے پھر اُس کو جنا جس طرح عورت اپنا بچّہ جنا کرتی ہے۔[1]

(روح المعانی تفسیر آل عمران) رسول اللہؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ حضرت آدم کی طرح بغیر باپ کے پیدا ہوئے یا حضرت مریمؑ کو خدا کی قدرت سے بغیر مرد کے حمل ہوا۔ کیونکہ اس سے عیسائیوں کے باطل عقیدے پر کوئی زد نہیں پڑ سکتی دراصل عیسائیت کی بنیاد اس بات پر ہے کہ حضرت مریم کنواری کو بغیر مرد کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا۔ لہٰذا آنحضرت نے عیسائیوں کو ایسا قاطع اور مدلّل جواب دیا جس سے ان کے مذہب کی بنیاد کو ہی گرا دیا گویا حضرت مریمؑ کنواری نہ رہیں بلکہ اپنے خاوند سے ہی حمل لیا اور حضرت مسیحؑ کا باپ بھی ایک انسان ہی تھا اگر حضرت مریمؑ کو کسی انوکھے طریقہ سے حمل ہو گیا ہوتا تو پھر دوسری عورتوں کے حمل کی مثال دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی علاوہ ازیں اگر رسول اللہؐ صرف اتنا فرما دیتے کہ حضرت مسیحؑ کا باپ فلاں شخص تھا تو پھر بھی اس سے عیسائیت پر کوئی زد نہ پڑتی۔ کیونکہ عیسائی نہایت آسانی سے یہ کہہ کر انکار کر دیتے کہ وہ تو سوتیلا باپ تھا جیسا کہ آجکل یوسف نجّار کے متعلق کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ اُن کے لئے تمام بائبل میں سوتیلا کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا گیا ہے

[1] فقال الستم تعلمون ان عیسیٰ حملتہ امہ کما تحمل المراۃ ووضعتہ کما تضع المراۃ

Marfat.com

اَب عیسائیوں کے مقابلے میں آنحضرت کے جوابات چھوڑ کر دوسرے لوگوں کے اقوال پیش کرنا درحقیقت اپنے ہاتھوں سے ہی شکست کھانا ہے۔ مگر جب ایک پختہ اور تجربہ کار جرنیل اِس بات کو محسوس کر لیتا ہے۔ کہ اِس کی فوج کو ادنےٰ آلات حرب کی وجہ سے شکست ہو رہی ہے۔ تو پھر وُہ ایسے سامان جنگ کو بدل کر اعلیٰ پیمانوں کے ہتھیاروں سے اپنی فوج کو آراستہ کر دیتا ہے تاکہ دشمنوں پر آسانی سے فتح پا سکے چنانچہ اسلام کو عیسائیت پر غالب کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے۔ کہ عیسائیوں کو یہ کہا جائے کہ حضرت مسیحؑ جائز انسانی حمل سے پیدا ہوئے لہٰذا وہ ابن آدمؑ تھا اور اُن کے باپ کا نام یوسف تھا جو بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ اور دوسرا یہ کہ عیسائیوں کو یہ بتلایا جائے کہ حضرت مسیحؑ وفات پا گئے لہٰذا وہ نہ تو خدا اور نہ ہی خدا کا بیٹا تھا اور تیسرا یہ کہ عیسائیوں کو یہ جتلایا جائے کہ حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے کیونکہ حضرت محمد رسول اللہؐ آخری نبی ہیں لہٰذا اُن کے بعد کسی نبی کے خواہ نیا ہو یا پرانا آنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تیرھویں دلیل۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہی بغیر مرد کے چھونے کے حضرت مریمؑ کو حاملہ کر دیا تھا تو پھر عیسائیوں کے اس کہنے پر کہ "مسیحؑ خدا کا بیٹا" اللہ کا کیا بگڑ جاتا ہے جو وہ اتنی ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اور کیوں ان کو اتنی لعنت و ملامت کرتا ہے کہ جس کی کوئی

Marfat.com

حد نہیں اور کیوں خدائے پاک کو یہ عقیدہ اتنا ناگوار گذرتا ہے کہ زمین اور آسمان کے پھٹ جانے کی دھمکی دیتا ہے اور کس واسطے اس عقیدہ کو جھوٹا قرار دے کر اس کی تردید کرتا ہے اور اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ اس عقیدہ کو برا منا کر عیسائیوں کو ڈرانے کا حکم دیتا ہے جیسا کہ ذیل کی آیات سے ثابت ہوتا ہے (۱) قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یونس ع) کہتے ہیں اللہ نے بیٹا بنایا وہ (اس سے) پاک ہے وہ بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں کیا تم اللہ پر جھوٹ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے (۱۰ - ۶۸) (۲) وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ (الکہف ع ۱)۔ اور انہیں ڈرائے جو کہتے ہیں اللہ نے بیٹا بنا لیا انہیں اس کے متعلق کچھ بھی علم نہیں اور نہ ان کے باپوں کو (تھا) بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے وہ جھوٹ ہی کہتے ہیں (۱۸ - ۴ و ۵) (۳) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝

Marfat.com

وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (مریم ع) اور کہتے ہیں رحمٰن نے بیٹا بنایا یقیناً تم ایک خطرناک بات کر گذرے قریب ہے آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں۔ کہ وہ رحمٰن کے لئے بیٹے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور رحمٰن کو تو شایاں نہیں کہ وہ بیٹا بنائے (۱۹ - ۸۸ تا ۹۲) (۴) اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا (الفرقان ع) وہی ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور اس نے کوئی بیٹا نہیں بنایا (۲۵ - ۲) (۵) وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ط اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ (الزخرف ع) اور وہ اُسکے بندوں میں سے اُس کی اولاد مقرر کرتے ہیں انسان کھلا ناشکر گزار ہے (۴۳ - ۱۵) اگر حضرت مسیحؑ بلا باپ کے امر الٰہی کے حمل سے پیدا ہوئے تھے تو پھر اللہ کو اتنی ناراضگی کا اظہار کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی مشہور مثال ہے خود کردہ را علاجے نیست۔ حقیقتاً مندرجہ بالا ناراضگی اور نفرت کے اظہار کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضرت مریمؑ کے حمل کو جو ایک مرد کے ذریعے ہوا تھا خدائے پاک کی طرف منسوب کیا جاتا ہے گویا خدا پر بہتان باندھا جاتا ہے اور اتنا بھی غور نہیں کیا جاتا کہ جب رحمٰن کو بیٹا بنانا ہی شایاں نہیں تو پھر وہ اپنی قدرت سے حضرت مریمؑ کو حمل کیوں کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف حمل اور اولاد

Marfat.com

منسوب کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ اللہ کی بیوی اور اُس کا بیٹا بھی ہے کیونکہ بغیر جوڑے اور حمل کے بیٹا ہو نہیں سکتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ عورتوں کو حمل کرنے اور شرک کی بنیاد رکھنے سے پاک اور بالاتر ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ حمل کرنے کا ایک ادنیٰ سا کام اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جو اس کی شان کے شایاں نہیں۔ پانچویں وجہ یہ ہے۔ کہ جو کام انسان کے کرنے کا ہے اُسی کو خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی وہ کام نہیں کرتا جس کا سرانجام دینا انسانی طاقت میں رکھا گیا ہو اگر اللہ تعالیٰ خود ہی وہ کام کر دے تو پھر انسان کو ایسی طاقت کو دینا کیا معنی رکھتا ہے

چودھویں دلیل۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہی حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے حاملہ کر دیا تھا اور حضرت مسیحؑ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے تو پھر اللہ نے خود ہی اُن کا نام اُن اٹھارہ نبیوں میں جن کے باپ تھے شامل کیوں کیا؟ اِن آیات پر غور کر کے جواب دیجئے وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ

Marfat.com

وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۙ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

(الانعام ۸۴) اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے خلاف دی۔ ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبہ میں بلند کرتے ہیں تیرا رب حکمت والا جاننے والا ہے اور ہم نے اس کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ دیئے ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور نوحؑ کو ہم نے پہلے سے ہدایت دی اور اس کی نسل سے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو (ہدایت دی) اور اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو (یہ) سب صالحین میں سے تھے۔ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کو اور (ان) سب کو ہم نے قوموں پر فضیلت دی اور ان کے باپوں میں سے اور ان کی نسل سے اور ان کے بھائیوں سے اور ہم نے ان کو برگزیدہ کیا اور ہم نے ان کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دی (۶ - ۸۴ تا ۸۸) عموماً اہل اسلام حضرت مسیحؑ کو باوجود انسان ماننے کے پھر بھی نہ صرف ان قرآنی الفاظ "وَمِنْ آبَائِهِمْ" اور ان کے باپوں میں سے" بلکہ ان تمام قرآنی آیات سے جن میں انسانی پیدائش کو نطفہ سے ٹھہرایا گیا ہے مستثنےٰ قرار دیتے ہیں حالانکہ ایسی تمام آیات میں خدا نے کہیں بھی حضرت مسیحؑ کو مستثنےٰ نہیں کیا اگر حضرت عیسیٰؑ کی

Marfat.com

پیدائش نطفہ یا باپ سے مستثنےٰ ہوتی تو پھر ضرور اللہ تعالیٰ ایسی آیات میں اُن کے لئے اِلَّا کا لفظ رکھ دیتا جیسا کہ اس آیت میں رکھا گیا ہے مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ (مائدہ ع) مسیح ابن مریم صرف رسول ہے اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے۔

(۵ - ۷۵) اب اللہ تعالیٰ کا اُن کو انسانی پیدائش کے قاعدہ سے مستثنےٰ نہ کرنا مگر مسلمانوں کا خود قرآنی آیات کی تفسیر بالرّائے کر کے اپنی طرف سے حضرت مسیحؑ کو نطفہ اور باپ سے مستثنےٰ کر دینا گویا نہ صرف کلام الٰہی کو جھٹلانا ہے بلکہ اُن سے سرکشی* اختیار کرنا ہے اور جو ایسا کرتے ہیں وہ حقیقتاً اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بناتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَکَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ (الاعراف ع) جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور اُن سے سرکشی اختیار کرتے ہیں اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو اور اسی طرح ہم مجرموں کو سزا دیتے ہیں (۷ - ۴۰) اب بعض مسلمانوں کا وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ اور اُن کے باپوں میں سے، حضرت مسیحؑ کا نانا مراد لینا قطعاً غلط ہے کیونکہ ایک تو

---

* انسان ہلاک ہو کیسا ناشکرا ہے اُسے کس چیز سے پیدا کیا نطفہ سے (سورہ عبس ۸۰ - ۱۸ تا ۲۰)

Marfat.com

مذکورہ بالا آیات میں کوئی مؤنث کی ضمیر استعمال نہیں کی گئی اور دوسرے ان الفاظ سے کسی اور نبی کا نانا مراد نہیں لیا گیا اور نہ اللہ نے اس موقع پر عیسیٰ ابن مریمؑ کہا۔ تیسرے یہودی شریعت میں ماں کی طرف سے نسب نامہ نہ معتبر گنا جاتا تھا اور نہ بیان کیا جاتا تھا یہاں تک کہ عورتوں کا نام بھی نسب ناموں میں داخل نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح بعض مسلمانوں کا مِنْ اٰبَاءِھِمْ کے لفظ "مِنْ" کا ترجمہ بجائے "میں سے" کرنے کے "بعض" کا ترجمہ کر کے آخری آیت کا یہ مفہوم لینا کہ "بعض کے باپوں کو برگزیدہ کیا" درست نہیں۔ کیونکہ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کن میں سے برگزیدہ کیا۔ کیونکہ جو برگزیدہ ہوا وہ باپوں میں سے برگزیدہ کیا گیا مذکورہ بالا اٹھارہ نبی عورتوں کے حمل سے پیدا ہوئے لہٰذا اُن کے باپ تھے تو پھر حضرت مسیح کا باپ کیوں نہ ہو جب کہ وہ بھی ایک عورت کے حمل سے پیدا ہوئے صاف ظاہر ہے کہ مسِّ بشر کے بغیر حمل ہو نہیں سکتا۔ اگر حضرت عیسیٰ کی پیدائش بغیر باپ کے ہوتی تو پھر اُن کا نام باپ والے نبیوں میں کبھی نہ رکھا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ غلطی کرنے سے پاک اور بالاتر ہے اگر یہ کہا جائے کہ بعض کے باپ تھے اور بعض کے نہ تھے تو پھر مندرجہ بالا اٹھارہ نبیوں میں سے حضرت عیسےٰؑ کو چھوڑ کر ایسے نبیوں کے نام بتلائے جائیں جو بلا باپ کے پیدا ہوئے

Marfat.com

اور جواب دیتے وقت اس بات کو مدّنظر رکھا جائے کہ بعض کے معنی ہمیشہ ایک سے زیادہ کے ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ تو متنازعہ فیہ ہیں لہذا اُن کی مثال دینا درست نہیں اگر یہ کہا جائے کہ بعض کے باپوں کو برگزیدہ کیا اور ہدایت دی تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بعض کے باپوں کو برگزیدہ نہیں کیا اور نہ ہدایت دی۔ مگر باپ تو تھے۔ خواہ ہدایت یافتہ نہ ہوں علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے اگر حضرت عیسیٰ کا الگ ذکر کر کے اُن کے لئے ابا کا لفظ استعمال کیا جاتا تو اکثر مسلمان فوراً یہ کہہ دیتے کہ اس سے مراد ان کا نانا یا چچا ہے مگر اللہ نے اپنی کمال حکمت سے ان کا ذکر بھی باپ والے نبیوں کے ساتھ ہی کیا تاکہ ابا کے جو معنی دوسرے نبیوں کے حق میں لئے جائیں وہی حضرت عیسیٰ کے متعلق لئے جائیں اگر ابا کے معنی بزرگ کے لئے جائیں تو کیا باپ بزرگ نہیں ہوتا؟ اگر حضرت عیسیٰ کا باپ نہ تھا تو پھر اللہ تعالےٰ نے خود ہی اُن کا نام باپ والے نبیوں میں کیوں رکھا کیا خدا کو اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ تو بغیر باپ کے ہی پیدا ہوئے تھے؟ تعجب تو اس امر کا ہے کہ باوجود اس ذکر کے کہ حضرت مسیحؑ کو حضرت مریم نے حمل میں لیا اور دردِ زہ سے جنا پھر بھی اُن کے باپ کا انکار کیا جاتا

Marfat.com

ہے مگر باقی تمام مذکورہ بالا انبیاءؑ کے متعلق باوجود یہ ذکر نہ ہونے کے کہ اُن کی ماؤں نے انہیں حمل میں لیا اور دردِ زہ سے جنا مگر پھر بھی ان کے باپوں کا انکار نہیں کیا جاتا یہ ہے مُلّا ذہنیت جس کی بدولت اہل اسلام دن بدن تنزّل کی طرف جا رہے ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ کا نام باپ والے نبیوں میں رکھنے کی یہی وجہ تھی کہ اس کے باپ کا بھی انکار نہ کیا جائے مگر یہ نکتہ ایسے مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔

پندرھویں دلیل۔ جب اِس آیت وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (البلد ع ۱) اور باپ کی اور جو اُس سے پیدا ہوا (۹۰ - ۳) کی رُو سے ہر بچے کا جو حمل کے ذریعے عورت سے جنا جاتا ہے باپ ہوتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کا جو اسی طرح حمل کے ذریعے عورت سے جنے گئے باپ نہ ہو اس طریقہ سے پیدا شدہ شخص جو ثبوت اپنے باپ کا دیگا۔ وہی ثبوت حضرت مسیحؑ کے باپ کا دیا جائے گا جواب نہ دینے کی صورت میں ایک سو روپیہ بطور ہرجانہ کے دیا جائے گا۔

مسلمانوں کا تیسرا مُبالغہ۔ حضرت مسیحؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہو جانا عیسائی تو انجیل شریف کی ایک ہی آیت سے یہ غلط نتائج نکالتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا اور حضرت مسیحؑ بن باپ کے پیدا ہوئے لہٰذا وہ خدا کا بیٹا تھا مگر مسلمان بدقسمتی

Marfat.com

سے عیسائیوں کی نسبت حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق مبالغہ کرنے میں زیادہ حصہ لے رہے ہیں کیونکہ یہ قرآن حکیم کی بہت سی آیات سے ایسے غلط استدلال کرتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے اللہ کی قدرت سے حمل ہوا اور حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے لہٰذا وہ خدا کا معجزہ جس کی اس کتاب میں جا بجا تردید کی گئی ہے اب مذکورہ بالا غلط عقیدے کی تردید میں ذیل کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (آل عمران ع) بیشک عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی مانند ہے۔ اُسے مٹی سے پیدا کیا پھر اُسے کہا ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے (۳ - ۵۸) اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کو حضرت آدمؑ

لہ اس جگہ آدم سے مراد عام آدمی بھی ہو سکتے ہیں جو مٹی سے پیدا کئے جاتے ہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (الاعراف ع) اور یقیناً ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو (۷ - ۱۱) کیونکہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش پر بھی وہ تمام حالتیں گذریں جو عام آدمیوں کی پیدائش پر گذرتی ہیں لہٰذا یہ مثال ان پر ٹھیک بیٹھتی ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَۃٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَۃٍ مُّخَلَّقَۃٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَۃٍ لِّنُبَیِّنَ لَکُمْ وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُکُمْ طِفْلًا (الحج ع) اے لوگو اگر تمہیں جی اٹھنے میں شک ہے تو (غور کرو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر لوتھڑے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے جو کبھی پورا بن جاتا ہے اور کبھی ادھورا رہتا ہے (باقی بر ص ۱۵۶)

Marfat.com

کی مثال قرار دیا گیا ہے کہ جیسے حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے اُسی طرح حضرت عیسیٰ بھی۔ نہ صرف یہی بلکہ تمام انسان مٹی سے پیدا کئے جاتے ہیں۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ (الروم ع ۳) اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر دیکھو تم انسان بن کر پھیل جاتے ہو (۲۰-۳۰) بلاشبہ نشان یہی ہے کہ کس طرح مٹی کے اجزا کا خلاصہ در خلاصہ نکل کر ایک انسان بن جاتا ہے چونکہ عیسائی نہ صرف حضرت عیسےٰ کو بلکہ آدم کو بھی خدا کا بیٹا مانتے ہیں جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے "وہ الوش کا بیٹا تھا اور وہ شیث کا بیٹا تھا۔ اور وہ آدم کا بیٹا تھا اور وہ خدا کا بیٹا تھا" (لوقا ۳-۳۸) مگر دونوں میں یہ فرق کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ تو مٹی سے اور حضرت عیسیٰؑ روح سے پیدا ہوئے تھے لہٰذا حضرت آدمؑ کی مثال دے کر حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے کی تردید کی گئی اور یہ بتلایا گیا کہ دونوں ہی مٹی سے پیدا ہوئے اور دونوں ہی انسان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۵) تاکہ تمہارے لئے کھول کر بیان کریں اور ہم جو چاہتے ہیں رحموں میں ایک مقررہ وقت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچہ بنا کر نکالتے ہیں (۲۲-۵) بہر حال خاص آدم یا عام آدمیوں کی مثال دے کر الوہیت مسیحؑ کی تردید کی گئی ہے اور عیسائیوں کو یہ بتلایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا نہ تھا بلکہ ایک بشر ہی تھا جیسا کہ آدم جو مٹی سے بنایا گیا یا عام آدمی جو حمل سے تولد ہوتے ہیں خدا کا بیٹا نہ تو مٹی سے بنایا جاتا ہے اور نہ حمل سے تولد ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی بیٹا بنانے سے پاک اور بلند تر ہے۔

Marfat.com

تھے کیونکہ مٹی سے تو انسان پیدا ہوتا ہے نہ کہ خدا کا بیٹا۔ اب اس مثال سے یہ فلسفہ بیان کرنا کہ جیسے حضرت آدمؑ کا باپ نہ تھا۔ اسی طرح حضرت عیسےٰؑ کا باپ نہ تھا قطعاً غلط ہے کیونکہ اول تو حضرت آدمؑ کی ماں ہی نہ تھی تو باپ کہاں سے ہوتا دوم انہیں کسی عورت نے نطفہ کی شکل میں حمل میں نہیں لیا اور نہ وہ ماں کے پیٹ میں نو مہینے رہے سوم اور نہ ان کو کسی عورت نے جنا گویا وہ تولد نہیں ہوئے۔ لہٰذا ان کا باپ نہ تھا مگر اس کے بالمقابل حضرت مریمؑ نے حضرت عیسےٰؑ کو حمل میں لیا اور وہ ماں کے پیٹ میں رہے اور جنے گئے یعنی تولد ہوئے لہٰذا ان کا باپ تھا[۲] صاف ظاہر ہے کہ جو بچہ حمل کے ذریعے پیدا

---

[۱] صاف ظاہر ہے کہ جس کی ماں نہیں ہوتی اس کا باپ بھی نہیں ہوتا۔ مگر جس شخص کی ماں ہوتی ہے اس کا باپ وہی ہوتا ہے جس نے اس کی ماں کو حمل کیا حمل سے تولد شدہ بچے کی نسبت یہ کہنا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا سراسر جہالت ہے[۲] پس حضرت آدمؑ اور حضرت عیسےٰؑ کی پیدائش میں تو کسی طرح مماثلت نہیں ہو سکتی اگر مماثلت ہے تو یا تو نفخ روح میں ہے کہ حضرت آدم کی نسبت بھی یہ کہا ہے نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي (الحجر ۲۹) اور حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کہا ہے فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا (التحریم ۱۲) اور یا صرف مخلوق ہونے میں ہے کہ جس طرح آدم خدا کے بندے اور مخلوق تھے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی خدا کے بندے اور مخلوق ہیں اور اس کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے لَن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ (النساء ۱۷۲) مسیح ہرگز برا نہیں مناتا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو (۱۷۲-۴) پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ مذکورہ بالا مثال سے حضرت مسیحؑ کے بے باپ ہونے پر استدلال کیا جائے۔

Marfat.com

ہوتا ہے اُس کا باپ ضرور ہوتا ہے کیونکہ آدم کی اولاد کا سلسلہ نطفہ سے رکھا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ بھی اِسی طریقہ سے پیدا ہوئے۔ یہ آیت اِس پر شاہد ہے وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (السجدہ ع۱) اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر اُس کی نسل ایک نچوڑ سے ٹھہرائی (جو) کمزور پانی میں آجاتا ہے (۳۲ - ۷ و ۸) دراصل انسانی پیدائش کے لئے اللہ کا یہی قانون شروع سے چلا آرہا ہے جو کبھی بدلا نہیں جاتا۔ علاوہ ازیں جو چیز اللہ کے ارادے سے پیدا ہوتی ہے وہ کُنْ فَيَكُوْنُ کے کہنے سے ہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ اُس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ صرف یہی ہوتا ہے کہ اُسے کہتا ہے ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے (۳۶ - ۸۲) (یٰسٓ ع۵) صاف ظاہر ہے کہ اُس چیز کے بنائے جانے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں یہ عام قاعدہ ہے جس سے حضرت عیسیٰؑ کو بھی مستثنےٰ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ بیٹا بنانا اللہ کی شان کے شایاں نہیں یہ اِس آیت پر شاہد ہے مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (مریم ع۲) اللہ کو شایاں نہیں کہ وہ کوئی بیٹا بنائے وہ پاک

Marfat.com

ہے جب کسی امر کا فیصلہ کر دیتا ہے تو اُسے کہتا ہے ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے (۱۹-۳۵) "وہ پاک ہے" کے الفاظ صاف ثابت کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ حمل یا کُن کے ذریعے بھی بیٹا بنانے سے پاک ہے۔ کیونکہ مخلوق کا پیدا ہونا ایک نظام اور اسباب کے ماتحت رکھا گیا ہے اہل بصیرت کے لئے غور کرنے کا موقع ہے (۲) وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝ (مریم ع۲) اور تاکہ ہم اُسے لوگوں کے لئے نشان اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں اور یہ امر فیصلہ شدہ ہے (۱۹-۲۱) اٰيَةً لِّلنَّاسِ کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مسیحؑ کو بغیر باپ کے بطور ایک نشانی معجزہ کے پیدا کیا تھا محض بے جا ہے۔ کیونکہ بے باپ کے پیدا ہونا ایک ایسا امر مخفی ہے جو کسی طرح لوگوں کے لئے نشان نہیں ہو سکتا۔ اٰيَة کا لفظ قرآن مجید میں فرعون۔ اصحاب الکہف والرقیم۔ قوم نوح۔ نوح اور اصحاب سفینہ پر بھی اطلاق ہوا ہے۔ حقیقتاً ہر چیز جو بطور ایک دلیل یا نشان کے ہوتی ہے وہ آیۃ کہلاتی ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں (الف) لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ (یوسف ع) بیشک یوسف اور اُس کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لئے نشان ہیں (۱۲-۷) (ب) وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ (بنی اسرائیل ع۲) اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے (۱۷-۱۲) (ج) جیسے حضرت عیسیٰؑ کو

Marfat.com

لوگوں لئے نشان بنایا گیا اسی طرح سے اُس شخص کو جو ویران بستی پر گذرا نشان بنایا گیا یہ آیت اِس پر شاہد ہے وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ (البقرۃ ع۳) اور تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لیے نشان بنائیں (۲-۲۵۹) نہ صرف یہ نشان تھے بلکہ زمین میں اور انسان کی جانوں میں بھی نشان ہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (الذاریت ع۲) اور زمین میں یقین کرنے کرنے والوں کے لئے نشان ہیں اور تمہاری اپنی جانوں میں بھی تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ (۵۱-۲۱) یقیناً ہر انسان کا مٹی سے بنایا جانا ہی اللہ کا نشان ہے "وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ (الروم ع۳) اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر دیکھو تم انسان بن کر پھیل جاتے ہو" (۳۰-۲۰)

ورحمۃ منّا کے الفاظ سے بن باپ کے پیدا ہونے پر کچھ بھی اشارہ نہیں پایا جاتا کیونکہ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف ع۱۹) اور میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے (۷-۱۵۶)[1] چنانچہ رسول اللہ کو بھی رحمت بنا کر بھیجا گیا "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء ع۷) اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے (۲۱-۱۰۷) بلاشبہ آنحضرت ان معنوں میں بھی رحمت تھے کہ آپ لوگوں کو کفر

---

[1] اللہ کی رحمت ہر شے پر حاوی ہے

اور شرک کی آلائشوں سے پاک کرتے اور طرح طرح کی بدیوں اور رسم و رواج کی قیدوں سے آزاد کرتے اور نہ صرف نیکی کی بلکہ ترقی کی حقیقی راہیں بھی دکھاتے تھے یہ آیت اس پر گواہ ہے یَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف ع) وہ اُن کو بھلی باتوں کا حکم دیتا اور اُن کو بُری باتوں سے روکتا اور اُن کے لئے ستھری چیزیں حلال کرتا اور اُن پر ناپاک چیزیں حرام کرتا اور اُن سے اُن کا بوجھ اُتارتا ہے اور وہ طوق بھی جو اُن پر تھے۔ (۱۵۷)

اسی طرح حضرت عیسےٰؑ کے زمانے میں عیب دار لوگوں پر معبد میں جانے اور معمولی طور پر قربانیاں کرنے کی اجازت نہ تھی (احبار ۲۱ - ۱۶ تا ۲۴) مگر اُنہوں نے یہ تمام قیدیں توڑ دی تھیں اور تمام لوگوں کو کوڑھی ہوں یا اندھے یا لنگڑے یا چوڑی ناک کے ہوں یا پتلی ناک کے کبڑے ہوں یا سیدھے ٹھنگنے ہوں یا لمبے۔ پھلی والے ہوں یا جالی والے سب کو خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کی منادی کی تھی کسی کو خدا کی رحمت سے محروم نہیں کیا اور کسی کو عبادت کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ سے نہیں روکا۔ لہٰذا اِن معنوں میں وہ بھی اللہ کی طرف سے رحمت تھے وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا کے الفاظ میں بھی حضرت مسیحؑ کی پیدائش بلا باپ کی طرف

Marfat.com

کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا بلکہ اِن کا یہ مطلب ہے کہ حضرت مسیح کا حضرت مریمؑ کے حمل کے ذریعے پیدا ہونا ایک فیصلہ شدہ امر ہے گویا یہ کام ہو کر رہے گا کیونکہ مخلوق کا پیدا ہونا ایک نظام اور اسباب کے ماتحت رکھا گیا ہے۔ (۳) ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ (مریم ع ۴) یہ مریمؑ کا بیٹا عیسیٰؑ ہے یہ سچائی کی بات ہے جس میں وہ جھگڑتے ہیں۔ (۱۹ - ۳۴) قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰؑ مسیح کو ابن مریمؑ کہہ کر پکارا گیا ہے جس سے اسلام کے مذہبی رہنما جنہیں قرآن دانی پر بڑا فخر ہے "ابن مریمؑ" کا یہ فلسفہ چھانٹتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کا باپ نہ تھا جو قطعاً غلط ہے کیونکہ جو بچہ حمل کے ذریعہ ماں سے پیدا ہوتا ہے اس کا باپ ضرور ہوتا ہے مثلاً حضرت موسیٰؑ کی والدہ محترمہ کا ذکر جا بجا قرآن حکیم میں کیا گیا ہے مگر باپ کا کوئی ذکر نہیں تو کیا اب اس کا یہ مطلب ہو گا کہ ان کا باپ نہ تھا؟ حالانکہ جو بچہ تولد ہوتا ہے اُس کا باپ ضرور ہوتا ہے اِس آیت پر غور کیجئے وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝ (البلد ع) اور باپ کی اور جو اس سے پیدا ہوا (۹۰ - ۳) علاوہ ازیں حضرت ہارونؑ نے اپنے بھائی حضرت موسیٰؑ کو ان الفاظ میں مخاطب کیا۔ قَالَ يَا ابْنَ أُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ (طٰہٰ ع ۵)

(ترجمہ)۔ کہا اے میری ماں کے بیٹے میری داڑھی اور میرا سر

Marfat.com

نہ پکڑ (۲۰-۴۹) اب "ماں کے بیٹے" سے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ان دونوں کا باپ نہ تھا۔ مگر عیسائی مذہب کے پیشوا ابن مریمؑ کا یہ فلسفہ بیان کرتے ہیں (۱) حضرت مسیحؑ خدا کے اوتار تھے کیونکہ وہ کنواری سے پیدا ہوئے (۲) حضرت مسیحؑ خدا کے بیٹے تھے۔ کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے (۳) حضرت آدمؑ کے گناہ سے تمام لوگ گنہگار ہو گئے اس لئے حضرت مسیحؑ کو بغیر نطفہ کے پیدا کیا گیا تاکہ وہ گناہوں سے پاک ٹھہرے اور گنہگاروں کا نجات دہندہ ہو (۴) تمام لوگ نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں مگر حضرت مسیحؑ روح سے اس لئے وہ تمام انسانی سطح سے بالاتر تھے (۵) چونکہ حضرت مسیحؑ روح سے پیدا ہوئے لہٰذا ان کے مذہب میں روحانیت ہے دراصل یہ فلسفہ ان مسلمانوں اور عیسائیوں کا ہے جو حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو بلا باپ مانتے ہیں اب ناظرین دونوں کے فلسفوں کا موازنہ کر کے دیکھ لیں کہ اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے میں کون چست و چالاک اور ذہین ہیں بلاشبہ اسلام کے مذہبی پیشواؤں کا "ابن مریمؑ" کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مسیحؑ کا باپ نہ تھا ایک نہایت ہی بودا اور کمزور فلسفہ ہے جس سے ایک تو برادرانِ اسلام اپنے مذہب کو عیسائیت پر کوئی غلبہ اور فوقیت نہیں دے سکتے دوسرے عیسائیوں کے باطل عقائد کی کوئی تردید نہیں کر سکتے۔ تیسرے عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع

Marfat.com

دیتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے لہٰذا ان کا باپ خدا تھا۔ اور وُہ خدا کا بیٹا۔ غرضیکہ مسلمان خود ہی عیسائیوں کے باطل عقائد کی تائید کرتے ہیں۔ حقیقتاً علمائے کرام اور صوفیان عظام اور عام مسلمانوں کو قرآنی آیات پر غور و فکر کرنے کی عادت نہیں۔ اس لئے اہلِ اسلام "ابن مریمؑ" کے فلسفہ سے قطعاً ناآشنا ہیں حالانکہ ان الفاظ میں بہت سے نکات پائے جاتے ہیں جن سے عیسائیوں کے باطل عقائد کی تردید کی گئی ہے اور عورتوں کا درجہ بلند کیا گیا ہے پہلا نکتہ، ابن مریمؑ کہہ کر عیسائیوں کو طنزاً یہ کہا گیا ہے کہ مریمؑ کے جنے ہوئے کو خدا بناتے ہو حالانکہ خدا تو کبھی جنا نہیں جاتا اور نہ ہی وُہ جنتا ہے کیونکہ اُسے تو بیٹے کی حاجت نہیں تو پھر کسی عورت کو حمل کیوں کرے؟ چونکہ کسی اور نبی کو لوگوں نے خدا نہیں بنایا لہٰذا اُنہیں اُن کی ماؤں کے نام سے نہیں پکارا گیا۔ مگر عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ کو اپنا خدا بنا لیا۔ لہٰذا بار بار ابن مریمؑ کہہ کر اُلوہیتِ مسیح کی تردید کی گئی گویا اُن کی خدائی کو باطل ٹھہرایا گیا دوسرا نکتہ ابن مریمؑ کہہ کر یہ بتلایا گیا کہ حضرت مریمؑ بنی نوع انسان تھیں اور انسان سے انسان ہی پیدا ہوتا ہے صاف ظاہر ہے کہ جب ماں انسان ہو تو پھر اس کا بیٹا کیونکر انسان نہ ہو اس لئے بار بار ابن مریمؑ کہہ کر عیسائیوں کو یہ سکھایا

Marfat.com

گیا۔ کہ انسان سے پیدا شدہ شخص کو خدا نہ ٹھہرائیں علاوہ ازیں ماں اور بیٹا دونوں ہی کھانا کھایا کرتے تھے یہ آیت اِس پر شاہد ہے وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ (المائدہ ع) اور اُس (مسیحؑ) کی ماں صدیقہ تھی وہ دونوں کھانا کھاتے تھے (۵ - ۷۵) صاف ظاہر ہے کہ اَب نہیں کھاتے کیونکہ وفات پا گئے اور جو کھانا کھائے اور مر جائے وہ خدا نہیں ہو سکتا تیسرا نکتہ ابن مریم کہہ کر اس غلط عقیدہ کی تردید کی گئی ہے کہ لوگ عورتوں سے پیدا ہونے کی وجہ سے گنہ گار رہتے ہیں جیسا کہ بائبل میں لکھا ہوا ہے "اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیونکر پاک ٹھہرے (ایوب ۲۵ - ۴) اگر اس اُصول کو سچا مانا جائے تو پھر حضرت مسیحؑ جو خود عورت سے پیدا ہوئے کیونکہ پاک اور نجات دہندہ ہو سکتے ہیں دراصل ابن مریمؑ کہہ کر عورتوں کا درجہ بلند کیا گیا ہے تاکہ اُن کی اولاد کو پیدائشی ناپاک نہ ٹھہرایا جائے کیوں کہ انسان پاک یا ناپاک تو اپنے اعمال کی رُو سے ہوتا ہے چوتھا نکتہ ابنِ مریمؑ کہہ کر یہ سکھلایا گیا ہے کہ جیسے مرد اللہ کی راہ میں کام کر سکتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی۔ چنانچہ حضرت مریمؑ بیت المقدس میں نذر مانی ہوئی تھیں وہ بہت نیک بخت عابدہ اور پارسا تھیں۔ اور جو لوگ حج کرتے آتے تھے وہ اِن کی پارسائی۔ عبادت اور نیک سلوک سے

Marfat.com

متاثر ہو کر ان کا ذکر دُور دُور تک کرتے تھے جس سے وُہ بہت مشہور ہو گئیں تھیں۔ لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام ابنِ مریمؑ کے نام سے پکارے گئے۔ علاوہ ازیں جب قرآن مجید نازل ہو رہا تھا۔ تو اُس وقت بھی عرب میں حضرت مسیحؑ ابنِ مریمؑ کے نام سے ہی پکارے جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بھی قرآن مجید میں جو عربی زبان میں نازل ہوا یہی محاورہ قائم رکھا۔ پانچواں نکتہ:۔ ابنِ مریمؑ کہہ کر یہ جتلایا گیا ہے۔ کہ حضرت مریمؑ کی حیثیت بہت بلند تھی مگر اُن کا خاوند ایک ادنیٰ حیثیت کا آدمی تھا۔ جو بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ لہٰذا حضرت مسیحؑ ابنِ مریمؑ کے نام سے پُکارے گئے اِس کی مثال یُوں سمجھ لیجئے کہ حضرت فاطمہؓ رسول اللہؐ کی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے اپنے خاوند حضرت علیؓ سے زیادہ مشہور ہو گئی تھیں۔ لہٰذا اِن کا خاندان بنی فاطمہ کے نام مشہور ہو گیا[1]۔ دوسری مثال ایڈورڈ ہفتم کو ہمیشہ ملکہ کا بیٹا ہی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ تیسری مثال نواب صاحب والئے بھوپال کو بیگم صاحبہ کا صاحبزادہ ہی کہہ کر پُکارا جاتا تھا اب اِس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ اِن عورتوں کے خاوند ہی نہ تھے بلکہ یہ معنی ہیں۔ کہ اُن کے خاوندوں کی حیثیت بیویوں کی حیثیت کے مقابلہ میں

---

[1] اِسی طرح اُمّ ہانی نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کی کہ "میری ماں کا بیٹا علیؓ نہیں مانتا"۔

Marfat.com

بہت ہی کم تھی۔ لہٰذا اولاد عورتوں کے نام سے پکاری گئی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے اگر عورتوں کی حیثیت ان کے خاوندوں کی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر ہو تو پھر بھی اولاد ان کے ناموں سے نہ پکاری جائے جب کہ اولاد ماں باپ دونوں کی ہوتی ہے اگر اولاد باپ کے نام سے پکاری جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ ان کی ماں نہیں ہے اسی طرح اگر اولاد عورت[1] کے نام سے پکاری جائے تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ان کا باپ نہیں ہے۔ (۴) وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء ع) اور اسے اور اس کے بیٹے کو قوموں کے لئے نشان بنایا۔ (۲۱-۹۱) کی وجہ سے عموماً اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے نشان تھے مگر حضرت مریمؑ کے متعلق کچھ نہیں بتلایا جاتا کہ انہیں کس لحاظ سے نشان بنایا گیا تھا۔ نشان تو ایسا ہونا چاہئے جو دونوں پر حاوی ہو سکے۔ کیونکہ دونوں کا ذکر ایک ساتھ ہے دراصل بات یہ ہے کہ حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کو ان کے دشمن قوم کے ہاتھ سے نجات دے کر اونچی جگہ پر

---

[1] چنانچہ دربار رسالت میں ایک بدوی حاضر ہوا۔ اسوقت وہ آپ کے رعب سے کانپ رہا تھا آپ نے فرمایا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ میں اس عورت کا بیٹا ہوں جو قدید کھاتی تھی (قدید ایک معمولی عربی کھانا ہے)

Marfat.com

پناہ دی گئی تھی اس لحاظ سے وُہ دونوں ہی یکساں طور پر نشان تھے۔ جیسا کہ اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ (المومنون ع) اور ہم نے ابنِ مریمؑ اور اس کی ماں کو ایک نشان بنایا ہے اور اُن دونوں کو ایک بلند جگہ پر پناہ دی جو ہموار اور چشموں والی تھی (۲۳-۵۰) دراصل اللہ تعالیٰ اپنے نیک لوگوں کو ظالموں کے ہاتھوں سے بچا لیتا ہے اور اُن کے دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے جس میں لوگوں کے لئے بطورِ عبرت کے ایک نشان ہوتا ہے۔ چنانچہ قومِ نوح کو غرق کرنے بعد فرمایا۔ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً (الفرقان ع) اور ہم نے انہیں لوگوں کے لئے نشان بنایا (۲۵ - ۳۷) نہ صرف غرق شدہ لوگوں کو بلکہ کشتیٔ نوحؑ کو بھی نشان قرار دیا گیا ہے یہ آیت اِس پر گواہ ہے فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (العنکبوت ع) سو ہم نے اُسے اور کشتی والوں کو نجات دی اور ہم نے اُسے تمام جہانوں کے لئے نشان بنایا (۲۹ - ۱۵) بلاشبہ کشتی کا نشان ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اس کے ذکر میں لوگوں کے لئے عبرت ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کشتی کے تختے نشان ہیں بلکہ نشان ظالموں کی ہلاکت اور راستبازوں کا بچایا جانا ہے اِسی طرح سے اونٹنی کو

کو نشان قرار دیا گیا" هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً (الاعراف ع) یہ اللہ کی اُونٹنی تمہارے لئے نشان ہے (۷-۷۳) اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ اُونٹنی بغیر اُونٹ کے پیدا ہو گئی تھی۔ بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اُسے دُکھ دینا اس بات کا نشان تھا کہ قوم پر عذاب الٰہی آکر رہیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس سے یہ سکھلایا گیا ہے کہ بغیر قصور کے کسی کو دکھ نہ دو۔ علاوہ ازیں نشان ہونے کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت مریمؑ بوجہ اپنی عبادت خدا پرستی اور نیکی کے اور حضرت عیسےٰؑ بسبب اس رحم دلی کے جو انجیل سے پائی جاتی ہے خدا کی عمدہ نشانی کے لقب کے مستحق تھے جس کا اثر اُن کے متبعین پر بھی ہوا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً (الحدید ع) پھر ہم نے اُن کے قدموں پر اُن کے پیچھے (اور) رسول بھیجے اور (سب سے) پیچھے عیسےٰؑ بن مریمؑ کو بھیجا اور اسے انجیل دی اور اُن لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے اُس کی پیروی کی مہربانی اور رحم ڈالا (۵۷-۲۷)۔ بہرحال حضرت عیسیٰؑ کا حمل سے پیدا ہونا خواہ اُسے بغیر مرد کے اللہ کی قدرت کی طرف یا انسانی طاقت کی طرف منسوب کیا جائے ایک ایسا امر مخفی ہے جو کبھی

بھی اللہ کا نشان نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ کا نشان ہمیشہ لوگوں کو صاف دکھائی دیتا ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اور اُس کے نشانوں میں سے ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم اُن سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحم پیدا کیا یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو فکر کرتے ہیں (۳۰ - ۲۱) اگر نشان ظاہر نہ ہوں تو پھر اُن پر غور و فکر کرنے کی توجہ دلانا ایک بے معنی بات ہے (۵) (الف) وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا (الانبیاء ع) اور وہ (مریم) جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا سو ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی (۲۱ - ۹۱) (ب) وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (التحریم ع) اور مریمؑ عمران کی بیٹی کی جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا تو ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی (۶۶ - ۱۲) اِن آیات سے یہودیوں کے اُس بہتان کی جو اُنہوں نے حضرت مریمؑ پر زنا کا بہتان باندھا تھا۔ یہ کہہ کر کہ حضرت مریمؑ نے شادی کر کے اپنی عصمت کی محافظت کی اور جائز طور پر اپنے خاوند یوسف سے حمل لیا تردید کی گئی ہے مگر عموماً اہلِ اسلام مذکورہ بالا آیات سے یہ نتیجہ

نکالتے ہیں کہ حضرت مریمؑ تمام عمر کنواری رہیں اور وہ بغیر مرد کے خدا کی قدرت سے حاملہ ہو گئیں جو قطعاً غلط ہے کیونکہ کوئی مسلمان خدا کی روح کے مجسم ہونے پر اعتقاد نہیں کر سکتا دراصل اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا کے یہ معنی نہیں ہوتے۔ کہ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا مِنْ كُلِّ رَجُلٍ کہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت تمام مردوں سے کی بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا مِنْ غَيْرِ زَوْجِهَا یعنی اپنی شرمگاہ کو سوائے خاوند کے دوسروں سے محفوظ کیا گویا زنا نہیں کیا۔ چنانچہ حصان کے معنی عفیفہ عورت کے ہیں۔ جیسا کہ محصنت کے معنی عفاف کے اور جگہ بھی قرآن کریم میں آئے ہیں مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ پاک دامن ہوں نہ کہ کھلی بدکاری کرنے والی (۴ - ۲۵) مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ نکاح میں لاکر نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے (۴ - ۲۴) اور شوہردار عورت کے بھی آئے ہیں وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اور تمام بیاہی ہوئی عورتیں (۴ - ۲۴) پس حضرت مریمؑ کی نسبت اَحْصَنَتْ کا لفظ زیادہ تر صاحب زوج ہونے پر دلالت کرتا ہے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ نے خاوند کے ذریعے اپنی عصمت کو محفوظ کیا یعنی زنا نہیں کیا جس سے حضرت مریمؑ کا تہمت بد سے بری ہونا نکلتا ہے نہ یہ کہ تمام عمر

لہ مگر افسوس برادران اسلام ان آیات کو تو یہودیوں کے بہتان کی تردید میں پیش نہیں کرتے بلکہ مندرجہ ذیل آیات کی غلط تاویلات کر کے یہ کہتے ہیں کہ یہودیوں (باقی بر صفحہ ۱۷۲)

Marfat.com

کنواری رہ کر خدا کی قدرت سے بغیر مرد کے حاملہ ہو جانا اور حضرت مسیحؑ کا بن باپ کے پیدا ہونا کیونکہ اس سے یہودیوں کے بہتان کی تو کوئی تردید نہیں ہو سکتی۔ دراصل عصمت کی حفاظت ہمیشہ نکاح سے ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے۔ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ لِأَنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ کہ جو تم سے نکاح کر سکتا ہے تو اُسے نکاح کرنا چاہئے کیونکہ وہ نظر کو جھکا رکھتا ہے اور شرمگاہ کے لئے حفاظت کا کام دیتا ہے (بخاری کتاب النکاح) بلاشبہ جو شخص نکاح کر کے زنا کے نزدیک نہیں جاتا وہ بھی اپنی عصمت کی حفاظت کرتا ہے چنانچہ

بقیہ حاشیہ (۱) نے حضرت مریم پر یہ بہتان حضرت مسیحؑ کی پیدائش کے وقت لگایا تھا جس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس کی تردید انجیل شریف میں کیوں نہ کی گئی کیونکہ یہ اللہ کی شان سے بعید ہے کہ ایک نبی کی والدہ محترمہ پر بہتان باندھا جائے مگر اللہ تعالیٰ اس نبی کی زندگی میں اس کی کوئی تردید نہ کرے اور نہ ہی اس کی والدہ مکرمہ کو اس بہتان سے پاک ٹھہرائے حالانکہ اس کے بیٹے کو نبی بنا کر اس پر اپنی کتاب بھی نازل کر دے مگر قریباً چھ سو سال کی خاموشی کے بعد اس کی تردید قرآن پاک میں کر دے۔ بہرحال ان آیات کی وہ تاویلات جو مدعی راہ نما کرتے ہیں اور جو خاکسار کرتا ہے ناظرین کے سامنے پیش کی جاتی ہیں تاکہ آپ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں (الف) فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۝ يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي (باقی بر صفحہ ۱۷۳)

حضرت مریمؑ نے بھی ایسا ہی کیا کیونکہ ساری عمر کنوارے رہ کر عصمت کی حفاظت کرنا نہ صرف فطرت، عقل بلکہ مذہب کے بھی خلاف ہے اگر کنوارے رہنے سے ہی عصمت کی حفاظت ہو جاتی ہے۔ تو پھر اُن عیسائیوں کی جو راہب اور راہبہ بن کر تمام عمر کنوارے رہتے ہیں یعنی شادی نہیں کرتے تردید نہ کی جاتی جیسا کہ اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحدید ع) اور رہبانیت انہوں نے خود نکالی ہمنے اُسے اُن پر لازم نہیں کیا مگر اللہ کی رضا حاصل کے لئے (نکالی) پھر اُس کی وہ نگہداشت نہ کر سکے جو اس نگہداشت کا

بقیہ حاشیہ ص۱۷۲ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم ع) پھر اسے سوار کئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی انہوں نے کہا اے مریمؑ تو ایک عجیب چیز لائی ہے۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی تو اُس نے اُس کی طرف اشارہ کیا انہوں نے کہا ہم کس طرح اس سے کلام کریں جو کہ (ابھی کل) جھولے میں لڑکا تھا۔ (عیسیٰؑ نے کہا) میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا اور مجھے برکت والا بنایا جہاں کہیں میں رہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں ۱۹۔ ۲۷ تا ۳۱) عموماً مسلمان ان آیات سے یہ استدلال پیدا کرتے ہیں کہ حضرت مریمؑ حضرت عیسےٰؑ کے پیدا ہونے پر اُن کو اپنی گود میں اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائی تو اُس کی قوم نے یہ اعتراض کیا کہ اے مریم تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی تو تم نے ناجائز طور پر یہ بیٹا کیسے جن دیا اس پر ماں نے کچھ جواب نہ دیا مگر حضرت عیسےٰؑ نے اپنی ماں کے دہانی برطرف

لہ بعد آنے والی آیت کا ترجمہ نہیں۔

حق تھا۔ (۵۷-۲۷) اس آیت میں اللہ تعالیٰ شادی نہ کرنے والے عیسائیوں کو یہ الزام دیتا ہے کہ یہ رسم انہوں نے خود نکالی ہم نے کوئی حکم نہیں دیا اب یہ الزام اسی حالت میں سچا رہ سکتا ہے جب حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کا شادی کرنا ثابت ہو جائے ورنہ عیسائی راہب اور راہبہ آسانی سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب عیسائی مذہب کے بانیوں نے شادی نہیں کی تو پھر ہم کیوں کریں کیونکہ ہمیں تو اُن کی پیروی کرنی ہے حالانکہ قرآن کریم سے نہ صرف حضرت مریمؑ بلکہ حضرت مسیحؑ کی شادی کا ہونا بھی ثابت ہوتا ہے ذیل کی آیات اس پر گواہ ہیں۔ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (آل عمران ع۴)

بقیہ حاشیہ ۱- اشارے پر کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔ اِن نتائج پر ذیل کے اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ پہلا اعتراض ماں جانتی تھی کہ اس نے حمل کیسے لیا لہٰذا جواب دینا ماں کا فرض تھا نہ کہ لڑکے کا۔ کیونکہ ماں نے اُس وقت یہ کہا کہ لڑکا بغیر مرد کے اللہ کی قدرت کے حمل سے پیدا ہوا ہے؟ دوسرا اعتراض۔ اگر یہ کہا جائے کہ لڑکے نے پیدا ہونے پر جواب دیا تو اس آیت کے خلاف ہے وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا (النحل ع۱۰) اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا تم کچھ بھی نہ جانتے تھے (۱۶-۷۸) اب اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کو مستثنیٰ کر دینا سراسر جہالت ہے کیونکہ اللہ نے انہیں مستثنیٰ نہیں کیا تیسرا اعتراض۔ اگر بفرض محال اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ لڑکے کا جواب دینا معجزہ تھا تو پھر کیونکہ لڑکے نے اپنی پیدائش کے متعلق کچھ کہا اور کیوں نہ اپنی ماں کو یہودیوں کے الزام سے بری کیا اور کیوں نہ یہ کہا کہ میں اللہ کی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا ہوا ہوں (باقی بر صفحہ ۱۲۵)

Marfat.com

میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اِسے اور اُس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں (۳ - ۳۵) حضرت مریمؑ کی والدہ محترمہ کی اس دُعا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مریم کو باوجود ہیکل کی خدمات کے لئے وقف کرنے کے اُن کا یہ منشا نہ تھا کہ وہ تمام عمر کنواری رہے گی بلکہ وہ جانتی تھیں کہ وہ جوان ہو کر بیاہی جائے گی اور وہ صاحب اولاد ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ کے چار بھائی و دو بہنیں تھیں۔ متی کی انجیل (۱۳ باب آیت ۵۵ و ۵۶ اس پر گواہ ہے۔ اور حضرت مسیح کی شادی کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۴ چوتھا اعتراض۔ حضرت مسیحؑ کے اس جواب کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا" سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اس وقت وہ پنگوڑے میں بچے تھے۔ کیونکہ ایسی حالت میں اُن کو کتاب دینا اور نبی بنانا اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دینا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ اس وقت تو اُن میں یہ فرائض ادا کرنے کی طاقت ہی نہ تھی۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ ع) اللہ کسی پر کچھ لازم نہیں کرتا مگر جس قدر اُس کی طاقت ہو (۲ - ۲۸۶) دراصل حضرت مسیحؑ اُس وقت بلوغت کو پہنچ چکے تھے یہی وجہ ہے کہ جواب میں ماضی کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔ جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایسا جواب دیتے وقت وہ اتنی بڑی عمر کے تھے کہ اپنی ماں کا اشارہ بھی سمجھ لیتے تھے اور نہ صرف زمین پر چلتے پھرتے بلکہ نماز پڑھتے اور زکوٰۃ بھی دیتے تھے علاوہ ازیں یہودیوں کے بہتان اور حضرت مسیحؑ کے جواب کی آپس میں کوئی مطابقت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اعتراض تو پیدائش کے متعلق تھا (باقی بر صفحہ ۱۷۶)

اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ط (رعد ع) اور ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے اور انہیں بیویاں اور اولاد بھی دی" (۱۳-۳۸) اس آیت میں کسی نبی اور رسول کو بیوی اور اولاد سے مستثنےٰ نہیں کیا گیا صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کی بھی بیوی تھی اور وہ صاحب اولاد تھے اب حضرت مسیحؑ کو اس آیت سے مستثنےٰ کر دینا سراسر جہالت ہے۔

علاوہ ازیں مذہبی راہ نما ان الفاظ "سو ہم نے اپنی روح اس (مریم) میں پھونکی" سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ خدا نے (نعوذ باللہ) اپنی قدرت سے حضرت مریمؑ کو حمل کر دیا تھا۔ حالانکہ اس جگہ حمل کا لفظ ہی نہیں اگر بقول ان کے اللہ نے ہی بغیر مرد کے حمل کر دیا تھا تو پھر بیٹے کو حمل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۵ :- اور جواب نبوت کے متعلق دیا گویا اس پر یہ مثال صادق آتی ہے سوال از آسمان جواب از زمین کیا خوب ہی معجزہ تھا۔ پانچواں اعتراض یہودیوں کے بہتان اور حضرت مسیح کے جواب میں یہ تطبیق دینا کہ نبی ناجائز حمل سے پیدا نہیں ہوتا یہودیوں کے لئے کوئی حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ تو ان کا نبی ہونا مانتے ہی نہیں علاوہ ازیں ہر ایک انسان خواہ وہ نبی بھی نہ ہو یہی کہتا ہے کہ وہ جائز حمل سے پیدا ہوا کوئی شخص یہ کہنا پسند نہیں کرتا کہ وہ ناجائز حمل سے پیدا ہوا بلاشبہ حمل ایک ایسا مخفی امر ہے کہ اس حمل سے پیدا شدہ بچے کو یہ علم نہیں ہو سکتا کہ آیا وہ جائز حمل سے پیدا ہوا ہے یا ناجائز سے البتہ اس کا علم اس کی ماں کو ہوتا ہے یا خدا کو لہٰذا یہودیوں کے بہتان کی تردید یا تو ماں کو کرنی چاہیئے تھی یا اللہ کو نہ کہ خود حضرت مسیحؑ کو بہرحال حضرت عیسےٰ کا جائز حمل سے پیدا ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ ان کا باپ تھا اور وہ صحیح النسب سے پیدا ہوئے ورنہ ایسی تطبیق کوئی معنی نہیں رکھتی (ب) ایک طرف تو (باقی بر صفحہ ۱۷۷)

کرنے والے کی طرف کیوں منسوب نہیں کیا جاتا۔ آخر یہ بات کہنے میں کونسا امر مانع ہے کہ جس نے حمل کیا بیٹا اُسی کا۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت مریمؑ پر زنا کا بہتان باندھا تھا اس لئے یہ الفاظ کہہ کر اُنہیں اور حضرت مسیحؑ کو اُن کے الزام سے بری کیا گیا۔ گویا اُن میں پاکیزگی کی رُوح ڈالی گئی ورنہ وہ تو پہلے سے ہی زندہ تھے لہٰذا اُن میں رُوح ڈالنے کے اور کوئی معنی ہو نہیں سکتے۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جس شخص پر الزام لگایا جاتا ہے ہمیشہ اس کی صفائی کرنی پڑتی ہے چونکہ کسی اور نبی کی والدہ کے متعلق ایسا الزام نہیں لگایا گیا اس لئے اُن کے متعلق ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے ورنہ ہر انسان میں خدا ہی رُوح ڈالتا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶ ان آیات کی رُو سے یہ کہنا کہ حضرت عیسےٰ کو پیدا ہوتے ہی کتاب اور نبوت مل گئی تھی اور دوسری طرف اس آیت مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيمَانُ (الشوریٰ ع ۵) تو تُو جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ اس پر ایمان (کیا ہے)۔ (۴۲ - ۵۲) کی رُو سے یہ کہنا کہ حضرت محمد رسول اللہؐ کو چالیس سال تک کتاب اور ایمان کا علم نہ ہو سکا۔ صریحاً حضرت عیسےٰ کو خود ہی فضیلت دیتا ہے جس سے عیسائی مسلمانوں پر یہ حجت قائم کرتے ہیں کہ اصل نبوت تو حضرت عیسےٰؑ کی تھی جنہوں نے پیدا ہوتے ہی کہا کہ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں اور حضرت محمدؐ کی نبوت اور رسالت (نعوذ باللہ) خدا کی طرف سے نہ تھی بلکہ دنیاوی تجربات کی بنا پر تھی کہ چالیس سال کے اونچ نیچ دیکھنے کے بعد کہا کہ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں حالانکہ حضرت عیسےٰ کے جواب سے ہی صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت وہ بڑی عمر کے تھے کیونکہ دودھ پیتے بچے کو نبوت اور کتاب کا دینا ایک بے معنی بات ہے اسی طرح سے اُسے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دینا بھی (باقی بر ص ۱۷۸)

ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (السجدہ) پھر اُسے ٹھیک بنایا اور اپنی رُوح اس میں پھونکی اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دِل بنائے بہت ہی کم تم شکر کرتے ہو (۳۲-۹) بہرحال نَفَخَ فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا میں مؤنث کی ضمیر ہے اور نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا میں مذکر کی ضمیر بیان کی گئی ہے اب جو معنی مؤنث کی ضمیر کے ماتحت رُوح پھونکنے کے لئے جائیں گے وہی معنی مذکر کی ضمیر کے ماتحت بھی لئے جائیں گے مگر مذہبی راہنما مذکر کی ضمیر کی کوئی تشریح نہیں کرتے بلکہ مذکر اور مؤنث کی دونوں ضمیروں کو حضرت مریمؑ پر چسپاں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۷ :- کوئی معنی نہیں رکھتا خدا جانے حکمت والے قرآن حکیم کی ان آیات کے ایسے معنی کیوں کئے جاتے ہیں جن سے اہل اسلام اپنے مذہبی دلائل کو تو کوئی تقویت نہیں دیتے بلکہ عیسائیوں کو اپنے باطل عقائد کے مضبوط کرنے اور رسول اللہ کی نبوت اور رسالت پر خواہ مخواہ کی نکتہ چینی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ ایسی قرآن دانی پر بڑا فخر کرتے ہیں ایسے حضرات اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب کلام الٰہی کے الفاظ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں پھر وہ معنی کیوں کئے جائیں جو کہ عیسائیوں کے باطل عقائد کو تقویت دینے کا موجب ہوں۔ کیا کلام ربانی اسی واسطے نازل کیا گیا تھا؟ (ج) دراصل خاتمت پر فے تحقیق کی آئی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے پیدا ہونے اور اس کی والدہ کا اُسے اپنی قوم کے بعد لانے کے درمیان کئی سال کا وقفہ تھا اب اس واقع کو ایصال زمانی سمجھ کر پیدائش کے ساتھ ملا دینا کوئی عقلمندی نہیں کیونکہ حضرت مریمؑ حضرت عیسےٰؑ کو کچھ عرصہ اپنے رشتہ داروں کے پاس رہنے کے بعد گدھے پر سوار (باقی بر صفحہ ۱۷۹)

کر کے یہی معنی لیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اُن میں روح پھونکی جس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کیا اللہ کا ایک ہی دفعہ اُن میں رُوح پھونکنا کافی نہ تھا۔ جو باوجود مذکّر کی ضمیر بیان کرنے کے پھر بھی دوبارہ حضرت مریمؑ میں ہی رُوح پھونکنے کی ضرورت پڑ گئی مگر مذکّر کی ضمیر کے ماتحت ایک دفعہ بھی کسی مرد میں رُوح نہ پھونکی گئی۔ ایسی حالت میں مذکّر کی ضمیر استعمال کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ (۶) وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ (مریم ع۲) اور اپنی ماں سے نیکی کرنیوالا ہوں اور اُس نے مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا (۱۹ - ۳۲) اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا باپ نہ تھا اور اس کے ثبوت میں یہ آیت

بقیہ حاشیہ ص۱۷۸ کر کے اپنی قوم کے پاس لائی تھی تَحْمِلُہٗ کے معنی سواری پر سوار کرنے کے ہوتے ہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ اِذَا مَآ اَتَوْکَ لِتَحْمِلَھُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُکُمْ عَلَیْہِ (التوبہ ع۱۲) اور نہ اُن پر الزام ہے) کہ جب وہ تیرے پاس آئے کہ تو انہیں سواری دے تو نے کہا مجھے کچھ نہیں ملتا جس پر تمہیں سوار کروں (۹-۱۲) اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے بڑے ہو کر نبوت کا دعوےٰ کیا اور یہودیوں کے مذہب کی اصلاح کرنا شروع کی جو اُن کو بُری لگی اس پر انہوں نے اس کی ماں سے کہا کہ اے مریمؑ تیرا باپ برا نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی گویا تمہارا خاندان اچھا تھا مگر یہ لڑکا کیسا عجیب ہے کہ افترا کر کے ہمارے مذہب کو خراب کر رہا ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ اعتراض حضرت مسیحؑ کی نبوت پر تھا نہ کہ ولادت پر کیونکہ اس وقت یہودیوں نے ان کی والدہ پر کوئی الزام نہیں لگایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے خود کوئی جواب نہیں دیا بلکہ یہ کہا کہ اسی سے پوچھو جو نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے اس پر بڑے بوڑھوں نے یہ کہا کہ اس سے کیونکر کلام کریں جو کل (باقی بر ص۱۸۰)

Marfat.com

پیش کی جاتی ہے وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (مریم ع)
اور (یحییٰ) اپنے ماں باپ سے نیکی کرنے والا تھا اور سرکش نافرمان نہیں
تھا (۱۹ - ۱۴) اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ان دونوں آیات میں بڑا
فرق ہے اس لئے یہ نتیجہ غلط ہے کیونکہ حضرت یحییٰ کے متعلق خدا خود
کہتا ہے جو کسی اعتراض کے جواب میں نہیں کہا گیا مگر حضرت عیسیٰ کا
اپنا ہی قول ہے اور اُس وقت کا ہے جب وہ نبی ہو چکے تھے اور اُن
کا باپ فوت ہو چکا تھا (جیسا کہ آنحضرتؐ کا باپ بھی جب وہ نبوت
اور رسالت کے عہدے پر مبعوث ہوئے تھے فوت ہو چکا تھا) اور
ماں زندہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہودیوں نے اُن کی ماں پر جو اعتراض کیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۹ تو ہمارے سامنے سامنے مہد میں لڑکا تھا یعنی کم عمر لڑکا ہماری
گفتگو کے لائق نہیں "کان" کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے کہ اس وقت وہ نہ مہد میں تھے
نہ مہد کے لائق تھے گویا بچپن کی حالت سے نکل چکے تھے جیسا کہ حضرت عیسیٰ کے اس جواب
سے معلوم ہوتا ہے کہا "میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے خدا نے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا" اس
لئے ہمارے مذہب کی اصلاح کر رہا ہوں بلا شبہ یہ اعتراض ان کی نبوت پر تھا جس کے
ساتھ جواب بھی مطابقت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں نے کچھ جواب نہ دیا کیونکہ اس
سوال کے جواب کا تعلق اُن سے نہ تھا مگر اس نکتہ پر صرف عقلمند ہی غور کریں گے علاوہ ازیں
انجیل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعتراض اُن کی نبوت پر تھا ذیل کی آیات پر غور کیجئے (۱) جب
یسوع تمثیلیں ختم کر چکا تو ایسا ہوا کہ وہاں سے روانہ ہو گیا اور اپنے وطن میں آکر اُن کے
عبادت خانہ میں اُن کو ایسی تعلیم دینے لگا کہ وہ حیران ہو کر کہنے لگے اس میں یہ حکمت
اور معجزے کہاں سے آئے کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریمؑ (باقی بر صفحہ ۱۸۱)

Marfat.com

تھا وہ یہ سمجھ کر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی ماں کے فرمانبردار نہیں ہیں۔ لہٰذا اُس کے جواب میں اُنہیں یہ بھی کہنا پڑا کہ میں اپنی ماں کا تابعدار ہوں۔ باپ کا ذکر نہ کرنے سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اُن کا باپ نہ تھا اِس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ محترمہ کا ذکر کئی دفعہ قرآن پاک میں آتا ہے مگر باپ کا بالکل نہیں تو کیا اب اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اُن کا باپ نہ تھا۔ اِن آیات پر غور کیجئے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ (القصص ع) اور موسیٰؑ کی ماں کو ہم نے وحی کی کہ اُسے دودھ پلا (۲۸-۷) (۲) فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۭ (طٰہٰ ع ۲) سو ہم نے تجھے (موسیٰؑ) تیری ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۰ اور اُسکے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں اور کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں پھر یہ سب کچھ اس میں کہاں سے آیا؟ اور اُنہوں نے اِس کے سبب سے ٹھوکر کھائی مگر یسوع نے اُن سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوائے اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا اور اُس نے اُن کی بے اعتقادی کے سبب سے وہاں بہت سے معجزے نہ دکھائے (متی ۱۳ - ۵۳ تا ۵۸) (۲) اور جب وہ ہیکل میں آکر تعلیم دے رہا تھا تو سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے اِس کے پاس آکر کہا۔ تو ان کاموں کو کس اختیار سے کرتا ہے اور یہ اختیار تجھے کس نے دیا ہے (متی ۲۱-۲۳ و ۲۴) (۳) اور لوگوں میں اس کی بابت چپکے چپکے بہت سی گفتگو ہوئی بعض کہتے تھے وہ نیک ہے اور بعض کہتے تھے نہیں بلکہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے (یوحنا ۷ - ۱۲) صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی تلقینیں سے جو خلاف عقائد یہود تھی علمائے یہود ناراض ہو کر حضرت مریمؑ کے پاس آئے جس سے اُن کی غرض یہ تھی کہ وہ حضرت مسیحؑ کو اِن باتوں (باقی بر صفحہ ۱۸۲)

اُس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غم نہ کرے (۲۰ - ۴۰) کیا باپ کی آنکھ نہ تھی جو ٹھنڈی رہتی - ؟ (۲) وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا ط (القصص ع) اور موسیٰؑ کی ماں کا دل خالی ہو گیا (۲۸ - ۱۰) کیا باپ کا دل نہ تھا - دراصل نہ صرف حضرت موسیٰؑ بلکہ حضرت مسیحؑ کا بھی باپ تھا گرچہ دونوں کے باپوں کا نام قرآن پاک میں نہیں بتلایا گیا مگر اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اُن کے باپ نہ تھے کیونکہ جو بچہ حمل کے ذریعے ماں سے جنا جاتا ہے اس کا باپ ضرور ہوتا ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ (مریم ع) اور اس پر سلامتی ہے جس دن وہ پیدا ہوا (۱۹ - ۱۵) وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ (مریم ع) اور مجھ پر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۱ سے باز رکھیں اور کہا کہ تیرا باپ اور تیری ماں تو بڑے نیک تھے تو کہتے یہ کیسا عجیب یعنی بد مذہب لڑکا جنا ہے جو ہمارے عقائد کے خلاف باتیں کرتا ہے (د) اگر حضرت مریمؑ نے نعوذ باللہ ناجائز طور پر حضرت عیسیٰؑ کو جنا تھا جیسا کہ یہودیوں کے مذکورہ بالا قول سے نتیجہ نکالا جاتا ہے تو پھر اللہ نے صاف طور پر اس کی تردید کر دی کہ یہ یہودیوں کا بہتان تھا - جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا تھا وَقَوْلِهِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا (النساء ع ۲۲) اور ان کے مریم پر بڑا بہتان باندھنے کی وجہ سے (۴ - ۱۵۶) تو اب صرف ایک ہی بات رہ جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جائز طور پر پیدا ہوئے یعنی باپ کے ذریعے اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ اگر کسی عورت کے حمل پر شبہ ہو جائے کہ وہ ناجائز طور پر لیا گیا ہے مگر بعد ازاں تحقیقات سے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ جائز تھا تو کیا اب اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس عورت کا خاوند نہیں یا اُسے بغیر مرد کے چھوئے کے اللہ کی قدرت سے حمل ہو گیا بفرض محال اگر حضرت مریمؑ نے بغیر خاوند کے ہی لڑکا جن دیا تھا تو پھر اس وقت بچہ کو بطور نمائش دیا تھا

سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا۔ (۱۹ - ۳۳) اِن آیات میں گرچہ حضرت یحییٰ کی پیدائش کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے اور حضرت مسیحؑ کی پیدائش کے متعلق اُن کا اپنا قول ہے مگر باب دونوں کا تھا۔ کیونکہ دونوں ہی حمل کے ذریعے عورتوں سے جنے گئے اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ (المجادلہ ع) اُن کی مائیں صرف وہی ہیں جنہوں نے اُنہیں جنا (۵۸ - ۲) صاف ظاہر کہ بغیر حمل کے کوئی عورت جن نہیں سکتی اور حمل بغیر نطفہ کے ہرگز نہیں ہوتا۔ بلاشبہ عورتوں سے جنا جانا ہی صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ ہر بچے کا باپ ہوتا ہے اور اِس کا باپ وہی ہوتا ہے جس نے اس کی ماں کو حمل کیا۔ یہ آیات اِس پر گواہ ہیں۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى (حجرات ع) اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا (۴۹ - ۱۳) وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (البلد ع) اور باپ کی اور جو اس سے پیدا ہوا (۹۰ - ۳) حمل سے پیدا شدہ بچے کی نسبت یہ کہنا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ کیونکہ اس کا باپ وہی ہوتا ہے جس نے اُس کی ماں کو حمل کیا۔ اگر حمل کرنیوالا باپ نہ ہو تو پھر اور کون ہوگا؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۲ کے اپنی قوم کے پاس لانے کی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ شرمساری اور ندامت کی وجہ سے اُسے کسی اور جگہ لے جانا چاہئے تھا یا اپنی قوم کو یہ بتانا چاہئے تھا کہ لڑکا اللہ کی قدرت کے حمل سے پیدا ہوا بہرحال ان الفاظ سے جو قرآن مجید میں ہیں حضرت عیسےٰؑ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر کسی طرح استدلال نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

مسلمانوں کا چوتھا مبالغہ ۔ حضرت مسیحؑ کو اللہ کا معجزہ ٹھہرانا

(۱) جیسے عیسائی حضرت مسیحؑ کو روح القدس کی قدرت کے حمل سے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے خدا کا بیٹا کہتے ہیں اسی طرح سے مسلمان حضرت مسیحؑ کو اللہ کی قدرت کے حمل سے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اللہ کا معجزہ ٹھہراتے ہیں چونکہ قرآن پاک میں اللہ کے بیٹے کی تردید کی گئی ہے اس لئے مسلمانوں نے حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہنے کی بجائے اللہ کا معجزہ کہنا شروع کر دیا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ حضرت مریمؑ کے حمل کو خدا کی طرف منسوب کرنے میں تو عیسائیوں کے ساتھ متفق ہو گئے مگر خدا کا بیٹا کہنے سے الگ ہو گئے جس پر یہ مثال صادق آتی ہے "رند کے رند رہے جنت ہاتھ سے نہ گئی"۔ گویا جس غیر معمولی حمل پر عیسائیوں نے خدا کے بیٹے کی بنیاد رکھی ہوئی ہے اُسے تو خوب مضبوط کر دیا مگر ساتھ ہی خدا کا بیٹا کہنے سے انکار بھی کر دیا حالانکہ حمل سے بچہ پیدا ہوتا ہے نہ کہ معجزہ کیونکہ معجزہ ہمیشہ نبی اپنے منکرین نبوت کے سامنے دکھاتا ہے مگر حمل ایک ایسا مخفی امر ہے جو کسی کے سامنے نہیں کیا جاتا لہٰذا حمل سے پیدا شدہ بچہ اللہ کا معجزہ نہیں کہلا سکتا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عیسائیوں کے غلط عقیدے "مسیح خدا کا بیٹا" کی یہ کہہ کر کہ اللہ کا کوئی بیٹا نہیں بار بار تردید کی ہے جس سے صاف ثابت

Marfat.com

ہوتا ہے کہ بیٹے کا تعلق حمل سے ہوتا ہے۔ نہ کہ معجزے کا ذیل کی آیات اس پر گواہ ہیں وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط (البقرہ ع۱۴) اور کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا وہ (اس سے) پاک ہے (۲-۱۱۶) سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ (النساء ع۲۳) وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا بیٹا ہو (۴-۱۷۱) مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ (المومنون ع۶) اللہ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا (۲۳-۹۱) لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ ط هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ (الزمر ع۱) اگر اللہ چاہتا کہ بیٹا بنائے تو وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا بے عیب ذات ہے وہ اللہ اکیلا سب سے اوپر ہے (۳۹-۴) ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی عورت کو حمل کر کے بھی اپنا بیٹا بنانے سے پاک ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝ (الجن ع۱) اور کہ ہمارے رب کی عظمت بہت بلند ہے اس کی نہ جورو ہے اور نہ بیٹا[1] (۷۲-۳) باوجود ایسی زبردست تردید کے اب مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ عیسائیوں کے اس باطل عقیدے "مسیح خدا کا بیٹا" کی کوئی تردید نہیں کر سکتے اور نہ اس کی تردید کے لئے گھروں سے باہر نکلتے ہیں جس کا باعث

---

[1] یہ تردید اس لئے کی گئی ہے کہ بیٹے کے لفظ میں حمل کے کرنے اولاد کے پیدا ہونے اور جورو کے رکھنے کا بھی مفہوم پایا جاتا ہے کیونکہ حمل اور بیٹے کا آپس میں اتنا گہرا تعلق ہوتا ہے کہ بیٹا حمل کرنے والے سے جدا نہیں ہو سکتا حالانکہ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے۔

Marfat.com

یہ ہے کہ یہ خود مانتے ہیں کہ حضرت مریمؑ نے بغیر خاوند کے اللہ کی قدرت کے حمل سے حضرت مسیحؑ کو جنا جس سے عیسائیوں کے غلط عقیدے کی تردید کی بجائے تائید ہوجاتی ہے صاف ظاہر ہے کہ جس نے حمل کیا بیٹا اُسی کا مگر یہ نکتہ مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا حالانکہ اِن کے بالمقابل عیسائیوں کا یہ حال ہے کہ اِس باطل عقیدے کی اشاعت کے لئے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچ جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ مسلمان حق کے پھیلانے کے لئے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں گھروں سے باہر نہیں نکلتے اور عیسائی حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا منوانے کے لئے دنیا بھر میں گشت کرتے ہیں گویا مسلمان اپنے مُردہ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں اور عیسائی اپنے زندہ ہونے کا۔ اس گمراہی کو روکنے والے تو اہل اسلام ہی تھے مگر افسوس وہی عیسائیوں کے ہم خیال ہوگئے لہٰذا عیسائیوں کو اپنے غلط اعتقادات کو دنیا میں پھیلانے کا خوب موقع مل گیا۔ (۲) اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ (الاعراف ع ۲۲) وُہ جن کو تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں (۷-۱۹۴) اِس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو خدا کا شریک ٹھہرا کر پکارا جاتا ہے وُہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح بندے ہیں یعنی اسی طرح نطفہ سے حمل کے ذریعے

Marfat.com

پیدا ہوئے جیسا کہ دوسرے لوگ پیدا ہوتے ہیں چنانچہ غور کر کے دیکھ لیجئے کہ جن لوگوں کو خدا کہہ کر پکارا جاتا ہے اُن تمام کے باپ تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کا جن کو عیسائی خدا اور خدا کا بیٹا کہہ کر اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں باپ نہ ہو؟ ورنہ عیسائیوں کے ہاتھوں میں اس کی الوہیت کی یہ دلیل ہو جاتی ہے چونکہ وہ رُوح القدس یا اللہ کی قدرت کے حمل سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور اُن میں خدائی صفات تھے لہٰذا وہ خدا کا بیٹا جس کی عبادت کرنی اس قرآنی آیت کی رُو سے بھی جائز[1] قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (الزخرف ع۲) کہہ اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہو تو میں پہلا عبادت کرنے والا ہوں (۴۳ - ۸۱) اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں اگر حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے اللہ کی قدرت کے حمل سے پیدا ہونے کی وجہ خدا کے بیٹے ہوتے تو ضرور اُن میں خدائی صفات بھی ہوتے تب آنحضرتؐ ضرور اُن کی عبادت کرتے لیکن رسول اللہ کا اپنی زندگی بھر میں اللہ کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت مسیحؑ انسانی نطفہ سے پیدا ہوئے تھے اور اُن کا باپ یوسف تھا یہی وجہ ہے کہ اُن میں انسانی صفات تھے لہٰذا ایسا شخص معبود بنائے جانے کے قابل نہیں ہو سکتا چنانچہ رسول اللہ کا ارشاد

---

[1] جب خدا کی عبادت کرنا جائز ہے تو پھر اس کے بیٹے کی کیونکر ناجائز ہو سکتی ہے۔ جب کہ وہ بغیر باپ کے خدا کی قدرت کے حمل سے پیدا ہوا ہو۔

Marfat.com

ہے کہ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰ کو اُسی طرح حمل میں لیا جس طرح دوسری عورتیں حمل لیتی ہیں صاف ظاہر ہے کہ شادی کرنے کے بعد خاوند سے حمل لیا جیسے دوسری عورتیں لیتی ہیں ۔ بلاشبہ حضرت مسیحؑ میں خدائی صفات نہ تھے اسلئے عیسائیوں اور مسلمانوں کا یہ کہنا کہ وہ روح القدس یا اللہ کی قدرت کے حمل سے بن باپ کے پیدا ہوئے تھے سراسر افترا اور جھوٹ ہے کیونکہ وہ اُن میں خدائی صفات کے ہونے کا کوئی ثبوت نہیں دے سکتے حالانکہ انسانی حمل اور خدائی حمل کے پیدا شدہ بچوں میں کوئی نمایاں فرق ہونا چاہیئے جس سے یہ تمیز ہو سکے کہ فلاں بچہ خدائی حمل سے پیدا ہوا ہے ۔ اگر اُن میں کوئی فرق نہ ہو تو پھر ایسے حمل کو خواہ مخواہ بجائے مرد کے اللہ کی طرف منسوب کرنا کوئی عقلمندی نہیں کیونکہ مشہور مثال ہے کہ درخت اپنے پھل سے ہی پہچانا جاتا ہے ۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ میں جس کے صفات ہوں حمل بھی اُسی کی طرف منسوب کرنا چاہیئے کیونکہ یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ حمل تو بن باپ کے اللہ کی قدرت سے ہو مگر اس حمل سے پیدا شدہ حضرت مسیحؑ میں انسانی صفات ہوں ۔ عقلمند حضرات کے لئے غور کرنے کا موقع ہے

(۳) ۔ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي

الدِّیْنِ وَمَوَالِیْکُمْ (الاحزاب ع ۱) اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا ہے یہ تمہاری اپنی منہ کی بات ہے اور اللہ سچ کہتا ہے اور وہی سیدھا رستہ دکھاتا ہے انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف ہے پھر اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے دوست ہیں (۳۳-۴-۵) چونکہ زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ اگر کسی پالک کو بیٹا کہہ کر پکارا جاتا تھا تو اُسے پکارنے والے کا حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا جو سراسر عقل فطرت اور مذہب کے خلاف ہے۔ لہٰذا اللہ نے یہ کہہ کر کہ انہیں اُن کے باپوں کے نام سے پکارو سیدھا رستہ دکھایا صاف ظاہر ہے کہ سب کے باپ ہوتے ہیں کیونکہ کسی کو اس سے مستثنےٰ نہیں کیا گیا بلکہ کھلے لفظوں میں کہہ دیا اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں جس سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ باپ کا علم نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ لوگوں کے باپ نہیں ہوتے مثلاً حضرت مسیحؑ کے باپ کو عام لوگ نہیں جانتے تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اُن کا باپ ہی نہ تھا۔ اگر کسی شخص کو اللہ کی قدرت کے تحت سے بغیر باپ کے پیدا ہو جانا تھا تو پھر اسی جگہ اس کے متعلق یہ بھی بیان کرنا چاہئے تھا کہ اُسے

اللہ کا بیٹا یا اللہ کا معجزہ سمجھو۔ اب ان الفاظ کا قرآن حکیم میں جو ایک مکمل کتاب ہے نہ پایا جانا صاف ثابت کرتا ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کا یہ کھلا افترا ہے کہ حضرت مسیحؑ روح القدس یا اللہ کی قدرت کے حمل سے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اللہ کا بیٹا یا اللہ کا معجزہ تھے حالانکہ وہ انسانی حمل سے پیدا ہوئے اور اُن کے باپ کا نام یوسف تھا۔ لہذا اُنہیں اُن کے باپ کے نام سے پکارنا چاہیئے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ اگر بردران اسلام صرف اتنا ہی کہتے رہتے کہ حضرت مسیحؑ یوسف کے بیٹے تھے تو عیسائی مذہب کی اشاعت پر ایسی کارگر نہ پڑتی کہ عیسائیوں کو "مسیح خدا کا بیٹا" لوگوں سے منوانے کی ہمت نہ پڑتی۔ کیونکہ اُنہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ یوسف نجار کے بیٹے تھے جیسا کہ اُن کی والدہ مکرمہ کہتی ہیں (لوقا ۲-۴۸) مگر افسوس اہلِ اسلام بوجہ جہالت کے نہ صرف دنیاوی سیاست بلکہ دینی سیاست سے بھی قطعاً ناآشنا ہیں کیونکہ یہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جس شخص میں انسانی صفات ہوتے ہیں وہ ہمیشہ انسانی حمل سے پیدا ہوتا ہے (۴) قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝

(بنی اسرائیل ع ۱۱) کہہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور ہم

اُن پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے (۱۷ - ۹۵) اِس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس جنس کے لوگ دنیا میں آباد ہوتے ہیں اُسی قسم کے رسول اُن کیلئے مبعوث کئے جاتے ہیں۔ اب یہ کہنا کہ حضرت مسیحؑ کو بغیر باپ کے اللہ کی قدرت کے حمل سے پیدا کر کے اُن لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا جن کے باپ تھے نہ صرف مذکورہ بالا آیت کے خلاف ٹھہرتا ہے بلکہ ایسا نبی ایسی قوم کے لئے کوئی نمونہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ قوم تو انسانی حمل سے پیدا ہونے کی وجہ سے انسانی صفات رکھنے والی اور نبی الٰہی حمل سے پیدا ہونے کی وجہ سے خدائی صفات رکھنے والا ایک مضحکہ خیز سی بات ہے۔ گویا قوم کے ہاتھوں میں ایسے رسول کے نہ ماننے کی یہ دلیل دینا ہے چونکہ آپ کی پیدائش ہماری پیدائش سے مختلف ہے لہٰذا آپ ہمارے رسول نہیں ہو سکتے اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مسیحؑ میں بھی انسانی صفات تھے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ ان کا باپ بھی ایک انسان ہی تھا تب ہی تو وہ ایسے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے جن کے باپ تھے اور وہ اُسی طرح حمل سے پیدا ہوئے جیسا کہ حضرت مسیحؑ۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی زندگی میں نہ صرف اُن کی والدہ نے بلکہ اُس کے وطن والوں نے اُسے یوسف نجار کا ہی بیٹا ٹھہرایا۔ متی کی انجیل باب ۱۳ آیت ۵۵

Marfat.com

اس پر گواہ ہے بلا شبہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو اللہ کی قدرت کے حمل سے بغیر نطفہ کے مان کر اُنہیں اللہ کا معجزہ ٹھہرانا پھر اُنہیں انسان مان کر اور اُن میں انسانی صفات قرار دینا ایک دوسرے کے متضاد ہیں جن میں سے ایک بات تو یقیناً جھوٹی ہے کیونکہ انسانی حمل سے انسانی صفات کا مظہر پیدا ہوتا ہے اور خدائی حمل سے خدائی صفات کا مظہر۔ جو شخص اتنی بات کے سمجھنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتا وہ حقیقتاً فہم قرآن سے کوسوں دُور ہے۔ کیونکہ بچہ حمل کرنے والے کی جنس سے ہوتا ہے جیسے گھوڑے کا بچہ گھوڑا (۵) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (الدخان ع) اس کے سوائے کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تمہارا رب اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا رب ہے (۴۴-۸) بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی کا یہ عظیم الشان ثبوت ہے کہ وہ انسان کو اپنی قدرت کاملہ سے عدم یعنی نیستی کی حالت سے عالم وجود میں لاتا ہے جو ایک نظام اور اسباب کے ماتحت رکھا ہوا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خالق بڑی قدرت والا ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۝ (الفرقان ع) اور وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اُسے نسب اور سسرال

(والا) بنایا اور تیرا رب قدرت والا ہے (۲۵ - ۵۴) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کا نسب آباء یعنی مرد کی طرف سے ہے اور صہر عورت کی طرف سے ہے یہاں ذو نسب اور ذو صہر سے مراد مرد اور عورت ہیں کیونکہ دونوں کے ہی یہ رشتے قائم کئے جاتے ہیں اور ان دونوں سے ہی لوگ پیدا ہوتے اور پھیلتے ہیں جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً (النساء ع ۱) اے لوگو اپنے رب کا تقوے اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں (۴ - ۱) چنانچہ آنحضرتؐ بھی اسی قانون کے ماتحت پیدا ہوئے اور آپ کے بھی باپ دادا تھے جیسا کہ نہ صرف پہلے زمانے کے مردوں اور عورتوں کے بلکہ آجکل کے لوگوں کے بھی ہوتے ہیں اس قاعدہ سے نہ تو حضرت مریمؑ اور نہ حضرت عیسےٰؑ کو مستثنےٰ کیا گیا ہے اگر حضرت مسیحؑ کا باپ نہ ہوتا تو وہ ضرور اس آیت سے بھی مستثنےٰ قرار دئے جاتے یقیناً باپ کا پہلے ہونا ضروری ہے اگر باپ نہ ہو تو پھر دادا کیسے ہو جائے۔ اگر کسی شخص کا اللہ کی قدرت کے عمل سے بن باپ کے ہی پیدا ہو جانا تھا اور

Marfat.com

اللہ کا بیٹا یا اللہ کا معجزہ کہلانا تھا۔ تو اس کا ذکر بھی اسی آیت میں ہونا چاہیئے تھا (کیونکہ قرآن کریم ایک مکمل کتاب ہے تاکہ کسی کو اپنی طرف سے مستثنےٰ نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ اپنی طرف سے کسی کو مستثنےٰ قرار دینا گویا خود ہی یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ کامل کتاب نہیں بلکہ اس میں کچھ نقائص ہیں

مسلمانوں کا پانچواں مبالغہ۔ حضرت مسیحؑ کو روح اللہ کہنا۔

جیسے عیسائی اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں اسی طرح اہلِ اسلام قرآنی الفاظ کی غلط تاویل کر کے انہیں روح اللہ کہتے ہیں[1] جس سے عیسائیوں کے باطل عقیدے کی تائید ہو جاتی ہے حالانکہ اُن کے حق میں قرآن پاک میں کہیں بھی روح اللہ کے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے ہیں بلکہ رُوْحٌ مِّنْهُ یعنی اللہ کی طرف سے روح ہے کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اس میں حضرت مسیحؑ کی کوئی خصوصیت نہیں کیونکہ ہر جاندار میں اللہ کی طرف سے روح ہوتی ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل ع) اور تجھ سے رُوح کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ روح میرے رب کے حکم

---

[1] مثلاً دعائے گنج العرش میں خود مسلمان یہ لکھتے ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جب کبھی عیسائی اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ روح اللہ بڑا ہوتا ہے یا رسول اللہ تو اس وقت مسلمانوں کو سوائے خاموشی کے اور کوئی چارہ نہیں ہے

Marfat.com

سے ہے اور تمہیں تھوڑا سا ہی علم دیا گیا ہے۔ (۱۷ - ۸۵) ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (السجدہ ع) پھر اُسے ٹھیک بنایا اور اپنی رُوح اُس میں پھونکی (۳۲ - ۹) فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (ص ع) سو جب میں اُس کی تکمیل کر دوں اور اپنی رُوح اُس میں پھونکوں تو اُس کے لئے فرمانبرداری کرتے ہوئے گر جاؤ (۳۸ - ۷۲) ہر انسان میں اللہ کی طرف سے ہی رُوح پھونکی جاتی ہے مگر کسی کو روح اللہ نہیں کہا جاتا چونکہ رُوح بھی اللہ کی بنائی ہوئی ہے اس لئے اُسے مخلوق کہا جاتا ہے چنانچہ حضرت مسیحؑ بھی مخلوق تھے نہ کہ خالق دراصل حضرت مسیحؑ کے حق میں رُوْحٌ مِّنْهُ کے الفاظ کہہ کر یہودیوں کے اس غلط الزام کو کہ ناجائز حمل سے پیدا ہونے کی وجہ سے اُس میں شیطان کی طرف سے روح تھی یہ کہہ کر تردید کی گئی کہ اُس میں اللہ کی طرف سے رُوح تھی یعنی وہ جائز حمل سے پیدا ہوئے اسی طرح عیسائیوں کے اس باطل عقیدے کی کہ وہ خدا تھا یہ کہہ کر تردید کی گئی کہ اس میں رُوح تو خدا نے ڈالی۔ لہٰذا وہ خدا نہیں بلکہ اُس کی مخلوق ہے مسلمانوں کا چھٹا مبالغہ حضرت مسیحؑ کا جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ (آل عمران ع) اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں (۳ - ۴۸) وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ

(المائدہ ع۱۵) اور تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا
(۵ - ۱۱۰) علماء اسلام ہمیشہ قرآن مجید کے معنی یہودیوں اور عیسائیوں
کی روایتوں کے مطابق بیان کرتے ہیں اس لئے انہوں نے ان
آیتوں کے یہی معنی بیان کئے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اندھوں کو آنکھوں
والا اور کوڑھیوں کو چنگا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن حکیم میں لفظ اُبْرِئُ
اور تُبْرِئُ کا ہے جس کے معنی اچھا کرنے کے بھی ہیں اور بری کرنے
کے بھی۔ دراصل مادر زاد اندھے اور کوڑھی حضرت مسیحؑ سے یہ
پوچھا کرتے تھے کہ کیا یہ ہماری بیماریاں پہلے کرموں یعنی گذشتہ اعمال
کی وجہ سے ہیں؟ جس کی تردید کرکے وہ انہیں اس غلط خیال سے
بری کیا کرتے تھے بلاشبہ اندھوں اور کوڑھیوں سے ایسے شخص مراد
ہیں جو عقل اور سمجھ اور دلائل سے منہ پھیر کر نہ صرف خدا کی ہستی کے
منکر بلکہ خدا کی راہ سے بھولے بھٹکے ہوں ذیل کی آیات اس پر گواہ
ہیں۔ (الف) صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (البقرہ ع۲) بہرے گونگے
اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹتے (۲ - ۱۸) (ب) وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ
كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ
أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ
كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (الاعراف ع۲۲)

اور یقیناً ہم نے بہت سے جنّوں اور انسانوں کو دوزخ کے لئے پھیلا رکھا ہے اُن کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور اُن کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور اُن کے کان ہیں۔ جن سے وُہ سنتے نہیں وہ چار پایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ زیادہ گمراہ۔ یہی بے خبر ہیں (۷/۱۷۹) (ج) وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل ع) اور جو کوئی اِس (دنیا) میں اندھا رہا تو وُہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راہ سے بہت دُور پڑا ہُوا (۱۷/۷۲) (د) وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ (طٰہٰ ع) اور جو کوئی میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اُس کے لئے تنگی کی زندگی ہوگی اور ہم اُسے قیامت کے دِن اندھا اُٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب تُو نے مجھے اندھا کیوں اُٹھایا اور میں دیکھنے والا تھا کہا ایسا ہی تیرے پاس میری آیات آئیں تو تُو نے اُن کی پرواہ نہ کی اسی طرح آج تیری بھی پرواہ نہ کی جائے گی (۲۰ - ۱۲۴ تا ۱۲۶) دراصل اندھے اور کوڑھیوں سے مراد کافر اور مشرک ہیں جو طرح طرح کی روحانی بیماریوں میں مبتلا تھے اور اللہ کے کلام پر ایمان نہیں لاتے تھے مگر حضرت عیسیٰ کی تبلیغ

Marfat.com

کے ذریعے اللہ کے حکم سے انہیں راہِ راست نظر آگیا گویا وہ آنکھوں والے ہو گئے ان کا اندھا پن جاتا رہا* یعنی وہ اللہ کے کلام پر ایمان لاکر کفر اور شرک کی آلائشوں سے پاک ہو گئے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ هُوَ اَعْمٰی ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (الرعد ع ۳) بھلا کیا وہ جو جانتا ہے کہ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اُتارا گیا سچ ہے۔ اس جیسا ہے جو اندھا ہے عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں (۱۳-۱۹)

بلاشبہ قرآن شریف روحانی بیماریوں کی شفا کے لئے نازل ہوا یہ آیات اس پر شاہد ہیں۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (یونس ع ۶) اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی۔ اور اُس کے لئے شفا جو سینوں میں ہے اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت (۱۰-۵۷) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۹) اور ہم قرآن سے وہ کچھ اُتارتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ اور ظالموں کو یہ صرف نقصان میں بڑھاتا ہے (۱۷-۸۲) صاف ظاہر ہے کہ جو بیمار اس نسخہ کی دوا پیئے گا وہی شفا پائے گا اور جو اس

---

* جیسا کہ ابن ام مکتوم نابینا کا اندھا پن جاتا رہا جبکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا سورہ عبس اس پر گواہ ہے

کی ہدایت پر عمل نہیں کرے گا وہ نقصان ہی اُٹھائے گا حقیقتاً حضرت مسیحؑ لوگوں کی روحانی بیماریوں کا ہی علاج کرتے تھے کیونکہ اندھا ہونے سے آنکھوں کا اندھاپن مراد نہیں بلکہ دل کا اندھاپن مراد ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَکُوْنَ لَھُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِھَآ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ (الحج ع ۶) تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں پس اُن کے دل ہوتے جن سے وہ سمجھتے یا کان ہوتے جن سے وہ سنتے کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں (۲۲ - ۴۶) گویا زمین میں چلنے پھرنے کا یہ نتیجہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ غور کرتے کہ کس طرح پہلی قومیں ہلاک ہوئیں اور آخر میں بتا دیا کہ آنکھوں سے تو انسان بہت کچھ دیکھتا ہے مگر غور نہ کرنے سے ہی نقصان اُٹھاتا ہے یعنی جب اس کی ہلاکت آتی ہے تو اس کی وجہ آنکھوں کا اندھا ہونا نہیں ہوتی بلکہ دل اندھا ہوجاتا ہے یہ آیت اس پر شاہد ہے فَکَذَّبُوْہُ فَاَنْجَیْنٰہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ فِی الْفُلْکِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ (الاعراف ع ۹) سو اُنہوں نے اُس کو جھٹلایا پس ہم نے اُسے اور اُنہیں جو اُس کے ساتھ تھے کشتی میں تھے بچا لیا اور اُنہیں غرق کر دیا جنہوں

Marfat.com

نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اندھی قوم تھی (۷ - ۶۴) صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو حضرت نوحؑ کی تبلیغ سے راہِ حق نظر آگیا وہ آنکھوں والے ہوگئے اور جن لوگوں کو راہِ راست نظر نہ آیا وہ اندھے کے اندھے ہی رہے۔ بلاشبہ حضرت مسیحؑ کے زمانہ میں بھی ایسے ہی لوگ تھے

مسلمانوں کا ساتواں مبالغہ حضرت مسیحؑ کا جسمانی مردوں کو زندہ کرنا

اسکے ثبوت میں مندرجہ ذیل آیات کو پیش کیا جاتا ہے۔

وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ (آل عمران ع ۵) اور اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں (۳ - ۴۸) وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ اور جب تو میرے حکم سے مُردوں کو نکالتا (۵ - ۱۱۰) علمائے اسلام ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے عیسائیوں کے باطل عقیدے کی نقل کرکے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ قبروں میں پڑے ہوئے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ اور صرف تازہ مُردوں کو ہی نہیں بلکہ ہزاروں برس کے پُرانے مُردوں کو [illegible] دیتے تھے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ نے سام ابن نوحؑ کو اُن کی قبر میں سے بلایا اور وہ زندہ ہوکر قبر میں سے نکل آئے ایسے مسلمانوں کے حال پر بہت افسوس ہے کہ وہ آنحضرت کو تمام انبیاء سابقین سے افضل سمجھتے ہیں مگر اُن کا کسی مردہ کو زندہ کرنے کا ایک معجزہ بھی قرآن کریم سے نہیں دکھا سکتے دراصل مرے

Marfat.com

ہوئے لوگوں کا دنیا میں دوبارہ آنا قرآن مجید کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔ وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ (الانبیاء ع) اور اس بستی پر جسے ہم ہلاک کر دیں لازم ہے کہ وہ لوٹ کر نہ آئیں (۲۱ - ۹۵) حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (المومنون ع) تو جب ان میں سے ایک کو موت آتی ہے کہتا ہے میرے رب مجھے لوٹاؤ تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں اچھا عمل کروں۔ ہرگز نہیں وہ ایک بات ہے جسے وہ کہیگا اور ان کے سامنے ایک روک ہے اس دن تک کہ وہ اٹھائے جائیں (۲۳ - ۹۹ ، ۱۰۰) اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (الزمر ع) اللہ روحوں[1] کو قبض کر لیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند میں پھر انہیں روک رکھتا ہے جن پر موت کا حکم ہو چکا اور دوسروں کو ایک مقررہ وقت تک بھیج دیتا ہے اس میں ان کے لئے نشان ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔ (۳۹ ، ۴۲) مذکورہ بالا آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جب ایک شخص پر موت وارد ہو جائے تو پھر اسے

---

[1] صاف ظاہر ہے کہ اللہ ہمیشہ روح کو قبض کرتا ہے نہ کہ جسم کو۔

زندہ کر کے اس دنیا میں نہیں بھیجا جاتا گویا مُردے دُنیا میں واپس نہیں آتے جو اس دنیا سے گذر گیا وُہ مر گیا۔ حقیقتاً انبیاء کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ قبروں میں پڑے ہوئے مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے دُنیا میں لے آئیں بلکہ وُہ روحانی مُردوں یعنی کافروں اور مشرکوں کو کفر اور شرک کی آلائش سے پاک کر کے زندہ کرتے ہیں یہ آیات اس پر شاہد ہیں اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الانعام ع۱۵) اور کیا وُہ جو مُردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور اُسے روشنی دی جس کے ساتھ وُہ لوگوں میں چلے اس شخص کی مانند ہے جس کی مثال یہ ہے کہ وہ اندھیرے میں ہے اس سے نکلتا نہیں اسی طرح کافروں کو وہ کام اچھے معلوم ہوتے ہیں جو وہ کرتے ہیں (۶ - ۱۲۳) مردہ سے یہاں روحانی مردہ مراد ہے جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لا کر زندہ ہُوا۔ اور قرآن کریم کی روشنی لے کر لوگوں میں چلتا ہے گویا اس کی ہدایات پر عمل کرتا ہے اور اس کے بالمقابل جو ایمان نہیں لاتا وہ مردہ ہے۔ اور اندھیرے میں ہے بلاشبہ موتٰی کا اطلاق کافروں پر بھی کیا گیا ہے جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ

الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (النمل ع) ہاں تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ تو بہروں کو آواز سنا سکتا ہے جب وہ پیٹھ پھیرتے ہوئے واپس ہو جائیں اور نہ تو اندھوں کو اُن کی گمراہی سے نکال کر رستہ دکھانے والا ہے تو صرف اُسے سُناتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتا ہے سو وہ فرمانبردار ہیں (۲۷ - ۸۰ و ۸۱) مَوتیٰ کے مُقابلے میں اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ کے الفاظ واقع ہوئے ہیں جو صاف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مَوتیٰ کا لفظ کافروں پر اطلاق کیا گیا ہے سورۂ فاطر میں اس سے بھی صاف طرح پر - اَحْيَآءٌ - وَّاَمْوَاتٌ - کا لفظ مومن اور کافر پر اطلاق ہوا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اور نہ ہی زندے اور مُردے برابر ہیں اللہ جسے چاہتا ہے سُناتا ہے اور تو انہیں سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہیں تو صرف ڈرانیوالا ہے۔ (۳۵-۲۲ تا ۲۴) اِن آیات کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر صرف ڈرانے والا ہے جو سننا چاہے اُسی کو سُنا سکتا ہے کیونکہ ہدایت کا دینا اللہ کا کام ہے یہ آیت اِس پر گواہ ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ

Marfat.com

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝
(القصص ع) تو اُسے ہدایت نہیں دے سکتا جسے تُو دوست رکھتا ہے
لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانیوالوں
کو خوب جانتا ہے (۲۸-۵۶) صاف ظاہر ہے کہ رسول کا کام صرف
اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا ہے تاکہ وہ کفر اور شرک کے
اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے جائیں جیسا کہ اِن
آیات سے ثابت ہوتا ہے وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (المائدہ ع۳)
اور اپنے حکم سے اُن کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکال لاتا
ہے اور اُن کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے (۵-۱۶)
كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ (ابراہیم ع۱)
(یہ) کتاب (ہے) جو ہم نے تیری طرف اُتاری تاکہ تُو لوگوں کو اُن کے رب
کے حکم سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اِس کے
رستہ کی طرف جو غالب تعریف کیا گیا ہے (۱۴-۱) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى
بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۝ (ابراہیم ع۱) اور ہم
نے موسیٰؑ کو اپنی آیتوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیرے سے

روشنی کی طرف نکال لا۔ (۱۴ - ۵) یقیناً انسان کی روحانی موت اس کا کافر ہونا ہے حضرت عیسیٰؑ خدا کی وحدانیت تعلیم کرنے اور خدا کے احکام بتانے سے لوگوں کو اس موت سے زندہ کرتے تھے۔ اور کفر کی موت کے پنجے سے نکالتے تھے جس کی نسبت خدا نے فرمایا "اور جب تو میرے حکم سے مُردوں کو نکالتا" جس کے معنی بجائے لوگوں کو کفر اور شرک کے اندھیروں سے نکالنے کے" یہ لئے گئے "کہ وہ جسمانی مردوں کو قبروں سے نکالتے تھے اب ایسی قرآن دانی پر سوائے افسوس کے اور کیا کہا جائے بلاشبہ جب تک ایسے مذہبی راہنما موجود ہیں اس وقت تک اہلِ اسلام بجائے ترقی کے تنزل کی طرف ہی جائیں گے دراصل انبیاء لوگوں کو روحانی زندگی دینے کے لئے ہی آتے ہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے "یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ (الانفال ع) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول کا حکم مانو جب وہ تم کو اس کام کے لئے بلاتا ہے جو تمہیں زندگی دیتا ہے (۸ - ۲۴) کیونکہ جسمانی زندگی اور موت پر سوائے خدا کے اور کسی کو کوئی اختیار نہیں جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝ (الفرقان ع ۱) اور (لوگوں نے) اُس کے سوائے معبود بنا لئے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور اُن کو اپنے بُرے بھلے کا بھی اختیار نہیں اور نہ موت اور نہ زندگی اور نہ مر کر جی اُٹھنا اُن کے اختیار میں ہے (۲۵ - ۳) اگر حضرت مسیحؑ کو موت اور زندگی پر اختیار ہوتا تو پھر وہ خود ہی کیوں وفات پا جاتے۔

مسلمانوں کا آٹھواں مبالغہ حضرت مسیحؑ کا چمگادڑ اور دیگر پرندے بنانا جیسے عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ خالق تھا۔ اسی طرح سے اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ اس نے جانور بنائے جس کے ثبوت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران ع ۵) کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی شکل کی مانند بناتا ہوں پھر اُس کے اندر پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اُڑنے والا ہو جاتا ہے (۳ - ۴۸) سورہ آل عمران میں یہ مضمون حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے متکلم کے صیغوں میں بیان ہوا ہے اور سورہ مائدہ میں خدا کی طرف سے مخاطب کے صیغوں میں وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ (المائدہ ع ۱۵) اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے

---

* کیونکہ ایسے کام کرنا اللہ کا ہی خاصہ ہے هُوَ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وہی جو زندہ کرتا اور مارتا

پرندکی صورت کی مانند بناتا پھر اُس میں پھونکتا سو وہ میرے حکم سے اُڑنے والا ہو جاتا (۵-۱۱۰) مذکورہ بالا آیات کے تراجم کی رُو سے عام طور پر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے مٹی سے چمگادڑ اور دیگر پرندے بنائے تھے پھر اُن کے اندر پھونک مارتے تھے تو وہ اُڑنے والے جانور ہو جاتے تھے جو ذیل کی آیت کے خلاف ہے کیونکہ قرآن حکیم محکم طور پر اُصول باندھ چکا ہے کہ خلق اشیاء صرف خاصہ باری تعالیٰ ہے اور یہ اعلان کر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن لوگوں کو خدا کہہ کر پکارا جاتا ہے یا اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے ذیل کی آیات اس پر گواہ ہیں

(الف) قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (الرعد ۱۶) کہہ کون آسمانوں اور زمین کا رب ہے؟ کہدے اللہ! کہہ تو کیا تم اُس کے سوا ایسے حمایتی بناتے ہو جو اپنے بھلے اور بُرے کے مالک نہیں۔ کہہ کیا اندھا اور دیکھنے والا

Marfat.com

برابر ہیں۔ یا کیا اندھیرا اور روشنی برابر ہیں۔ یا کیا انہوں نے اللہ کے کوئی ایسے شریک بنائے ہیں جنہوں نے (کچھ) پیدا کیا ہو۔ جیسا اللہ پیدا کرتا ہے پھر (اُن کی) پیدائش اُن کی نظر میں مل جُل گئی کہہ دے اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا ہے سب پر غالب (۱۳-۱۶)

اِس آیت میں ایک تو اللہ تعالیٰ اپنی توحید پر بہت زور دیتا ہے جس میں یہ حکمت ہے کہ لوگ صرف ایک خدا سے تعلّق رکھیں جس سے انسان کو فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ کسی انسان کو خدا سمجھ کر یا خدائی کا رتبہ دے کر یا کسی اور چیز کو اپنا معبود ٹھہرانے سے انسان کو حقیقتاً کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ایسے حاجتی اپنی ذات کے لئے بھی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہوتے دوسرے مشرکوں سے یہ پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے اللہ کے کوئی ایسے شریک بنائے ہیں۔ جنہوں نے کچھ اللہ کی مخلوق جیسا پیدا کیا ہے جس سے انہیں یہ شبہ پڑ گیا ہے کہ وہ پرستش کے قابل ہیں تیسرے یہ اعلان کرتا ہے۔ کہ ہر چیز کا خالق[1] اکیلا خدا ہی ہے اب جو مسلمان یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے جمگادڑ بنائے تھے جو خدا کی مخلوق جیسی مخلوق ہے۔ یا کوئی اور پرند بنائے تھے وہ درحقیقت عیسائیوں کے ہاتھ میں مسیحؑ کی خدائی کی ایک زبردست دلیل دیتے ہیں اور انہیں یہ کہنے

---

[1] وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ الانعام ع ۱۳ اور اُس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ۶/۱۰۲

کا موقع دیتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کے مٹی کے جانور بنانے اور ان کے اُڑ جانے میں اُن کی خدائی کا ثبوت تھا جس کی بنا پر وہ حضرت مسیحؑ کو نہ صرف اللہ کا شریک بلکہ اُسے اپنا خدا ٹھہراتے ہیں۔ اس لئے ایسے مسلمانوں سے ایک تو یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا حضرت مسیحؑ کا بنایا ہوا جانور اللہ کی مخلوق جیسا تھا یا کچھ فرق تھا۔ دوسرے یہ کہ خلق اشیاء صرف خاصہ باری تعالیٰ ہے یا انسان بھی کر سکتا ہے تیسرے یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم تھا کہ حضرت مسیحؑ سے بھی جانور بنائے۔ تو پھر یہ کیوں کہا کہ میں ہر چیز کا خالق ہوں اور کس واسطے مشرکوں کو یہ چیلنج دیا کہ[1] فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ (لقمان ۱۱) تو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا جو اس کے سوائے ہیں (۳۱-۱۱) قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَہُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ (فاطر) کہہ کیا تم اپنے شریکوں کو دیکھتے ہو۔ جنہیں تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین سے کیا پیدا کیا ہے یا ان کے لئے آسمانوں میں شرکت ہے (۳۵-۴۰) جبکہ خدا کو اس بات کا بھی علم تھا کہ حضرت مسیحؑ کو عیسائیوں نے اپنا معبود بنایا ہوا ہے چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کے بنائے ہوئے جانوروں میں جان کیوں ڈالی جبکہ اسے اس بات کا علم تھا

---

[1] ھٰذَا خَلْقُ اللّٰہِ ۔ اللہ کی پیدائش ہے

تھا کہ اس سے دنیا میں شرک پھیلے گا۔ اور مشرکوں یہ کہنے کا موقع ملجائے گا۔ کہ حضرت مسیحؑ میں خدائی صفات تھے۔ پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (الکہف ع) اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا (۱۸-۲۶) تو پھر جب حضرت مسیحؑ نے جانور بنائے اور اُن میں پھونک ماری تو پھر خدا نے اُن میں جان کیوں ڈالی صاف ظاہر ہے کہ پھونک مارنے والا حضرت مسیحؑ اور جان ڈالنے والا اللہ گویا مسیحؑ بھی اس خلقت میں اللہ کا شریک تھا کیونکہ دونوں نے مل کر جانور بنائے تھے اگر اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیحؑ کے جانور بنانے کا علم تھا۔ پھر خدا کا مشرکوں سے یہ پوچھنا أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ (الاعراف ع ۲۴) کیا وہ اُس کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں (۷-۱۹۱) کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ حضرت مسیحؑ نے جانور بنائے اور عیسائی انہیں اپنا خدا ٹھہراتے ہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ (المائدہ ع ۱۶) اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کیا تُو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ اور میری ماں کو خدا کے سوائے دو معبود بنالو (۵-۱۱۶) (ب) أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (النحل ع ۲) تو کیا جو پیدا کرتا ہے وہ

Marfat.com

کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا سو کیوں تم نصیحت حاصل نہیں کرتے (۱۶-۱۷)
اگر حضرت مسیحؑ کا جانوروں کو مٹی سے بنانا اور پھونک مارنے سے اُڑجانا
ثابت ہو جائے تو پھر یہ نصیحت عیسائیوں کو بھی کارگر نہیں ہو سکتی بلاشبہ
جو پیدا کرتا ہے وہی قابل پرستش ہے کیونکہ وہ خالق ہے اور جو پیدا نہیں
کر سکتا وہ خالق نہیں ہو سکتا لہٰذا وہ عبادت کے لائق نہیں کیونکہ
وہ پیدا شدہ ہے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ (النحل ع۲)
اور جنہیں یہ اللہ کے سوا نے پکارتے ہیں۔ وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے
بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں (۱۶-۲۰) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ
نے بھی جن کو عیسائی خدا کہہ کر پکارتے ہیں کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ اگر وہ
کوئی چیز پیدا کرتے تو پھر عیسائی اُسے اُن کی الوہیت کے ثبوت میں ضرور
پیش کر دیتے (ج) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ط
اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا
لَهٗ ط وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ
ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ط
اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (الحج ع۱) اے لوگو! ایک مثال بیان کیجاتی
ہے۔ سو اُسے سُن رکھو وہ جنہیں تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو

Marfat.com

ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے گو وہ سب اس کے لئے اکٹھے ہو جائیں
اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں
سکتے طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں انہوں نے اللہ کو نہیں پہچانا جس
طرح اس کے پہچاننے کا حق تھا، یقیناً اللہ طاقتور غالب ہے (۲۲/۷۳-۷۴)
اللہ تعالیٰ کا تو یہ ارشاد ہے کہ جو لوگ خدا کے سوا پکارے جاتے ہیں وہ
ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے گو وہ سب کے سب مل جائیں مگر اہل
اسلام یہ کہتے ہیں کہ اکیلے حضرت عیسیٰؑ نے جو عیسائیوں کے معبود ہیں
مکھی سے کئی گنا بڑے چمگادڑ اور دیگر جانور بنائے تھے صاف ظاہر
ہے کہ اللہ کے قول کی تردید کر کے الوہیت مسیحؑ کی تائید کرتے ہیں۔
اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر حضرت مسیحؑ کے پھونک مارنے سے مٹی
کی مورتیں جانور بن جاتی تھیں۔ تو پھر انہیں نہ صرف اس آیت بلکہ دوسری
آیات میں بھی یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا کہ مسیحؑ نے اپنے حکم سے جانور خلق کئے تھے
مستثنیٰ کر دینا چاہئے تھا اب انہیں کوئی آیت بھی مستثنیٰ نہ کرنا صاف
ثابت کرتا ہے کہ ان کے پھونک مارنے سے نہ تو مٹی کی مورتیں جانور
بن جاتی تھیں اور نہ اڑ جاتی تھیں۔ دراصل مذکورہ بالا اختلافات اور
متضاد باتوں کی بنیاد صرف مندرجہ بالا قرآنی آیات کے غلط ترجمے پر
ہے۔ اگر ان کا صحیح ترجمہ کر دیا جائے تو پھر ایک تو اللہ کے خالق کل ہونے

Marfat.com

ہونے پر کوئی زد نہیں پڑ سکتی۔ دوسرے مشرکوں کے باطل معبودوں کو اللہ کا یہ چیلنج کہ زمین سے جو چیز انہوں نے بنائی ہے وہ دکھاؤ۔ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ نیز یہ اللہ کا یہ ارشاد کہ خدا کے سوا دوسرے معبودوں نے کچھ پیدا نہیں کیا غلط نہیں ہو سکتا چونکہ اللہ کا یہ اعلان کہ باطل معبود سب مل کر بھی ایک مکھی نہیں بنا سکتے ہرگز قابل تردید نہیں ہو سکتا پانچویں اللہ تعالیٰ کے اس سوال "کیا انہوں نے اللہ کے کوئی ایسے شریک بنائے ہیں جنہوں نے کچھ اللہ کی مخلوق جیسا پیدا کیا ہے جس سے انہیں یہ شبہ پڑ گیا ہے کہ وہ پرستش کے قابل ہیں" کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ حقیقتاً صحیح ترجمہ یہ ہے "اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ (آل عمران ۴۹) کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند بناتا ہوں پھر اس کے اندر پھونکتا ہوں تاکہ وہ اللہ کے حکم سے اڑنے والا ہو جائے (۳-۴۸) وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ (المائدہ) اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت کی مانند بناتا تھا پھر اس میں پھونکتا تھا تاکہ وہ میرے حکم سے اڑنے والا ہو جائے (۵-۱۱۰) بلا شبہ قرآن مجید سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ پھونکنے کے بعد درحقیقت وہ پرندے کی مورتیں جو مٹی سے بنائے

Marfat.com

تھے۔ جاندار ہو بھی جاتی تھیں اور اُڑنے بھی لگتی تھیں۔ اگر وہ پرندوں کی مورتیں جاندار ہو کر اُڑ جاتیں تو پھر ضرور حضرت مسیحؑ ان کا کچھ نام بھی رکھ دیتے اُن کا کوئی نام نہ رکھنا صاف ثابت کرتا ہے کہ وُہ مٹی کی مٹی رہتی تھیں کیونکہ اُن مورتوں کے متعلق اللہ کا یہ حکم نہیں ہوتا تھا کہ وہ جانور بن کر اُڑ جائیں جس میں ایک حکمت تو یہ تھی کہ اللہ کی بنائی مخلوق میں کسی اور کی بنائی ہوئی چیز شامل نہ ہونے پائے دوسری حکمت یہ تھی کہ کسی کو حضرت مسیحؑ کے خالق ہونے کا شبہ نہ ہونے پائے۔ تیسری حکمت یہ تھی کہ حضرت مسیحؑ کی الوہیت کی تائید نہ ہونے پائے۔ ناظرین اس بات کو بخوبی ذہن نشین کر لیں کہ جس ترجمہ سے قرآنی آیات میں اختلاف پیدا ہو جائے اور اُن میں تطبیق نہ ہونے کی وجہ سے کسی آیت کو جھٹلانا پڑے تو بلاشبہ ایسا ترجمہ قطعاً غلط ہے خواہ وُہ کسی بڑے پائے کے عالم کا ہی کیوں نہ ہو۔ اور جس ترجمہ سے قرآنی آیات میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہو بلکہ اُن میں ایسی تطبیق ہو جائے کہ کسی آیت کو جھٹلانا نہ پڑے تو وہ یقیناً اعلیٰ درجے کا مستند اور صحیح ترجمہ ہے خواہ وُہ کسی ادنیٰ درجہ کے عالم کا ہی کیوں نہ ہو۔ درحقیقت حضرت مسیحؑ کے مٹی کی مورتوں میں پھونکنے کے بعد اُن کے جانور بن کر اُڑ جانے میں جو خرابیاں ہیں اُن پر مسلمانوں کی نظر نہیں پڑتی اگر اُن پر غور کرتے تو پھر کبھی بھی ایسا

بلاشبہ غلط ترجمہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کے مٹی کی مورتوں میں پھونک مارنے اور خدا کے کُن کہنے کو برابر کا سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ نہ صرف دونوں کے الفاظ بلکہ اُن کی ہستیوں میں بھی ایک نمایاں فرق ہے ذیل کے مقابلے پر غور کیجئے جس میں صحیح ترجمہ دیا گیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالےٰ کے الفاظ	حضرت مسیحؑ کے الفاظ
(الف) بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ (البقرہ ع ۱۴) آسمانوں اور زمین کا عجیب بنانے والا جب ایک کام کا حکم کرتا ہے تو اُسے کہہ دیتا ہے ہو سو وہ ہو جاتا ہے (۲-۱۱۷)	(الف) اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران ع ۵) میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی شکل کی مانند بناتا ہوں پھر اُسکے اندر پھونکتا ہوں تاکہ وہ اللہ کے حکم سے اُڑنے والا ہو جائے (۳-۴۸)
(ب) اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ (یٰسٓ ع ۱) اس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے صرف یہی ہوتا ہے کہ اُسے کہتا ہے ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے (۳۶-۸۲)	(ب) وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ (المائدہ ع ۱۵) اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرند کی صورت کی مانند بناتا

مذکورہ بالا الفاظ سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان بلکہ اس کی خالقیت، قادریت اور جلالیت ٹپکتی ہے لہٰذا اس کے کُن کہنے سے ہی ہونے والی چیزوں کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا خالق ہے اور اس کے سوائے جو لوگ خدا کہہ کر پکارے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا شدہ ہیں۔ لہٰذا وہ خالق جیسی کوئی چیز نہیں بنا سکتے جو حقیقی معبود اور باطل معبود کے مابین ایک نمایاں فرق ہے

پھر اس میں پھونکتا تاکہ وہ میرے حکم سے اُڑنے والا ہو جائے (۵ - ۱۱۰) گویا خدا کی جناب میں التماس کرتے تھے مذکورہ بالا الفاظ سے نہ صرف حضرت مسیح کی درماندگی بلکہ اس کی بشریت عبدیت اور محکومیت ٹپکتی ہے لہٰذا مٹی کی مورت میں اُن کے پھونک مارنے کی یہ غرض تھی کہ وہ اللہ کے حکم سے اُڑنے والا ہو جائے مگر وہ جانور بن کر اُڑتا نہیں تھا کیونکہ اللہ کو عیسائیوں کے باطل عقائد۔ مسیح خدا کا بیٹا اور خدا کا اوتار یعنی خدا خود انسانی شکل میں مخلوق بن کر آیا۔ کی تردید کرنا

دراصل کُن کا صیغہ امر کا ہے اور پھونک مارتا ہوں فعل حال کا ہے لہٰذا کُن کا ترجمہ دونوں جگہ یکساں نہیں ہو سکتا اور اگر برابر کا ترجمہ

کرکے یہ کہا جائے کہ حضرت مسیحؑ کے مٹی سے بنائے ہوئے جانوروں
کی مورتیں اللہ کے حکم سے جانور بن کر اڑ جاتی تھیں تو پھر اس سے یہ
ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی مخلوقات میں حضرت مسیحؑ بھی کچھ قدرت والے ہیں۔
خواہ اس کی بنائی ہوئی مورتوں میں خدا نے ہی جان ڈالی ہو۔ اس سے
عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع ملجاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ میں خدائی صفات
بھی تھے گو ان کا ظہور معجزوں سے ہی ہوا مثلاً جانوروں کا خلق کرنا
اور جسمانی مردوں کو زندہ کرنا جنہیں عیسائی حضرت مسیح کی الوہیت
کے ثبوت میں پیش کرکے یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ تو خدا تھا۔ اور مسلمان
ان کے مقابلے پر دنگ ہو کر رہ جاتے ہیں اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ اللہ کا
معجزہ تھا حالانکہ ایک نبی کو لوگوں کے دکھانے کے لئے معجزے دینے اور ایک
نبی کے اندر معجزہ دکھانے کے لئے خدائی صفات رکھ دینے میں بڑا فرق
ہے کیونکہ خدائی صفات رکھنے والی ہستی کے متعلق لوگوں کو اس کی خدائی
مسلمانوں کا ناتواں مبالغہ۔ حضرت مسیحؑ کا عالم الغیب ہونا۔

اس کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے۔ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا
تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ
إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران ع ۵) اور جو تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ
رکھو اس کی خبر دیتا ہوں یقیناً اس میں تمہارے لئے نشان ہے۔ اگر تم

Marfat.com

مومن ہو (۳ - ۴۸) اِس آیت کی تشریح میں نہ صرف مذہبی راہ نما بلکہ عام مسلمان بھی یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ لوگوں کو یہ بتا دیتے تھے کہ تم نے کیا کھایا ہے اور فلاں چیز تمہارے گھر میں چھپا کر رکھ چھوڑی ہے بلاشبہ ایسا کہنا نبی کی شان کے مطابق نہیں ہوتا کیونکہ انہیں علم غیب نہیں ہوتا۔ یہ آیت اِس پر گواہ ہے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط (النمل ع۸) کہہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا (۲۷ - ۶۵) بلکہ نبی کا یہ کام ہوتا ہے کہ لوگوں کو یہ کہے کہ جائز طریقہ سے کما کر کھاؤ اور ناجائز طریقہ سے کما کر مال جمع نہ کرو۔ چونکہ یہودی اور علماء یہود طرح بطرح کے حیلوں اور فریبوں سے ناجائز طور پر لوگوں کا مال مارتے تھے لوگوں کا مال کھاتے تھے۔ اپنے گھروں میں مال مار مار کر روپیہ اور دولت جمع کرتے تھے جو بالکل حرام اور ناواجب تھا جیسا کہ اِن آیات سے ثابت ہوتا ہے وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (النساء ع۲۲) اور اُن کے سُود لینے کی وجہ سے حالانکہ وُہ اِس سے روکے گئے تھے اور اُن کے لوگوں کا مال ناحق کے ساتھ کھانے کی وجہ سے اور ہم نے اُن میں سے کافروں کے لئے دردناک دُکھ تیار کیا ہے (۴/۱۶۱)

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ
اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ (التوبۃ ع ۵) اور اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یقیناً بہت
سے علماء اور راہب لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ
سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو
اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اُن کو دردناک عذاب کی خبر دے
(۹ - ۳۴) پس اسی حرام خوری اور حرام کا مال جمع کرنے کی نسبت حضرت
عیسےٰ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو بتاؤں گا کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے
گھروں میں جمع کرتے ہو۔ یعنی بتاؤں گا کہ حرام کا مال مارتے ہو اور حرام

نہ یہی تعلیم حضرت عیسیٰ کی تھی زمین پر مال جمع نہ کرو۔ بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو۔ کیونکہ جہاں
تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا۔ متی ۶ - ۱۹ تا ۲۱) یسوع نے اس سے کہا اگر تو کامل ہونا
چاہتا ہے تو جا اپنا مال و اسباب بیچ کر غریبوں کو دے تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اور آ کر میرے پیچھے
ہو لے مگر وہ جوان یہ بات سن کر غمگین ہو کے چلا گیا کیونکہ بڑا مالدار تھا اور یسوع نے اپنے شاگردوں
سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے
اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے۔ کہ
دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔ متی ۱۹ - ۲۱ تا ۲۴) دراصل یہ دولتمند وہ لوگ ہیں۔ جو
اپنے مال و زر کو سوائے اپنی نفسانی خواہشات کے اور کسی کا دخیر کے لئے خرچ کرنا نہیں
چاہتے حالانکہ قرآن پاک اور مقدس انجیل دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ مال و دولت اللہ
کی راہ میں رفاہ عام کے کاموں میں بھی خرچ ہونے چاہئیں۔

Marfat.com

کی دولت اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو نہ یہ کہ یہ بتاؤں گا کہ تم نے کیا کھایا ہے اور کیا گھر میں رکھا ہے دراصل ان آیات میں یہودیوں کی حالت بتلا کر مسلمان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ وہ ہرگز ایسا نہ کریں بلکہ جائز طور پر کمائیں اور اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ (النساء ع۵) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے مالوں کو آپس میں ناحق کھایا مت کھاؤ۔ سوائے اس کے کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنے لوگوں کو قتل نہ کرو (۴-۲۹) بلاشبہ بلیک مارکیٹ کرنا گویا اپنے بھائیوں کو قتل کرنا ہے۔ اور زکوٰۃ نہ دینا اپنے غریب بھائیوں کے حقوق ضائع کرنا ہے۔

مسلمانوں کا دسواں مبالغہ۔ حضرت مسیحؑ کا تمام عمر کنوارے رہنا۔

عیسائی حضرت مسیحؑ اور حضرت محمد رسول اللہؐ کی پیدائش۔ حیات اور رسالت کا مقابلہ کر کے ہر طرح کی فضیلت حضرت مسیحؑ کو دیتے ہیں چنانچہ وہ یہ کہہ کر کہ حضرت مسیحؑ نے کوئی شادی نہیں کی اور حضرت محمد رسول اللہ نے ایک سے زیادہ نکاح کئے دونوں کا موازنہ کر کے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ میں بہ نسبت حضرت محمد رسول اللہؐ کے زیادہ روحانیت تھی مگر مسلمان اس کی کوئی تردید نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ

خود مانتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے عمر بھر شادی نہیں کی جو سراسر نہ صرف
فطرت عقل بلکہ مذہب کے بھی خلاف ہے۔ بہرحال اس کی تردید میں
ذیل کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں اگر حضرت مریمؑ، حضرت یحییٰؑ اور
حضرت عیسیٰؑ شادی نہ کریں اور بطور رہبان کے رہیں تو خیر اللہ تعالیٰ
کا عیسائیوں کو یہ الزام دینا کہ رہبانیت یعنی شادی نہ کرنے کی رسم
تم نے خود نکالی غلط ٹھہرتا ہے کیونکہ جب اللہ کے نبی اور حضرت
مریمؑ خود شادی نہ کریں تو پھر ان کا کیا قصور اس آیت پر غور کیجئے۔ ق
جَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِیَّةَ
ابْتَدَعُوْهَا ۟ الحدید ۲۷ اور ان لوگوں (عیسائیوں) کے دلوں میں

ف اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو فرشتوں کی صورت کے ساتھ فرشتوں کے لئے بطور مثال
کے پیش کیا ہے جو ایسا اس پر گواہی دیتا ہے وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ
[illegible] اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ
وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۟ التحریم ۱۲ اور اللہ ان کے لئے جو ایمان لائے فرعون کی عورت کی مثال بیان کرتا ہے
اور مریم عمران کی بیٹی کی مثال بیان کرتا ہے جو اپنی عورت کو [illegible] کہ اے میرے رب
[illegible] اس کی بیوی کی [illegible] بیان کرتا ہے [illegible] عورت [illegible]
[illegible] کو [illegible] بیان کرتا ہے [illegible] شادی [illegible]
[illegible] کو [illegible] بیان کرتا ہے [illegible] شادی [illegible]
[illegible] ہو [illegible] تو پھر شادی [illegible] کو [illegible] مثال کے
طور پر پیش [illegible] کیا جاتا ہے [illegible] شادی [illegible] لوگوں کے لئے [illegible]
ہو سکتی [illegible] اس کے [illegible] شادی [illegible] (صفحہ ۲۲۲)

نے اُس (عیسٰیؑ) کی پیروی کی مہربانی اور رحم ڈالا۔ اور رہبانیت (کی رسم) انہوں نے خود نکالی (۵۷-۲۷) اب اکثر اہلِ اسلام کا یہ کہنا کہ مذکورہ بالا اشخاص نے شادی نہیں کی گویا اپنے ہاتھوں سے ہی اللہ کے قول کو جھٹلانا ہے۔ حالانکہ اس الزام کی تصدیق کے لئے ہی اللہ نے فرمایا کہ رسولوں نے شادی کی جیسا کہ اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (الرعد ع ۶) اور ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے اور اُنہیں بیویاں اور اولاد بھی دی (۱۳-۳۸) چنانچہ اِس آیت میں کسی نبی اور رسول کو شادی نہ کرنے سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ غور کیجئے کہ رسول اللہؐ سے عین پہلے تو حضرت عیسٰیؑ اور حضرت یحییٰؑ ہی نبی اور

جو سراسر عقل فطرت اور مذہب کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے اِن قرآنی الفاظ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا" کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ حضرت مریمؑ تمام عمر کنواری رہیں بلکہ ان کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس نے شادی کرنے کے بعد بھی زنا نہیں کیا گویا وہ اِس لحاظ سے ایماندارو ں کے لئے ایک نیک نمونہ تھیں جس سے یہ بتلایا گیا ہے کہ ایسی پاکدامن عورت پر یہودیوں کا بہتان لگانا سراسر افترا تھا علاوہ ازیں حضرت مریمؑ کا تمام عمر کنواری رہنا ان آیات کے بھی خلاف ہے وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ جو تم میں سے مجرد ہیں اُن کے نکاح کر دو (۲۴-۳۲) وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اور جو نکاح کا سامان نہیں پاتے اپنے تئیں بچائے رکھیں یہانتک کہ اللہ اپنے فضل سے اُنہیں غنی کر دے (۲۴-۳۳) اگر خدا کے علم میں کسی عورت نے مرد اور عورت کی طاقت کا مجموعہ ہونے کے باعث بغیر خاوند کے ہی بچہ جننے کے قابل ہو جانا تھا۔ یا کوئی ایسی عورتیں بھی دنیا میں پیدا ہونی تھیں جن کے ہاں بغیر مرد کے دبانی برصغیر

Marfat.com

رسول تھے اگر مذکورہ بالا آیت سے ان کی شادی کا ہونا ہی ثابت نہ ہو سکے تو پھر دوسرے رسولوں کی شادی کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ بلاشبہ اللہ نے ہمیشہ رجال کو ہی نبی اور رسول بنا کر مبعوث کیا یہ آیت اس پر شاہد ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ اور تجھ سے پہلے ہم نے کسی کو نہیں بھیجا سوائے مردوں کے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے (۲۱ - ۷) حقیقتاً "رجال" وہی مرد ہو سکتا ہے جس میں قوّت رجولیّت ہو ورنہ نامرد کو مامور کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ ایسا شخص لوگوں کے لئے کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ مشہور مثال ہے "نہ جورو نہ جاتا، اللہ میاں سے ناتا" عقلمند صاحبان کے لئے غور کرنے کا مقام ہے۔ علاوہ ازیں یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۲: - چھوٹے کے ہی بچے پیدا ہو جاتے تھے تو پھر انہیں نہ صرف نکاح سے بلکہ طلاق۔ مہر۔ عدت اور پیغام نکاح کے احکام سے بھی مستثنیٰ قرار دینا چاہئے تھا کیونکہ ان کے لئے نہ تو ایسے احکام کی اور نہ سامان نکاح کے مہیا کرنے کی ضرورت ہے بلکہ ان کی ذات مبارک تو مردوں سے مستثنیٰ ہے گویا یہ آیت ان پر بھی صادق آ نہیں سکتی وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ اور تم پر اس کے متعلق کوئی گناہ نہیں تم مقرر کرنے کے بعد آپس میں رضامند ہو جاؤ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے (۴ - ۲۴) مگر حل طلب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ بغیر خاوند کے ایسی عورتوں کی اور ان کے بچوں کی خبر گیری۔ ضروریات اور نان و نفقہ کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اب ایسے احکام سے کسی عورت کو مستثنیٰ نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ اللہ بھی اپنی قدرت سے کسی عورت کو حمل نہیں کرتا کیونکہ محبت کا مادہ جو خود اس نے مردوں اور عورتوں کے مابین رکھا ہے بالکل رائیگاں جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی کوئی عدالت بھی یہ ماننے کو تیار نہیں کہ بغیر مرد کے بھی عورت حاملہ ہو سکتی ہے

Marfat.com

نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ مسلمانوں نے یہ کہہ کر کہ حضرت مسیحؑ نے عمر بھر شادی نہیں کی گویا اُس کا کوئی بیٹا نہیں اور وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے یعنی نہ وہ کسی کا بیٹا۔ اُن کو خدا کی اِن دو صفات لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یُوْلَدْ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے" میں بھی شریک ٹھہرا دیا حالانکہ اہلِ اسلام کو توحید کے پھیلانے کا حکم دے کر یہ کہا گیا تھا کہ اللہ کا بیٹا ٹھہرانے والوں سے کہہ دو کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں۔ خدا جانے اب مسلمان عیسائیوں کے اس باطل عقیدے "مسیح خدا کا بیٹا" کی کیوں کوئی تردید نہیں کرتے۔ حالانکہ خدا کا بیٹا ٹھہرانا بھی ایک بڑا بھاری شرک ہے جو کبھی بخشا نہیں جائے گا یہ آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا (النساءؑ) اللہ نہیں بخشتا کہ اُس کے ساتھ شریک بنایا جائے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے وہ ایک بھاری گناہ افترا کرتا ہے (۴ - ۴۸) مسلمانوں کا گیارہواں مبالغہ۔ حضرت مسیحؑ کا نہ تو زخمی ہونا اور نہ ہی صلیب پر کھینچا جانا۔ چونکہ یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیحؑ قتل اور صلیب کی لعنتی موت سے مر گئے لہٰذا اُن کے بالمقابل مسلمانوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیحؑ نہ تو زخمی ہوئے اور نہ ہی صلیب پر چڑھائے گئے

گئے[1] جس کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (المائدہ ۱۱۲) اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک دیا جب تو اُن کے پاس دلائل لے کر آیا تو جو اُن میں سے کافر ہوئے انہوں نے کہا یہ صرف کھلا جادو (۵-۱۱۰) اس آیت سے عام طور پر مسلمان یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خدا نے حضرت عیسٰیؑ کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچایا اور اُن کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا" جو قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ کافر آسمان پر چلے جانے کو اسی وقت کھلا ہوا جادو کہتے جب وہ یقین کرتے کہ وہ زندہ آسمان پر چلے گئے حالانکہ وہ لوگ اس بات کا

---

[1] گویا مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکال لیا کہ حضرت مسیحؑ نہ تو زخمی کئے گئے اور نہ ہی صلیب پر چڑھائے گئے اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے معنوں کے ساتھ اپنے پاس سے "آسمان" کا لفظ لگا کر یہ استدلال کر لیا کہ اللہ نے انہیں کو زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیا، جو سراسر غلط ہے کیونکہ قرآن حکیم یہودیوں اور عیسائیوں کے اس تاریخی واقعہ کو کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر لٹکائے گئے تھے ہرگز نہیں جھٹلاتا بلکہ اُن کے اس مذہبی عقیدے کی کہ وہ قتل اور صلیب کے ذریعے مرنے کی وجہ سے لعنتی ہوئے زبردست تردید کرتا ہے دراصل یہود یہ دعوے کرتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسٰیؑ کو سنگسار کر کے قتل کیا تھا اور عیسائی یہ یقین کرتے تھے کہ یہودیوں نے صلیب پر حضرت عیسٰیؑ کو قتل کیا تھا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط تھیں ان دونوں معتقدوں کے رد کرنے کو خدا نے فرمایا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ (النساء ۴) اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے صلیب پر مارا (۴-۱۵۶) پہلے "ما" نافیہ سے نفس قتل کا سلب ہوتا ہے اور دوسرے سے کمال صلب کا۔ کیونکہ صلیب پر چڑھائے جانے کی تکمیل اُسی وقت تھی جب صلیب کے سبب سے موت آ جاتی ہو۔ ۲۲۶

یقین نہیں رکھتے بلکہ اُن کو یقین ہے کہ اُنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر قتل کیا۔ دراصل آیت کا صرف مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ خدا کے احکام لے کر بنی اسرائیل کو سمجھانے کو گئے تو اُنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو مارنے یا تکلیف دینے کا ارادہ کیا خدا نے اُس سے اُن کو روکا اور حضرت عیسیٰؑ محفوظ رہے۔ جیسے کو یا اُن کے وعظ کو کافروں نے کہا کہ "اِن ہٰذا اِلّا سحر مبین" امتی کی انجیل میں بھی اس واقعہ کا نشان پایا جاتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ گدھے پر سوار ہو کر بیت المقدس خدا کے احکام سنانے کو گئے اور بہت سی بدعت کے کاموں سے منع کیا اور وہاں کے عالموں کو لاجواب کیا۔ اور متعدد تمثیلیں بیان کیں اور آخر کو فرمایا "اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ لیکن جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا۔ اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیلیں سنیں۔ تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے اور وہ اس کے پکڑنے کی کوشش میں تھے۔ لیکن لوگوں سے ڈرتے تھے کیونکہ وہ اُسے نبی جانتے تھے (متی ۲۱ - ۴۳ تا ۴۶) پس یہی واقعہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور اس آیت کو حضرت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۵ - واقع ہو جاتی حالانکہ صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی کیونکہ حضرت عیسیٰؑ بے ہوش ہو کر مثل مردہ کے ہو گئے تھے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر لٹکائے تو ضرور گئے

عیسےؑ کے زندہ آسمان پر چلے جانے سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے

مسلمانوں کا بارہواں مبالغہ حضرت مسیحؑ کے زندہ رہنے کے نشان کو سمجھنا

وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (مریم ع)۔

اور تاکہ ہم اُسے لوگوں کے لئے نشان اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں اور یہ اَمر فیصلہ شدہ ہے (۱۹-۲۰) بلاشبہ حضرت عیسےٰؑ کا قتل اور صلیب کی موت سے نہ مرنا بلکہ مردہ کے مشابہ ہو جانا ہی نشان تھا جیسا کہ اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ[1] اور اُنہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے صلیب پر مارا مگر وُہ اُن کے لئے (مردہ) جیسا بنا دیا گیا (۴-۱۵۷) اِس جگہ سوائے مسیحؑ کے اور کسی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا اِس لئے شُبِّهَ کی ضمیر بھی اُنہی کی طرف جاتی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ ہی ایسی حالت کے مشابہ ہو گئے تھے کہ اُس وقت کے یہودیوں اور عیسائیوں کو یہ شک ہو گیا کہ وُہ صلیب پر مر گئے حالانکہ وہ زندہ تھے جس میں ایک حکمت تو یہ تھی کہ اللہ کا وعدہ

---

[1] اسی طرح جب آنحضرتؐ جنگِ اُحد میں شدید زخمی ہونے کی وجہ سے گر کر بیہوش ہو گئے تو دشمنوں نے اُن کی وفات کی افواہ اڑا دی حالانکہ آپ زندہ تھے اور بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے درحقیقت حضرت عیسےٰؑ کا مردہ کے مشابہ ہو جانا خدا کی قدرت کاملہ کا ایک عظیم الشان کرشمہ تھا جس میں یہ راز تھا کہ وہ قتل اور صلیب کی لعنتی موت سے بچ بھی جائیں اور زندہ رہ کر نشان بھی دکھا سکیں اور بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوں جیسا کہ اللہ کا وعدہ تھا۔

Marfat.com

حضرت عیسٰیؑ کو رفع سے پہلے طبعی موت سے وفات دینے کا سچا ہو کر رہے چنانچہ وہ صلیب کی لعنتی موت سے بچ کر بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے۔ دوسری حکمت یہ تھی کہ حضرت مسیحؑ کی یہ دُعا "پھر ذرا آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر یوں دُعا کی کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے" (متی ۲۶ - ۳۹) مقبول ہو کر رہے در حقیقت حضرت مسیحؑ صلیب کی موت سے اس وجہ سے ڈرتے تھے تا کہیں جھوٹا نبی اور ملعون نہ ہونے پاؤں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو صلیب کی لعنتی موت سے بچا لیا تیسری حکمت یہ تھی کہ حضرت مسیحؑ کا نشان دینے کا یہ وعدہ کیونکہ جیسے یونا تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا (متی ۱۲ - ۴۰) پورا ہو کر رہے کیونکہ زمین کے اندر مر کر رہنا کوئی نشان نہیں ہو سکتا بلکہ زندہ ہی رہ کر نشان ہو سکتا ہے چنانچہ صلیب کے واقعہ کے بعد حضرت مسیح زندہ ہی زمین کے اندر رہے اور زندہ ہی باہر نکلے اور زندہ ہی اپنے شاگردوں سے ملے اور انہیں اپنے جسم کے زخم دکھائے اور بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے جیسا کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہی کنواں میں گئے اور زندہ ہی باہر نکلے اور زندہ ہی اپنے بھائیوں سے ملے اور بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے مگر افسوس یہودی یہ کہہ کر کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مرنے

Marfat.com

کی وجہ سے ملعون ہوئے۔ لہٰذا وہ جھوٹا نبی تھا۔ اور عیسائی یہ کہہ کر کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مرنے کی وجہ سے ملعون تو ضرور ہوئے مگر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے اور مسلمان یہ کہہ کر کہ حضرت مسیحؑ زندہ ہی آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے حضرت مسیحؑ کے زندہ رہنے کے اس نشان کو صرف اس وجہ سے جھٹلاتے ہیں تاکہ اُن کے اعتقادات جھوٹے ثابت نہ ہونے پائیں صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ لوگ حضرت مسیحؑ کے اس نشان کو سچا مان لیں تو پھر اپنے غلط عقائد پر قائم نہیں رہ سکتے خدا جانے جب حضرت یونسؑ کے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنے کے نشان کو سچا مانا جاتا ہے تو پھر کس واسطے حضرت مسیحؑ کے زمین کے اندر زندہ رہنے کے نشان کو جھٹلایا جاتا ہے۔ آخر انسان کو کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیئے کیونکہ مقدس بائبل اور قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف غلط عقائد پر جمے رہنا کوئی عقلمندی نہیں ہوتا پھر ہیں سر سید احمد مرحوم کے ہم خیال اور احمدیہ جماعت کے لوگ ہی حضرت مسیحؑ کے اس نشان کو سچا مانتے ہیں کیونکہ حضرت مسیحؑ بعد ازاں اپنی طبعی موت سے مسلمانوں کا تیرھواں مبالغہ۔ حضرت مسیحؑ کی بجائے دوسرے شخص کا صلیب

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (النساء ع ۲۲) اور انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے صلیب پر مارا مگر وہ اُن کے لئے (مردہ) کے مشابہ بنا دیا گیا (۴ - ۱۵۷) اس آیت کی تفسیر کرتے وقت جب علمائے

Marfat.com

اسلام نے بعض عیسائی فرقوں کا یہ قول پایا کہ شمعون یا یہودا کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا تو انہوں نے جھٹ قرآن کے معنی بدل دیئے اور یہودا یا شمعون کو مشبہ اور حضرت عیسیٰؑ کو مشبہ بہ اور یہودا یا شمعون کی تبدیل صورت کو وجہ تشبیہ قرار دے دیا۔ حالانکہ تشبیہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں ایک مشبہ ایک مشبہ بہ ایک وجہ تشبیہ۔ ایک مشبہ لہٗ مگر یہاں صرف مشبہ بہ محذوف ہے اور وہ موتیٰ ہے اور وجہ تشبیہ وہ حالت ہے جو حضرت عیسیٰؑ پر طاری ہوئی تھی جس کے سبب وہ مُردہ تصوّر ہوئے تھے۔ پس تقدیر آیت یہ ہے وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ بِالْمَوْتٰى اس کی زیادہ تشریح اسی آیت کے اگلے لفظوں سے ہوتی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا

لہ حالانکہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی بناوٹ بدلتی نہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (الروم ع) خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا (۳۰-۳۰) مگر اکثر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے یہودا یا شمعون کی صورت کو حضرت مسیح کی شکل میں بدل دیا۔ گویا خدا نے نعوذ باللہ دھوکا دے کر اُن میں سے ایک کو تو بغیر کسی قصور کے صلیب کی موت سے مروا دیا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں کے خوف کی وجہ سے زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیا تاکہ یہودی اُنہیں دوبارہ پکڑ کر صلیب پر نہ لٹکا سکیں جس سے اللہ تعالیٰ کی شان پر یہ حرف آتا ہے۔ کہ کیا وہ بغیر آسمان پر لے جانے کے اُنہیں زمین پر نہیں بچا سکتا تھا؟ حالانکہ کسی نبی کو اس کے دشمنوں کے خوف کی وجہ سے آسمان پر نہیں اُٹھایا گیا۔ حتیٰ کہ آنحضرت کو بھی بلکہ سب کو اُن کے دشمنوں سے اسی زمین پر ہی بچاتا رہا مگر افسوس برادران اسلام اس پر بھی حضرت عیسیٰؑ کو سنت اللہ سے باہر رکھتے ہیں۔ اور اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ

اِتِّبَاعَ الظَّنِّ (النساء ع) اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے اس کے متعلق اختلاف کیا اس بارے میں شک میں ہیں اُن کو اس کا کچھ علم نہیں صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں (۴-۱۵۶) اختلاف کرنے والے لوگ یہود و نصاریٰ دونوں ہیں سو تاریخ سے ثابت ہے کہ فی الواقع دونوں شک میں رہے اور کسی کو بھی قتل کا یقین نہ ہوا۔ اگر حضرت مسیح آسمان پر چلے گئے تھے اور[1] ان کا ہم شکل مصلوب ہوا تھا تو پھر شک کیسا اور علم کا نہ ہونا کیا معنی اور یہ کہنے کی کیا ضرورت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا (النساء ع) اور انہوں نے اُس کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا (۴-۱۵۶) اس مقام پر صلیب کا کچھ ذکر نہیں کیا بلکہ صرف قتل کی نفی کی اور اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اوپر جو صلیب کی نفی کی تھی اُس سے نفی قتل بالصلیب مراد تھی نہ کہ مطلق صلیب کی گویا حضرت مسیح قتل اور صلیب کی لعنتی موت سے نہیں مرے یہی وجہ ہے کہ ان کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ بلکہ اللہ نے اُسے اپنا قرب عطا فرمایا اور اللہ غالب حکمت والا ہے (۴-۱۵۶)

---

[1] بلاشبہ یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اگر حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے تھے تو پھر یہودیوں نے یہ کیوں کہا "اسرائیل کا بادشاہ مسیح اب صلیب سے اتر آئے تاکہ ہم دیکھ کر ایمان لائیں" (مرقس ۱۵-۳۲) اگر یہ کہا جائے کہ یہودیوں کو دھوکا لگا وہ دوسرا شخص تھا مسیح نہیں تھا تو پھر اس وقت اس شخص کو کیا عذر تھا کہ یہ نہ کہا کہ بھائیو میں تو مسیح نہیں ہوں کیونکہ مسیح تو اپنا معجزہ دکھا کر آسمان پر چلا گیا۔ اور تم ایک ایسے شخص کو جو بالکل بے قصور ہے صلیب دے رہے ہو۔ علاوہ ازیں اگر حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور کوئی دوسرا شخص اُن کی جگہ صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ تو پھر اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہونا چاہئے تھا اور کوئی ضمیر بھی اس کی طرف راجع ہونی چاہئے تھی۔ اب اس کا کوئی ذکر قرآن پاک میں نہ ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت مسیح ہی صلیب پر لٹکائے گئے تھے نہ کہ کوئی دوسرا شخص جس کی طرف کوئی ضمیر نہیں جاتی۔

Marfat.com

دراصل یہودی تو حضرت مسیحؑ کو قتل اور صلیب کی موت دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے۔ کہ وہ لعنتی موت سے مرکر خدا کی رحمت سے دُور ہو گیا کیونکہ اسکی روح شیطان کی طرف گئی۔ مگر اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ انہیں طبعی موت دے کر اور قتل اور صلیب کی موت کی نفی کر کے اپنا مقرّب بنانا چاہتا تھا تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کی رحمت کے نزدیک ہیں اور اُن کی رُوح اللہ کی طرف گئی کیونکہ لعنتی کے بالمقابل مقرّب کا ہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے رفع کا لفظ استعمال کیا گیا۔ جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اس باطل عقیدے کی کہ وہ صلیب پر مرنے کیوجہ سے لعنتی ہوا تردید کرنا منظور تھا حقیقتاً اللہ تعالیٰ رسولوں کے درجات ہی بلند کرتا ہے کیونکہ اس کی صفت رفیع الدرجات ہے نہ کہ رفیع الاجسام صاف ظاہر ہے کہ جسم اللہ کی طرف نہیں جاتا بلکہ روح جاتی ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ ع ۱۹) ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (۲-۱۵۶) وَقَالَ اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ (العنکبوت ع ۳) اور کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں (۲۹-۲۶) وَقَالَ اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ (والصّٰفّٰت ع ۳) اور اُس (ابراہیم) نے کہا میں اپنے رب کی طرف جانیوالا ہوں مسلمانوں کا چودھواں مبالغہ۔ حضرت مسیحؑ کا وفات پانے سے پہلے ہی آسمان پر جسمانی اس آیت کے خلاف ہے اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ

ف کہ وما قتلوہ وما صلبوہ کے الفاظ کو بل رفعہ اللہ کے معنوں کے ساتھ باقی بر صفحہ ۲۳۳

Marfat.com

وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (آل عمران ع) جب اللہ نے کہا اے عیسٰے میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں اور تجھے اُن (کے الزام) سے پاک کرنیوالا ہوں جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں اُن پر جنہوں نے انکار کیا قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں۔

(۳ - ۴ - ۵) اللہ نے مذکورہ بالا چار وعدے اس وقت حضرت عیسٰےؑ کے ساتھ کئے تھے جب کہ یہودی انہیں قتل کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَهُوَ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (آل عمران ع) اور انہوں (یہودیوں) نے تدبیر کی اور اللہ نے تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے" (۳/۵۴) یہودی تو حضرت عیسٰیؑ کو قتل اور صلیب کی موت سے مارنا چاہتے تھے مگر اس کے بالمقابل اللہ انہیں طبعی موت سے وفات دینا چاہتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۲ : اپنے پاس سے آسمان کا لفظ لگا کر یہ استدلال کر لیا کہ اللہ نے انہیں وفات دینے سے پہلے ہی آسمان پر اٹھا لیا اور رفع سے پہلے جو خدا کا وعدہ ان کو وفات دینے کا تھا اُسے نظر انداز کر کے جھٹلا دیا اور یہ عقیدہ بنا لیا کہ آسمان سے اترنے کے بعد وہ وفات پائیں گے یہ ہے ملائے اسلام کا فہم قرآن جو صدیوں سے مسلمانوں کی راہنمائی کر رہا ہے حالانکہ رفع سے پہلے وفات دینے کا مطلب یہی تھا کہ حضرت عیسٰیؑ کا روحانی رفع ہو نہ کہ جسمانی حقیقتاً مذکورہ بالا وعدے جو حضرت عیسٰےؑ کے ساتھ کئے گئے تھے وہ سب کے سب پورے ہو چکے ہیں ان کے علاوہ اگر اللہ کا کوئی یہ وعدہ بھی ہوتا کہ ہم حضرت عیسٰیؑ کو آسمان پر اٹھا لینگے اور پھر انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجیں گے تو اس کا ذکر بھی اسی جگہ ہونا چاہئے تھا اب کسی اور وعدے کا نہ ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ نہ تو آسمان پر اٹھائے گئے اور نہ ہی دوبارہ دنیا میں آئینگے۔

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ اُن کے لئے مُتَوَفِّیکَ کے الفاظ استعمال کئے گئے بلاشبہ جب خدا فاعل اور مفعول ذی روح اور باب تفعّل ہو تو اس وقت توفّی کے معنی رُوح قبض کرنے کے ہوتے ہیں خواہ موت کے وقت یا نیند میں جسم لینے کے ہرگز نہیں ہوتے جیسا کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے "مُتَوَفِّیکَ مُمِیتُکَ (بخاری کتاب التفسیر سورہ مائدہ) اب ہمارے علمائے کرام یہ سمجھتے ہوئے کہ "مُتَوَفِّیکَ" کے معنی وفات دینے کے ہی درست ہیں مگر چونکہ اُن کے اس عقیدے پر کہ حضرت عیسٰےؑ وفات پانے سے پہلے ہی آسمان پر اُٹھا لئے گئے تھے ایک بڑی زد پڑتی ہے اس لئے وہ مذکورہ بالا چار عددوں کی ترتیب کو ہی اُلٹ دیتے ہیں بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم ؎

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

اور اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ اگر وعدوں کی ترتیب کو بدل دیا جائے تو پھر اللہ تعالےٰ کے علم میں یہ نقص لازم آتا ہے کہ کیوں نہ اُس نے اِن وعدوں کو اُس ترتیب میں رکھا - جیسا کہ اُس نے پورے کرنے تھے اب وعدوں کی ترتیب کو کچھ بتانا اور اُن کو پورا کسی اور ترتیب میں کرنا اللہ کی شان کے خلاف ہے کیونکہ وہ تو عالم الغیب ہے البتہ انسان ایسی غلطی کر سکتا ہے کیونکہ اُسے علم غیب نہیں ہوتا خدا جانے اللہ کی دی ہوئی ترتیب کو اُلٹ دینا کونسی عقلمندی ہے بلاشبہ حضرت عیسٰےؑ کے آسمان پر اُٹھائے جانے کی بنیاد

مُتَوَفِّیْکَ اور رَافِعُکَ کے غلط ترجمہ کرنے اور مذکورہ بالا وعدوں کی ترتیب کے بدلنے پر رکھی ہوئی ہے حالانکہ "رَافِعُکَ" کے الفاظ "مُتَوَفِّیْکَ" کے بعد آئے ہیں جن پر اتنا بھی غور نہیں کیا جاتا کہ اگر حضرت عیسٰیؑ کی وفات نہیں ہوئی تو پھر اُن کا رفع بھی نہیں ہوا وَعْدَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (الزمرؑ) اللہ نے یہ وعدہ کیا ہوا ہے اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا (۳۹ - ۲۰) دوستو! وفات کے بعد رفع کا ہونا روحانی ہے نہ کہ جسمانی چونکہ رفع سے پہلے حضرت مسیحؑ کی وفات ماننے سے مسلمانوں کے اس رسمی عقیدے پر کہ وہ وفات پانے سے پہلے ہی آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے ایک بڑی سخت زد پڑتی ہے۔ لہٰذا وہ خدا کی وعدہ شکنی کو تو قبول کر لیں گے مگر اپنے اِس باطل عقیدہ سے باز نہیں آئیں گے۔ ایسے مسلمانوں پر یہ مثال خوب صادق آتی ہے "خصم چھوٹے مگر رسم نہ توڑے" اللہ کے وعدے کو تو جھٹلا دیں گے مگر اپنے رسمی عقیدے کو نہیں توڑیں گے کیا خوب ہی ایمان ہے بفرض محال اگر اِس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اللہ نے حضرت عیسٰیؑ کو زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ جہاں انسانوں کی کوئی آبادی نہیں۔ کہ وہ کسی انسان سے کوئی بات کر سکیں یا کسی کو کوئی تبلیغ کر سکیں یا کسی انسانی سوسائٹی میں بیٹھ سکیں یا کسی رشتہ دار سے ہی مل سکیں تو بلاشبہ ایسی زندگی قید تنہائی کی سزا ہے جو بڑے مجرموں کو دی جاتی ہے پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ اِس قید تنہائی کی کوئی میعاد مقرر نہیں

لہ کیونکہ اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

Marfat.com

صدیاں گذر گئیں مگر سزا ختم نہیں ہوتی ۔ حالانکہ انسانی مجسٹریٹ بھی جب کسی مجرم کو قید تنہائی کی سزا دیتا ہے تو اُس کی کچھ میعاد بھی مقرر کر دیتا ہے ۔ علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ انسانی جسم بغیر کھانے کے زندہ نہیں رہ سکتا ۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے ۔ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (الانبیاء ع) اور ہم نے اُن کے ایسے جسم نہ بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں (۲۱ - ۸) اگر حضرت مسیحؑ کو وہاں کھانا بھی مہیا کر دیا جاتا ہے تو پھر وُہ ہگتے موتتے بھی ضرور ہیں ۔ جس کی صفائی کیلئے بھی وہاں ضرور کوئی انسانی کارکن ہونے چاہئیں کیونکہ مادی چیز کو مادہ سے ہی بنا ہُوا اٹھائے گا نہ کہ فرشتے بہرحال یہ عقیدہ کہ حضرت مسیحؑ وفات پانے سے پہلے ہی بجسد عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے تھے قطعاً غلط ہے کیونکہ اس پر ایسے اعتراض وارد ہوتے ہیں جن کا جواب مسلمان دے نہیں سکتے ۔ مثلاً جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (الاعراف ع) کہا اسی میں تم جیو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے (۷ - ۲۵) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا (المرسلٰت ع) کیا ہم نے زمین کو سمیٹ لینے والی نہیں بنایا ؟ (کیا) زندوں کو اور (کیا) مردوں کو ؟ (۷۷ - ۲۵ - ۲۶) تو پھر حضرت مسیحؑ کو بغیر کسی وجہ کے آسمان پر اُٹھانے کی کیا ضرورت تھی کیا اللہ قادر مطلق حضرت مسیحؑ کو اُن کے دشمنوں سے اسی زمین پر نہیں بچا سکتا تھا علاوہ ازیں اللہ نے اُنہیں آسمان پر اُٹھا کر اور کئی صدیاں وہاں رکھ کر لوگوں کو کیا فائدہ پہنچایا حالانکہ اللہ تعالیٰ کوئی عبث کام نہیں کرتا

اگر وہ اتنا عرصہ اپنی اُمّت میں ہی رہتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ کہ کم از کم انہیں گمراہی سے تو باز رکھتے دراصل مسیحؑ کا بجسد عنصری آسمان پر اُٹھایا جانا اس آیت کے بھی خلاف ہے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (طٰہٰ ع) اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے (ہم) تمہیں دوسری دفعہ نکالیں گے (۲۰-۵۵) اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی زندگی تو زمین پر گذارنی ہے جس جگہ اس کی روزی کے سامان رکھے گئے ہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (الاعراف ع) اور یقیناً ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور تمہارے لئے اس کے اندر روزی کے سامان رکھے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو (۷-۱۰) نہ کہ آسمان پر جہاں انسان کی روزی کے لئے سامان نہیں۔ مگر یہ نکتہ ایسے مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا علاوہ ازیں میں اس بات کے بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ جو لوگ اللہ کی آیات کو ہرانے اور اس کے وعدوں کو جھٹلانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں وہ یقیناً اپنے آپ کو عذاب الیم کا مستحق بناتے ہیں یہ آیت اس پر شاہد ہے وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ (السبا ع) اور جو لوگ ہماری آیتوں کے ہرانے میں کوشش کرتے ہیں اُن کے لئے سخت قسم کا دردناک عذاب ہے (۳۴-۵) بلاشبہ اُن مسلمانوں کو جو یہ کہتے ہیں

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو اپنے وعدہ کے خلاف وفات دینے سے پہلے ہی آسمان پر اٹھا لیا تھا اس آیت پر غور کر کے اپنے غلط عقیدوں کی اصلاح کرنی چاہیئے ورنہ خدا کی آیات کو جھٹلا کر عذاب الٰہی کا مستحق بننا پڑے گا سعید لوگ نصیحت کو مان لیتے ہیں۔ مگر بدبخت اس سے دور رہتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی باتوں کو مسلمانوں کا پندرہواں مبالغہ۔ حضرت مسیحؑ کا آسمان سے اترنا۔

برادرانِ اسلام کا یہ عقیدہ سراسر اس آیت کے خلاف ہے وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ ط۔ (الصف ع) اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا اُس کا نام احمدؐ ہے (۶۱-۶) اس آیت میں حضرت عیسےٰؑ یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ ایک احمدؐ رسول میرے بعد آئے گا۔ مگر مسلمان اس کے اُلٹ یہ کہتے ہیں کہ محمدؐ رسول اللہؐ کے بعد حضرت عیسےٰؑ آئیں گے گویا حضرت عیسےٰؑ کے الفاظ "میرے بعد" کے معنی وفات کے نہیں لیتے مگر آنحضرت کے الفاظ "میرے بعد کوئی نبی نہیں" کے معنی وفات کے ہی لے لیتے ہیں حالانکہ جس رسول کے آنے کی خوشخبری دی جاتی تھی وہ ہمیشہ اپنے بشارت دینے والے کی وفات کے بعد ہی آیا چنانچہ حضرت مسیحؑ نے بھی یہی کہا کہ میری وفات کے بعد احمدؐ رسول آئے گا یہ آیات اس پر گواہ ہیں" اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشیگا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے (یوحنا ۱۴-۱۶) لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے

لہ جیسے قرآن کریم اور حدیث شریف سے حضرت عیسےٰؑ کا آسمان پر جانا ثابت نہیں ہوتا اسی طرح سے اُترنا بھی ثابت نہیں

لیکن اگر میں جاؤں گا تو اُسے تمہارے پاس بھیج دونگا (یوحنا ۱۶ - ۷) یہ پیشگوئی آنحضرت پر نہایت صفائی سے صادق آتی ہے کہ آپ ابد تک ہمارے ساتھ ہیں اسلئے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے حضرت مسیحؑ کے دوبارہ آنے کا کوئی ذکر نہیں کیا جس میں یہ راز ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ آخری نبی ہیں مگر افسوس اس آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء ع) اور جتنے اہل کتاب ہیں ضرور ان کے مرنے سے پہلے سب کے سب اُن پر ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا (۴ - ۱۵۹) کی ضمیروں کو حضرت مسیحؑ نبی اللہ کی طرف پھیر کر اور اس کی غلط تاویل کر کے نہ صرف حیات مسیحؑ بلکہ اُن کا دوبارہ آنا بھی تسلیم کیا جاتا ہے حالانکہ یہ ترجمہ اور تفسیر ایک تو اس لحاظ سے غلط ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کے بعد نبی کی ضرورت ہے دوسرے اسوجہ سے کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئیں گے گویا وہ اُس وقت کے نبی ہوں گے کیونکہ ایمان تو نبی پر لایا جاتا ہے نہ کہ مجدد پر حالانکہ تمام اہل کتاب کا حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانا صریحاً قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے (الف) وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران ع) اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں اُن پر جنہوں نے تیرا انکار کیا قیامت کے تک غالب دینے والا ہوں (۳ - ۵۴) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کے ماننے والے اس کے نہ ماننے والے یہودیوں پر قیامت کے دن تک غالب رہیں گے اور یہودی مغلوب ہو کر رہیں گے (ب) وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (مائدہ ع) اور ہم نے اُن (یہودیوں) کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا (۵ - ۶۴) اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہودی قیامت کے دن تک رہیں گے اور تمام اہل کتاب کبھی بھی حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہم خیال نہیں ہوں گے اگر وہ سب کے سب قیامت کے دن سے پہلے ہی حضرت مسیحؑ پر ایمان لے آئیں اور ان میں کوئی دشمنی اور بغض نہ رہے تو پھر خدا کے علم غیب میں نقص لازم

آتا ہے تیسرے اس سبب سے کہ آنحضرتؐ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں یہ آیت اس پر شاہد ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب ع۶) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں (۳۳ - ۴۰) بلاشبہ خاتم الانبیاء وہ نبی ہوتا ہے جس کے بعد کسی نبی کی خواہ پرانا ہو یا نیا ضرورت نہ رہے تو پھر حضرت عیسےٰؑ کے آنے کی کیا ضرورت ہے؟ چوتھے اس قرینہ سے کہ جب حضرت عیسےٰؑ کے دوبارہ آنے پر تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لے آئیں گے تو پھر اُن کا قیامت کے دن اُن پر گواہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا پانچویں اس نظریہ سے کہ حضرت عیسےٰؑ کے آسمان سے اترنے کے بعد بھی اس آیت سے اُن کی حیات ہی ثابت رہے گی اور قرآن مجید کی رُو سے وفات کبھی بھی ثابت نہ ہو سکے گی کیونکہ اُن کی وفات کے بعد بھی قرآن حکیم میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔ دراصل زیر بحث آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے " وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء ع۲۲) اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لے آتا ہے اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا (۴/۱۵۹) اور صحیح تفسیر یہ ہے کہ اس آیت کی ضمیریں اپنے نزدیک کے مرجع اہل کتاب اور صلیب کے واقعہ کی طرف جاتی ہیں گویا یہود اور نصاریٰ میں سے کوئی نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر لعنتی موت سے مر گئے مگر مرنے کے بعد اُسے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عیسیٰؑ کا صلیب پر مرنا غلط تھا۔ اور قیامت کے دن حضرت مسیحؑ اُن پر گواہ ہوں گے یعنی اہل کتاب کا اپنی زندگی میں جو عقیدہ تھا اُس کے برخلاف گواہی دیں گے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ اس دنیا میں دوبارہ نہیں آئیں گے۔ اگر وہ آجائیں تو پھر اُن کی قیامت کے دن کی گواہی دنیا میں ہی پوری ہو جائے گی جس سے خدا کے علم غیب میں بھی یہ نقص لازم آتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کی گواہی بجائے قیامت کے دن ہونے کے پہلے ہی ہو گئی۔

Marfat.com

57

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ (المائدہ)

کہدے اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے (۷۷)

حضرت مریمؑ — اور — حضرت مسیحؑ

کے متعلق

غلط فہمیوں کا ازالہ

جس میں اُن غلط فہمیوں کی جو حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں میں رائج ہیں تردید کی گئی ہے اور من جملہ اور باتوں کے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسےٰ مسیحؑ جائز انسانی حمل سے پیدا ہوئے اور اُن کے حقیقی والد کا نام یوسف ہی تھا جو بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ جو یہودی یا عیسائی یا مسلمان اس کے خلاف میرے اعتراضوں کا جواب دے کر اپنی اپنی مستند کتابوں سے یہ ثابت کر دے کہ حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اُسے ایک صد روپیہ انعام دیا جائے گا۔

مرتبہ

پیرزادہ شمس الدین

مؤلف

آئین قرآن، دربارۂ حکومت و حکمران - ادعیۃ القرآن فی آیات رحمٰن - تعزیرات قرآن وغیرہ

بار اوّل ایکہزار — جولائی ۱۹۵۷ء — قیمت فی جلد دو روپے